علمی و تحقیقی مجلّہ

قُلۡ هٰذِهٖ سَبِيۡلِىۡۤ اَدۡعُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ ۚ عَلٰى بَصِيۡرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِىۡ ؕ سورة يوسف (108)

البصیرۃ

ششماہی

جلد ۲ شمارہ ۳ جون ۲۰۱۳ء

شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

علمی و تحقیقی مجلہ

البصیرۃ

ششماہی

ISSN: 2222-4548

جلد: ۲ شمارہ: ۳

جون ۲۰۱۳ء

سرپرست اعلیٰ:

میجر جنرل (ر) مسعود حسن (ریکٹر نمل)

سرپرست:

بریگیڈیر اعظم جمال (ڈائریکٹر جنرل نمل)

مدیر:

ڈاکٹر سید عبد الغفار بخاری

شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد، پاکستان

ناشر: شعبہ علوم اسلامیہ نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، ایچ نائن، اسلام آباد

طباعت: نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، ایچ نائن، اسلام آباد

جلد: ۲ شمارہ: ۳

جون ۲۰۱۳ء

تعداد: ۳۰۰

قیمت: اندرون ملک: =/ ۳۰۰ روپے بیرون ملک: =/ ۱۰ ڈالر

معاونین:

- **بریگیڈیر (ر) پروفیسر ڈاکٹر فضل ربی**
- **ڈاکٹر آسیہ رشید**
- **ارم سلطانہ**

خط و کتابت کے لئے ...

اسسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر سید عبد الغفار بخاری

مدیر، مجلہ البصیرۃ

شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، ایچ نائن، اسلام آباد

Ph: OO92 051-9257646 50 EXT (339)

E-mail: abdul.ghaffar@numl.edu.pk

Web-site: www.numl.edu.pk

فہرست موضوعات

- ادارتی پالیسی v
- مقالہ کی اشاعت کیلئے قواعد وضوابط vi
- مجلسِ ادارت (قومی وبین الاقوامی) viii
- مجلسِ مشاورت ix
- شرکاءمقالہ نگار x
- اداریہ xi

اردو مضامین

- بین المذاہب ہم آہنگی میں حائل رکاوٹوں کا جائزہ ۱
  ڈاکٹر نور حیات خان

پاکستان میں رائج زرعی نظام کا شرعی جائزہ ۳۵
  ڈاکٹر زاہدہ پروین

- الہامی مذاہب میں مشترکہ اخلاقیات کا تصور ۵۷
  ڈاکٹر آسیہ رشید

- جدید مالیاتی ادارے اور تقسیم زکوۃ ۸۳
  ڈاکٹر محمد ادریس مفتی

عربی مضامین

- عُنَّة الزوج وانتظارها في الفقه الإسلامي ۹۷
  الدكتور راشد بن مفرح الشهري

مظاهر الرّحمة في شخصيّة الرّسولﷺ ۱۱۷
  الدكتورعبد الحميد عبد القادر خرّوب

۞ جوانب مختلفة من أهمية الرجاء في حياة المسلم ١٣٩
الدكتور محمد إلياس

۞ حد الزاني البكر والمحصن ١٦٥
الدكتور طاهر محمود محمد يعقوب

انگریزی مضامین

۞ Interpretation of the Prophetic way of Preaching 1
Dr. Syed Naeem Badshahi /
Dr. Syed Abdul Ghaffar Bukhari

۞ Status of Women in Islam & its impact on Pashtun Society 13
Dr. Habib Nawaz Khan

۞ An Anthology of the Highlights of the Quran Compilation by Dr. Badr Hashemi 33
Brig.(R) Wasiq Ahmed Khan

البصیرۃ : ادارتی پالیسی

البصیرۃ خالصۃً اسلامی علوم وفنون سے وابستہ تحقیقی مجلہ ہے۔جو علمی و تحقیقی دنیا کے لئے نمایاں نوعیت کا حامل ہے۔اس میں شائع ہونے والے مقالات کے متعلق ادارتی پالیسی حسب ذیل ہے:

- البصیرۃ میں شائع ہونے والے مقالات کے موضوعات علوم القرآن، علوم الحدیث، علم فقہ واصول فقہ، تقابل ادیان، علم کلام و تصوف، فلسفہ، سائنس، ادب، معاشیات، عمرانیات، سیاسیات، ثقافت و تمدن اور اسی طرح مسلم شخصیات اور اسلامی موضوعات پر لکھی جانے والی کتب (تبصرہ و تعارف) وغیرہ سے متعلق ہونے چاہئیں۔
- البصیرۃ ایک ششماہی رسالہ ہے یعنی سال میں دو مرتبہ (جون اور دسمبر میں) شائع ہو گا۔
- البصیرۃ میں اشاعت کی غرض سے بھیجے گئے مقالات کا تجزیہ دو منظور شدہ ماہرین سے کروایا جائے گا۔ جس میں ایک تبصرہ نگار ملکی اور دوسرا غیر ملکی ہو گا۔ڈی،جی نمل کی منظوری سے مقالہ تجزیہ کے لئے بھیجا جائے گا۔
- البصیرۃ کی اشاعت کے سلسلہ میں ہائیر ایجوکیشن کمیشن (HEC) کے جملہ قوانین وضوابط لاگو ہوں گے۔
- البصیرۃ میں مقالہ کی اشاعت کے حوالے سے ادارتی بورڈ کا فیصلہ حتمی ہو گا۔
- البصیرۃ کی ادارتی مجلس کو ارسال کیے گئے مقالات میں ضروری ترامیم، تنسیخ و تلخیص کا حق حاصل ہو گا۔ مدیر مقالہ نگاروں کو تجزیہ کاروں کی رائے، نیز مقالہ میں مطلوب کسی تبدیلی سے متعلق آگاہ کرے گا۔
- البصیرۃ ادارہ کا مقالہ نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں، مقالہ میں دی گئی رائے کی ذمہ داری مجلس ادارت یا نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد پر نہیں، بلکہ مقالہ نگار پر ہو گی۔
- البصیرۃ کو موصول مقالات (شائع ہونے یا نہ ہونے) کسی صورت میں واپس نہیں کئے جائیں گے۔
- البصیرۃ کی دو عدد کاپیاں شرکاء مقالہ نگاروں کو فراہم کی جائیں گی۔

البصیرۃ میں مقالہ کیلئے قواعد وضوابط

عمومی قواعد:

۱۔ مقالہ A4 صفحے کے ایک طرف کمپوز اور اس کی طوالت ۲۵ صفحات سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے۔

۲۔ کمپوزنگ کے سلسلے میں درج ذیل فانٹس کا خیال رکھا جائے:

(i) فصل یا مبحث کے لئے فانٹ سائز: ۱۸

(ii) ذیلی فصول کے لئے فانٹ سائز: ۱۶

(iii) مقالے کے متن کے لئے فانٹ سائز: ۱۴

۳۔ مقالہ کسی اور جگہ شائع شدہ نہ ہو اور نہ ہی کسی اور جگہ اشاعت کے لئے نہ دیا گیا ہو۔

۴۔ مقالہ تحقیق کے اصولوں کے عین مطابق ہونا چاہیے۔ نئ تحقیق پر مبنی اور علمی سرقہ سے خالی ہو۔ نیز مقالہ بنیادی مصادر کے حوالوں سے مزین ہونا چاہیئے۔

۵۔ املاء و انشاء کے رموز و قواعد کا التزام ضروری ہے۔

۶۔ مقالہ کی تین مطبوعہ کاپیاں (Hard copies) اور ایک سافٹ کاپی مطلوب ہو گی۔

۷۔ مقالہ نگار دو سو پچاس (۲۵۰) الفاظ پر مشتمل اپنے مقالہ کا ملخص بحث (Abstract) انگریزی زبان میں مقالہ کے ساتھ فراہم کرے گا۔

۸۔ مقالہ اردو، عربی اور انگریزی زبان میں لکھا جا سکتا ہے۔

۹۔ اغلاط سے حتی الامکان اجتناب کیا جانا چاہیئے۔

ترتیب و تدوین کے قواعد:

تحقیقی مقالہ درج ذیل امور پر مشتمل ہونا چاہیے:

۱۔ **خلاصہ (Abstract)**

اس میں بالاختصار مضمون کا خلاصہ تحریر کیجیے۔ اور یہ انگریزی زبان میں لکھنا ہو گا۔

۲۔ **تعارف (Introduction)**

اس میں تحقیق کا مقصد، طریقہ کار، امتیازی خصائص اور مقالے کا تعارف مختصراً پیش کیا جانا چاہیے۔

۳۔ کلیدی الفاظ (Keywords)

مقالے سے متعلق موضوع کی مناسبت سے پانچ کلیدی الفاظ شامل کیجیے۔

۴۔ نتائج (Conclusion)

مقالہ میں نتائج بحث منطقی ترتیب و تسلسل کے ساتھ پیش کرنے چاہیے۔

۵۔ بحث (Discussion)

مقالہ کے اس حصے میں مقالہ نگار اپنے تحقیق سے متعلقہ مواد تفصیلاً پیش کرے گا۔

۶۔ حوالہ جات (References)

حوالہ جات دینے کے لئے درج ذیل ہدایات ملحوظ رکھنی چاہیے:

i) حوالہ جات بحث کے آخر میں دیئے جائیں۔

ii) مقالہ کے حواشی اور حوالہ جات کی ترتیب میں شکاگو مینوئل سٹائل (Chicago Manual Style) کو بروئے کار لایا جائے۔

iii) کتاب کا حوالہ دیتے وقت مصنف کا معروف نام، کتاب کا مختصر نام، ناشر اور مقام اشاعت، سن اشاعت وغیرہ اور اس کے بعد صفحہ، جلد نمبر درج کریں۔ مثلاً **ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، دار صادر، بیروت، ۱۳۵۴ھ ص:۲/۳۱۲**

iv) ایک ہی حوالہ متعدد جگہوں پر دینا مقصود ہو تو اختصار کے اسلوب تحقیق میں معروف رموزواشارات کا استعمال کیا جاسکتا ہے۔

v) مقالہ میں موجود تمام قرآنی آیات عربی رسم الخط میں تحریر ہونے چاہیے۔ آیات کا حوالہ دینے کے لئے درج ذیل طریقہ اختیار کیا جائے۔ مثلاً **سورۃ النساء:۴/۱۸۴**

vi) تمام احادیث کی تشریح کریں اور اُس کے لئے درج ذیل مثال کو مد نظر رکھیں:

البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب إفشاء السلام من الإسلام، حدیث نمبر: ۲۹، دارالسلام، ریاض، ۱۴۱۲ھ، ص:۱/ ۸

vii) مقالہ میں مذکور تمام غیر معروف شخصیات کا مختصر تعارف کروائیں اور اس ضمن میں علم الرجال اور الطبقات کی کتب سے حوالہ جات دیں۔

مجلس ادارت:

(قومی)

- پروفیسر ڈاکٹر ضیاء الحق، صدر شعبہ علوم اسلامیہ، نمل، اسلام آباد
- پروفیسر ڈاکٹر فضل ربی، شعبہ علوم اسلامیہ، نمل، اسلام آباد
- پروفیسر ڈاکٹر احمد یوسف درویش، پریزیڈنٹ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد
- پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم چوہدری، وائس چانسلر سرگودھا یونیورسٹی، سرگودھا
- پروفیسر ڈاکٹر عطاء اللہ فیضی، شعبہ علوم اسلامیہ، نمل، اسلام آباد
- پروفیسر ڈاکٹر احمد جان، صدر قسم الدعوة، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد
- پروفیسر بریگیڈیر (ر) واثق احمد، صدر شعبہ پاک اسٹڈیز، نمل، اسلام آباد
- ڈاکٹر نور حیات خان شعبہ علوم اسلامیہ، نمل، اسلام آباد

(بین الاقوامی)

- پروفیسر ڈاکٹر شکری محمد صالح، ڈائریکٹر اسلامی ترقیاتی مینجمنٹ یو ایس ایم، ملائشیا
- پروفیسر ڈاکٹر صہیب حسن، سیکرٹری شریعہ کونسل، لندن، برطانیہ
- پروفیسر ڈاکٹر محمد حفیظ ارشد، ڈائریکٹر ہائر لرننگ سنٹر، برطانیہ
- پروفیسر ڈاکٹر خادم حسین الٰہی بخش، طائف یونیورسٹی، سعودی عرب
- پروفیسر ڈاکٹر عبد العزیز بن المبروک الأحمدي، مدینہ یونیورسٹی، سعودی عرب
- پروفیسر ڈاکٹر مظہر یاسین، علی گڑھ یونیورسٹی، انڈیا
- پروفیسر ڈاکٹر منشاوی عبد الرحمن، کلیہ دار العلوم، قاہرہ یونیورسٹی، مصر
- پروفیسر ڈاکٹر یسری عبد العلیم، کلیہ اصول الدین، جامعہ الازہر، مصر

مجلس مشاورت:

- پروفیسر ڈاکٹر سہیل حسن، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد
- پروفیسر ڈاکٹر عبد الرؤف ظفر، صدر شعبہ علوم اسلامیہ، سرگودھا یونیورسٹی، سرگودھا
- پروفیسر ڈاکٹر تاج الدین ازہری، صدر شعبہ علوم اسلامیہ، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد
- پروفیسر ڈاکٹر علی اصغر چشتی، ڈین کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد
- پروفیسر ڈاکٹر معراج الاِسلام ضیاء، ڈائریکٹر انسٹیٹیوٹ آف اسلامک اینڈ عریبک، پشاور یونیورسٹی، پشاور
- پروفیسر ڈاکٹر دوست محمد، ڈائریکٹر شیخ زاید اسلامک سنٹر، پشاور یونیورسٹی، پشاور
- ڈاکٹر حماد لکھوی، شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور
- ڈاکٹر عبد الحمید عباسی، صدر شعبہ قرآن وتفسیر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد
- ڈاکٹر محمد سجاد، شعبہ علوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد
- ڈاکٹر طاہر محمود، صدر شعبہ ہومینیٹیز، وفاقی اردو یونیورسٹی، اسلام آباد
- ڈاکٹر مستفیض علوی، صدر شعبہ علوم اسلامیہ، وِش یونیورسٹی، اسلام آباد
- ڈاکٹر محمد الیاس، شعبہ حدیث، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد
- ڈاکٹر حافظ عبد القیوم، شیخ زید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور
- ڈاکٹر محمد عبد اللہ، شیخ زید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی لاہور
- ڈاکٹر محمد ریاض وردگ، صدر شعبہ علوم اسلامیہ ومطالعۂ مذاہب، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ
- ڈاکٹر عبد العلی اچکزئی، صدر شعبہ علوم اسلامیہ، بلوچستان یونیورسٹی، کوئٹہ
- ڈاکٹر خلیق الرحمان، شعبہ اسلامی فکر وتہذیب، یونیورسٹی آف منیجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور

شرکاء مقالہ نگار

- **ڈاکٹر نور حیات خان**، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، نمل، اسلام آباد
- **ڈاکٹر زاہدہ پروین**، لیکچرار اسلامیات، گورنمنٹ وقار النساء کالج برائے خواتین، راولپنڈی
- **ڈاکٹر آسیہ رشید**، لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، نمل، اسلام آباد
- **ڈاکٹر محمد ادریس مفتی**، ایسوسی ایٹ پروفیسر، گورنمنٹ ماڈل کالج برائے طلبا، آئی ٹین ون اسلام آباد
- **ڈاکٹر راشد بن مفرح الشہری**، چیف جسٹس ہائی کورٹ، طائف، سعودی عرب
- **ڈاکٹر عبد الحمید عبد القادر خرّوب**، اسسٹنٹ پروفیسر، انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد
- **ڈاکٹر محمد الیاس**، اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ حدیث، انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد
- **ڈاکٹر طاہر محمود**، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، وفاقی اردو یونیورسٹی، اسلام آباد
- **ڈاکٹر سید نعیم بادشاہی**، اسسٹنٹ پروفیسر، اسلامیہ کالج یونیورسٹی، پشاور
- **ڈاکٹر سید عبد الغفار بخاری**، اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، نمل، اسلام آباد
- **ڈاکٹر حبیب نواز خان**، صدر شعبہ پاکستانی لغات، نمل، اسلام آباد
- **بریگیڈئیر (ر) واثق احمد خان**، صدر شعبہ پاک سٹڈیز، نمل، اسلام آباد

اداریہ

زیر نظر شمارہ مجلہ البصیرۃ کا تیسرا شمارہ ہے، قارئین و علمی حلقوں سے داد و تحسین کی وصولیابی بلاشبہ ادارہ کے لئے نہ صرف اطمینان کا باعث ہے بلکہ ایک اعزاز بھی ہے۔ جس کا تمام تر سہرا ریکٹر نمل میجر جنرل(ر) مسعود حسن اور ڈائریکٹر جنرل نمل بریگیڈیر اعظم جمال کو جاتا ہے۔ ان حضرات کی سرپرستی اور مکمل تعاون شامل حال ہونے سے ہی احسن طور پر یہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچ سکا۔ جزاھم اللہ خیرا

ادارہ کی یہ کوشش رہے گی کہ ہائر ایجوکمیشن (HEC) کے قائم کردہ کوالٹی اور تحقیقی معیار کو بہر صورت برقرار رکھتے ہوئے اپنا علمی و تحقیقی سفر جاری رکھا جائے اور بہتر سے بہتر مواد کو قارئین کرام کے سامنے پیش کیا جاتا رہے۔ ادارہ اپنے معیار میں تحقیقی و فنی اعتبار سے مزید بہتری لانے کے لئے بھی کوشاں رہے گا جس کے لئے آپ کے مفید مشوروں اور تجاویز کا شدّت سے انتظار رہے گا۔ اس لئے محققین، اساتذہ کرام و دیگر قارئین سے التماس ہے کہ وہ اس عمل میں ہماری معاونت کریں اور معیاری مقالات ارسال کریں۔

مجلہ ہذا میں ان تمام تحقیقی مقالات و مضامین کو شامل کیا گیا ہے جو البصیرۃ کی پالیسی کے مطابق اور ہائر ایجوکمیشن کے Quality Enhancement Cell کی سفارشات کے مطابق ہیں۔ لہذا جن مقالہ نگاروں کے مقالات اس شمارہ میں شامل نہ ہو سکے، ہم ان سے معذرت خواہ ہیں۔

البصیرۃ کو موصول شدہ بیسیوں تحقیقی مقالات میں سے دس مقالات کا پیئر ریویو (Peer Review) کے ذریعے انتخاب کیا گیا ہے جن میں سے چار اردو، چار عربی اور دو انگریزی تحقیقی مقالات شامل کئے گے ہیں جبکہ ایک مقالہ تبصرہ و تعارف کتاب (انگریزی زبان میں) بھی شامل کیا گیا ہے، جو کہ در حقیقت مختلف شعبہ ہائے جات سے وابستہ بہترین اسکالرز کی تحقیقی کاوشوں کا ثمرہ ہیں اور البصیرۃ کے زیر نظر شمارہ کی زینت بنے ہیں۔ یہ سہ لسانی گلدستہ

جہاں عصر حاضر کے جدید مسائل و چیلنجز کے تعارف اور حل کا ذریعہ بنے گا وہاں تحقیق کی دنیا میں محققین اور عام قارئین کے لئے علمی اور تحقیقی رہنمائی میں بھی کلیدی کردار ادا کرے گا۔ إن شاء اللّٰه

قارئین کرام کی سہولت اور بین الاقوامی معیار کے پیش نظر جدید سوفٹ ویئر کی مدد سے ٹرانسلیٹریشن ٹیبل (Transliteration Table) کا اضافہ گذشتہ شمارہ سے کیا جا چکا ہے۔ نیز قارئین کی سہولت کے پیش نظر مجلہ ہٰذا کے تمام شمارہ جات نمل یونیورسٹی کی ویب سائٹ www.numl.edu.pk پر اَپ لوڈ کر دیئے گئے ہیں۔

میں اس شمارہ کی طباعت کے سلسلہ میں ریکٹر نمل اور ڈی جی نمل کے تعاون و سرپرستی کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ علاوہ ازیں مجلس ادارت کے ارکان کے تعاون کے لئے بھی مشکور ہوں۔ جن اساتذہ اور محققین نے مقالات مرتب کئے ہیں، ادارہ ان کو بھی ہدیہ تہنیت پیش کرتا ہے۔ مجلہ کی ترتیب و تدوین میں محمد عابد حسن نے اہم کردار ادا کیا ہے، اللہ تعالی انھیں جزائے خیر دے (آمین)۔ اس شمارہ میں جو بھی خوبی اور اچھائی ہے وہ اللہ تعالی کے فضل و کرم سے ہے اور جو کمی اور کوتاہی یا نقص ہے وہ ہماری کم علمی و کم مائیگی کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ البصیرۃ کو مزید پذیرائی اور مقبولیت عطاء فرمائے (آمین)۔

ڈاکٹر سید عبد الغفار بخاری

مدیر البصیرۃ

بین المذاہب ہم آہنگی میں حائل رکاوٹوں کا جائزہ

A review of obstacles in interfaith harmony

ڈاکٹر نور حیات خان *

ABSTRACT

In contemporary world several efforts have been made to restore the global peace, harmony and co-existence, and still the struggles continue but in vain. There are some serious problems to be addressed in the first phase. Some of these problems, for interfaith harmony and co-existence are associated with political and economical imbalance or injustice, while some of these are related to social and collective values at the world level, particularly in the Muslim society.

In the past, political and economic motives were responsible for wars. It is predicted that in future the situation will remain the same. However Religious extremism and fundamentalism are just slogans of the western world for covring up real economic intentions. Western world particularly Americans promote wars for achievement of economic gains.

This article focuses on the real causes of terrorisim, which is threatening our globe. Moreover it also suggests how to control these issues and help in the restoration of peace and interfaith harmony. The economic, political and social causes have been highlighted in detail. The big powers while talking of helping the developing countries want in reality to exploit economically those countries.

Keywords: interfaith harmony, co-existence, political, economical imbalance, social, intellectual values.

---

* اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگو یجز اسلام آباد

دورِ حاضر کا انسان بے شمار مسائل کا شکار ہے۔ اس مقالے میں ان کے اسباب اور وجوہات کا جائزہ لیا گیا ہے جو بین المذاہب ہم آہنگی اور بقائے انسانیت میں حائل ہیں۔ ان درپیش مسائل کے تدارک کے لئے تجاویز پیش کی گئی ہیں۔

اقتصادی اسباب:

معیشت یعنی وسائل رزق کی ترقی میں انسانی معاشرہ کی ترقی کا راز پنہاں ہے اور اس مالیاتی وساطت (Financial Intermediation) سے دنیا کی چہل پہل قائم و دائم ہے۔ جسے قرآن نے قوّامِ حیات اور اور اللہ کا فضل قرار دیا ہے۔ اللہ نے انسانی حیات کی ساخت ایسی بنائی ہے کہ وہ روحانیات سے مستغنی اور نہ مادیات کے بغیر زندگی سے متمتع ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے ان دونوں میں توازن قائم رکھنے کے لئے یکساں انتظام فرمایا ہے۔ اور جس معاشرے میں ان اصول وہدایات سے روگردانی پائی گئی ہے، اس کی زندگی تنگ کر دی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى﴾[۱]

ترجمہ: اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی تنگی میں رہے گی اور ہم اسے بروز قیامت اندھا کر کے اٹھائیں گے۔

انسان جب انعاماتِ خداوندی کے حصول میں حد سے تجاوز کرتا ہے اور معاشی حیوان بنتا ہے تو گزشتہ قوموں کی انجامِ بد سے اللہ نے ان الفاظ میں خبردار کیا ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَىِٕنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ﴾[۲]

ترجمہ: اللہ ایک بستی کی مثال دیتا ہے۔ وہ امن واطمینان کی زندگی بسر کر رہی تھی اور ہر طرف سے اس کو بفراغت رزق پہنچ رہا تھا کہ اس نے اللہ کی نعمتوں کا کفران شروع کر دیا۔ تب اللہ نے اس کے باشندوں کو ان کے کرتوتوں کا یہ مزہ چکھایا کہ بھوک اور خوف کی مصیبتیں ان پر چھا گئیں۔

لہذا اخلاق وتمدن کی استواری کے لئے معاشی ضروریات اور خواہشات میں اعتدال ضروری ہے جس سے دین ودنیا کی امن وسلامتی وابستہ ہے اور بے اعتدالی، ظلم وزیادتی اور فساد جنگوں کا سبب بنتا ہے گزشتہ جنگوں کی غالب وجہ اقتصادی غلبہ تھا اور آنے والے حالات بھی یہی بتاتے ہیں کہ دنیا کی بدامنی اور فساد، معاشی دہشت گردی ہوگی اور مذہبی انتہا پسندی کا ڈھنڈورا پیٹنا محض بدنامی سے بچنے کا ایک بہانہ ہوگا۔ مغربی دنیا خصوصاً امریکی استعمار جنگوں کو بھڑکا کر انسانوں کے خون سے معاشی آسودہ حالی حاصل کرتی ہے۔ ۱۹۱۴ء میں جب پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی تو امریکہ کے سونے کے ذخائر کی کل مالیت ۱۵۲۶ ملین ڈالر تھی لیکن جنگ کے اختتام پر ۱۹۱۹ء میں یہ مالیت ۲۸۷۳ ملین ڈالر تک پہنچ گئی تھی۔ یہ تھی وہ بنیاد جس سے امریکی صنعت (اسلحہ) پروان چڑھی تھی۔ امریکی سرمایہ کاروں نے اس جنگ میں باقی تمام روسی طاقتوں سے کہیں زیادہ منافع کمایا[۳]۔

دو سکالر Bill Still & Patrick SJ Carmack لکھتے ہیں: "پہلی جنگ عظیم کے دوران بروخ (Baruch) اور راتھ شیلڈ نے بیس کروڑ ڈالر نفع کمایا"[۴]۔

یہ سرمایہ دار جنگ کو بھڑکانے کے لئے بھاری قرضے دیتے تاکہ سامان حرب وضرب کو وسعت دیکر زیادہ سے زیادہ دولت کما سکیں۔ ان امریکی سرمایہ کاروں نے کروڑوں اربوں ڈالر جیب میں ڈال لئے تھے اور ہر ڈالر میں جنگی ٹھیکوں کی گندگی ملوث تھی، جن سے ہر ملک میں امیر زیادہ امیر ہوئے اور غریب زیادہ غریب، ہر ڈالر کروڑوں انسانوں کی ہلاکت اور زخمیوں کے خون سے پُر تھا۔ اسلام اس قسم کی خون آشامی کو فساد فی ارض قرار دیتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۛ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ﴾[۵]

ترجمہ: اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ لکھ دیا کہ جو شخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد مچانے والا ہو، قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا۔

جنگ عظیم اول اور دوم میں لڑنے کی وجوہات میں کوئی مذہبی بنیادیں نظر نہیں آتی، یہ محض اقتصادی غلبہ کی جنگیں تھیں اور اس کے نتیجے میں زور آور ریاستوں کی بندر بانٹ میں اقتصادی کالونیاں بنی

اور تاحال ان کے استعماری جال میں پھنسے ہوئے انسان تباہی اور بدامنی پر مجبور ہیں۔ وسائل کی ناجائز قبضے انسانوں کو خون دینے پر مجبور کرتی ہیں۔ ایکواڈور کے صدر جیمی رولڈوس اور پاناما کے صدر عمر توری جوس ان غارتگروں کے سامنے نہ جھکے تو ان کو عالمی اقتصادی سلطنت کے پروردہ گیدڑوں نے ہلاکت سے دوچار کیا۔ ان عالمی اداروں کے کارندوں کو لاکھوں ڈالر ماہانہ کے وظیفے پر اس لئے رکھا جاتا ہے تاکہ وہ عالمی لیڈروں کو اپنے وسیع نیٹ ورک کا حصہ بنانے پر آمادہ کرے تاکہ وہ اپنی عوام کو نام نہاد جدید ترقی کے نام پر قرض کے جال میں پھنسانے کی ضمانت دے اور اسی طرح ان کمپنیوں کے مالکان حیرت انگیز طور پر دولت مند ہو جاتے ہیں[۶]۔ اور اسی طرح یہ لوگ دوسروں کو آزادی سے محروم کرتے ہیں۔

ان قرضوں کے خطرات کے پیش نظر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو یہ نصیحت کی ہے:

((وَإِيَّاكُمْ وَالدَّيْنَ، فَإِنَّ أَوَّلَهُ هَمٌّ وَآخِرَهُ حَرْبٌ))[۷]

ترجمہ: قرض نہ لیا کرو کہ اس کے ابتدا میں غم اور اہتمام کرنے کی فکر ہوتی ہے اور آخر میں حرب اور جنگ ہوتی ہے۔

ان عالمی ایٹمی طاقتوں کی ظالمانہ اقتصادی تعاون نے اسرائیل کو ہر قسم ظلم وزیادتی کا جواز فراہم کیا ہے جو نہتے فلسطینیوں کو اپنے آبائی وطن اور ہر قسم کے مذہبی وانسانی حقوق سے زبردستی دستبردار کرانے پر مجبور کرتے ہیں۔ حالانکہ موجودہ دور میں مذہبی آزادی اور حقوق انسانی کے شور کا غلغلہ۔ مشرق وسطیٰ کی بدامنی کے اسباب کا جائزہ لینے سے دیگر اسباب کے علاوہ ایک سبب اقتصادی اغراض کے لئے اس کو زیر کرنے کی کوشش ہے جس کی وجہ سے یہاں بے چینی اور فسادِ عظیم برپا ہے۔ کبھی انگریز استعمار برِ صغیر کے وسائل اور زمین پر قابض، تو کبھی روسی استعمار اپنی اقتصادی غارت گری کے لئے وسط ایشیا کی ریاستوں بشمول افغانستان پر حملہ آور نظر آتا ہے، تو امن عالم رخصت اور یہاں کے باسی اپنے آپ کو مجبور و مقہور پاکر تنگ آمد بجنگ آمد کی تصویر نظر آتے ہیں اور خون دینے پر مجبور ہے۔

قاضی محمد ظفر الحق لکھتے ہیں:

"دلچسپ بات یہ ہے کہ روس جو دنیا کا پانچواں حصہ تیل پیدا کر رہا تھا اس پیداوار کے لئے وسطی ایشیا کے مقبوضہ مسلم ممالک کا مرہون منت تھا"[۸]

صرف باکو (آذر بائیجان) کی یہ حالت تھی کہ یہاں پٹرول پانی کی طرح چشموں سے بہتا ہے۔ بعض چشموں سے سفید تیل اور بعض چشموں سے کالا تیل بہتا ہے۔ یہ روسی آذر بائیجان کی سب سے بڑی دولت تھی جس کو روس ۱۸۷۲ء سے لوٹ رہا ہے۔ ۱۹۷۳ء کے اعداد و شمار کے مطابق آذر بائیجان کے علاقے سے جو خام تیل حاصل ہو رہا تھا وہ دنیا کی مجموعی پیداوار کا ۲۲ء۷ فی صد تھا اس کے علاوہ یہاں فولاد کی پیداوار کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ پھر زرعی محصولات میں چائے، روئی، چاول، نیچرل ریشم اور پھلوں کو نمایاں اہمیت حاصل ہے۔ روس نے اپنی معیشت کو مستحکم کرنے کے لئے کس طرح مسلم اکثریت والی ریاست آذر بائیجان کے مسلمان کو حرف غلط کی طرح مٹا کر اقلیت میں تبدیل کر دیا، ہزاروں مسجدوں اور مدرسوں کو ویران کر دیا[۹]۔

آج مشرقِ وسطی کی بے قراری اور بدامنی کی وجہ، ایک نئے استعمار کی قیادت میں نیٹو کا بلاد اسلامیہ کے اوپر اقتصادی قبضہ کی کوشش ہے۔ ورنہ ان استعماری طاقتوں کے ورود نامسعود سے پہلے اس قسم کی بدامنی، انتہا پسندی اور دہشت گردی کا وجود نہیں تھا۔ ایسے حالات اور ظالمانہ قبضے کی صورت میں اسلام اسلحہ اٹھانے کی اجازت دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰي نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۝﴾[۱۰]

ترجمہ: اجازت دے دی گئی ان لوگوں کو جن کے خلاف جنگ کی جا رہی ہے، کیونکہ وہ مظلوم ہیں، اور اللہ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے۔

پورے عالم کا اقتصادی استحصال کے لئے، دنیا کے سب سے زیادہ ترقی یافتہ ممالک کی تنظیم G/8 اس لئے بنی ہے تا کہ امریکی قیادت میں سرمایہ دارانہ نظام کی اجارہ داری قائم ہو اور اس مقصد کے لئے اقوام متحدہ کے ساتھ ساتھ دوسری عالمی تنظیموں کو اپنے مفادات کی خاطر اغوا کر لیا گیا ہے[۱۱]۔ لیکن آج خود یورپ اور خاص کر امریکہ کے اندر گلوبلائزیشن کی خوشنما عالمی استحصالی سلطنت اور اقتصادی غارتگروں کے خلاف لوگ اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور وال سٹریٹ پر قبضہ کرنے کے لئے پر تول رہے ہیں۔ عراق پر یلغار کرنے والے خود کویت پر یلغار کرنے کے سازش کے خالق تھے تا کہ پورے خلیجی ریاستوں میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے لئے وسائلِ اقتصاد پر قبضہ کے لئے راستہ ہموار ہو جائے اور ایسا ہی ہوا۔ عراق پر قبضہ برائے تیل القاعدہ اور دوسری تنظیموں کی تخلیق کی ایک بنیادی وجہ اور سبب

ہے۔ اسی طرح وسط ایشیا کی ریاستوں میں قدرتی وسائل پر قبضہ کے لئے افغانستان اور پاکستان میں مداخلت ضروری تھا۔

روزنامہ جنگ لکھتا ہے:

"امریکہ نے اکیسویں صدی کے آغاز کے ساتھ ہی جس جنگ کا آغاز کیا اگر اس پر غور کیا جائے تو یہ پٹرول کی جنگ ہے۔ وسط ایشیا کے ملکوں میں پٹرول کے ذخائر پوری دنیا کے ایک سو بیس سال کی ضرورت پوری کر سکتے ہیں۔ اس پٹرول کو دنیا تک لے جانے کے لئے افغانستان کی سرزمین اور بلوچستان کی بندرگاہ کی ضرورت ہے۔۔۔ لیکن افغان عوام نے دس سال تک امریکہ کو یہاں ایک انچ پائپ لائن ڈالنے کا موقع بھی نہ دیا"[۱۲]۔

معاشی خود کفالت کے لئے کوشش ہر انسان اور حکومت کا فریضہ ہے لیکن اس کے لئے امریکہ کا ہوس بہت بڑھ گیا ہے جو قارون کی طرح دنیا کے لئے فساد کا سبب بن رہا ہے۔ قول باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَابْتَغِ فِيمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ﴾[۱۳]

ترجمہ: اور جو کچھ تجھے اللہ تعالیٰ نے دے رکھا ہے اس میں سے آخرت کے گھر کی تلاش بھی رکھ اور اپنے دنیاوی حصے کو نہ بھول جا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی اچھا سلوک کر اور ملک میں فساد کا خواہاں نہ ہو یقین مان کہ اللہ مفسدوں کو ناپسند رکھتا ہے۔

۱۸۳۰ء کا واقعہ ہے۔ ریاست کیلاہوں کی بستی ٹینیسی کے باسیوں کی زمین سے سونا دریافت ہوا جو ان ریڈ انڈئنز کے لئے تباہی کا باعث بنا۔ امریکہ کے ۲۱ویں کانگریس کے صدر اینڈریو جیکسن کے دباو میں ان کے خلاف جبری بے دخلی "نقل مکانی ایکٹ" پاس ہو چکی تھی اب صدر کا صوابدیدی عمل درآمد باقی تھا۔ سونے کے زمین پر کب تک صدیوں سے اس پر امن بستی کے باسیوں کو برداشت سکتا تھا۔ صدر امریکہ نے آرمی ٹروپس کو تیاری کا حکم دیا اور جون ۱۸۳۸ء میں بذریعہ طاقت بے دخلی کے نتیجے میں "چیروکنز" بستی چشم زدن میں خون سے رنگین ہو گئی۔ ۷ ہزار فوجی مکینوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ہنکاتے ہوئے دریا مسی پسی کے مشرق سے مغرب کی طرف افراتفری میں بچے ماؤں سے اور گھر کے دوسرے افراد ایک دوسرے سے ہمیشہ کے لئے بچھڑ گئے۔ کسی کو سامان تک اٹھانے کا موقع نہ

دیا گیا۔ تاخیر اور مزاحمت کرنے والوں کو فوری گولی مادی گئی۔ مہیا کردہ بیل گاڑیوں میں جس کو جگہ نہ ملی وہ پیدل روزانہ اوسطاً دس میل لمبے سفر پر گامزن، نہ تیاری اور نہ زاد راہ۔ پیدل چلتے چلتے دوماہ بیت گئے تو بھوک، نقاہت، شدید سردی اور بیماری نے آلیا۔ دو چار قدم پر کوئی ایسا گرتا کہ پھر اٹھ نہ سکا۔ نہ اٹھنے والوں کو بلا تاخیر دفنایا جاتا اور یہ سفر آہوں اور سسکیوں کے ساتھ جاری رہا۔ اور یوں مسی پسی سے اوکلوہاما تک اس طویل راستے (آنسو کی شاہراہ) میں جگہ جگہ قبروں کا سلسلہ وجود میں آتا گیا۔ اس نقل مکانی کے نتیجے میں بننے والی چار ہزار قبروں نے اقوام عالم پر امریکی اندرون آشکارا کرکے جمہوریت اور انسانی حقوق کے امریکی ڈھول کی پول کھول کر رکھ دی[۱۴]۔

ریڈ انڈ ئنز جو اصل باشندے اور عیسائی تھے، خود اپنے ہم مذہبوں نے ان کے ساتھ سونے (Gold) کی ہوس میں یہ سنگ دلانہ سلوک کیا۔ ایسا کرنے والوں سے اگر کوئی یہ توقع رکھے کہ وہ کسی دوسرے ملک کے غیر عیسائی باشندوں کے لئے رحم کا جذبہ رکھتے ہوں گے تو یہ خوش فہمی کے سوا کچھ نہیں۔ اخباری رپورٹ کے مطابق افغانستان پر جنگ مسلط کرنے کی وجہ بھی اس کے اندر لوہے گیس، تیل اور دیگر معدنیات کے وسیع مقدار میں ذخائر کی موجودگی ہے۔ صرف بامیان میں دو ارب ٹن سے زائد لوہے کے ذخائر ہیں[۱۵]۔

عراق میں بے چینی اور تشدد کے یہی اسباب و محرکات تھے۔

Weapons of Mass Destruction کی موجودگی کے دعویٰ کو انٹر نیشنل اٹامک انرجی کمیشن نے غلط قرار دیا تھا، لیکن اس حملے سے صدر بش اور اس کے اتحادیوں کا مقصد تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کی تلاش نہ تھی بلکہ اصل مقصد مشرق وسطیٰ کے تیل کے ذخائر پر قبضہ کرنا تھا۔ عراقی فوج اور پولیس کے اداروں کو ختم کرکے لاکھوں کی تعداد میں لوگوں کو بے روزگار کرکے بدحالی کا شکار کرایا گیا اور صنعتیں بند کرکے معاشی طور پر تباہ کرکے باغیوں اور دہشت گردوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا اور تعمیر نو کے بہانے بین الاقوامی فنڈز کو غیر ملکی کمپنیوں، خصوصاً ڈک چینی کی ملکیتی اور ماتحت کمپنیوں کو بے تحاشا جنگی نفع پہنچایا گیا[۱۶]۔ ان فوائد کے حصول کے لئے امریکہ کی سرپرستی میں انسانوں کے خون اور اس تباہی کی پیشین گوئی صادق المصدوق ﷺ نے ان الفاظ میں کی ہے:

((يُوشِكُ الْفُرَاتُ أَنْ يَحْسِرَ عَنْ جَبَلٍ مِنْ ذَهَبٍ، فَإِذَا سَمِعَ بِهِ النَّاسُ سَارُوا إِلَيْهِ فَيَقُولُ مَنْ عِنْدَهُ: لَئِنْ تَرَكْنَا النَّاسَ يَأْخُذُونَ مِنْهُ لَيُذْهَبَنَّ بِهِ كُلِّهِ، قَالَ: فَيَقْتَتِلُونَ عَلَيْهِ، فَيُقْتَلُ مِنْ كُلِّ مِائَةٍ تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ)) [۱۷]

ترجمہ: فرات سونے کا ایک پہاڑ کھول دے گا پس جب لوگ اس کے بارے میں سنیں گے تو اس پر ٹوٹ پڑیں گے پس جو اس کے پاس ہوں گے وہ کہیں گے کہ اگر ہم نے لوگوں کو اس میں سے لے جانے دیا تو وہ سب ہی کچھ لوٹ کر لے جائیں گے۔ فرمایا کہ پھر وہ اس پر لڑ پڑیں گے۔ پس ہر سو میں سے ننوے مارے جائیں گے۔

تیل کی دولت کو Black Gold سے پہچانا جاتا ہے اس کو احادیث میں سونے کا پہاڑ اور عربوں کا خزانہ کے نام دیئے گئے ہیں اس خزانے کے حصول کے لئے امریکہ اور اتحادیوں نے آگ برسا کر دھنس جانے اور کپکپی طاری کرنے کا عذاب نازل کیا۔ اتحادی طیارے ۱۹۹۱ء کی جنگ میں بصرہ فوجی چھاونی اور بینکروں اور باقی عراق پر ۴۵ دن تک مسلسل وحشیانہ بمباری کر کے نہ صرف عراق بلکہ ہمسایہ ممالک کے سرحدی شہروں پر بھی لرزہ طاری کر دیتے تھے[۱۸]۔

ایک طرف اگر عراق کی قوت کے خطرے کو اتحادیوں نے تباہ کیا تو دوسری طرف اسرائیل کو تحفظ دینے کے ساتھ عراقی Black Gold کے حصول کو یقینی بنانے کے لئے امریکہ کو حرام کاری کے کتنے پاپڑ بیلنا پڑے تھے کہ صدام کو ورغلا کر کویت پر آدھمکایا اور تباہی پر مہر جواز ثبت کر کے کتاب مقدس اور سنت نبوی کی پیشین گوئیوں کو ثابت کر دکھایا۔

بائبل میں مذکور ہے: "پھر اس کے بعد ایک اور فرشتہ یہ کہتا ہوا آیا کہ گر پڑا وہ شہر بابل گر پڑا جس نے اپنی حرام کاری کی غضبناک مے تمام قوموں کو پلائی تھی"[۱۹]۔

بابل سے مراد عراق کا پرانا نام ہے اور حرام کاری کے غضبناک مے سے مراد تیل ہے جس کا چسکا تمام قوموں کو لگ گیا ہے اب کیسے ممکن ہے کہ یہ مرضعہ (دودھ پلانے والی) دودھ بند کر دے۔ اور یوں امریکی سرکردگی میں اتحادیوں نے صدام حسین کو حرام کاری کے لئے تختہ مشق بنایا اور پھر عراق میں اتحادیوں کے لئے دمادم مست قلندر کا بازار سج گیا۔ جس کی طرف بائبل نے یوں اشارہ کیا ہے: "پھر بجلیاں اور آوازیں اور گرجیں پیدا ہوئیں اور ایک ایسا بھونچال آیا کہ جب انسان پیدا ہوئے ایسا بڑا اور سخت

بھونچال کبھی نہ آیا تھا۔۔اور بڑے شہر بابل کی خدا کے ہاں یاد ہوئی تا کہ اسے اپنے سخت غضب کی مے کا جام پلائے[۲۰]۔

اتحادی طیاروں نے بصرہ پر ایسی وحشیانہ بمباری کی جس سے نہ صرف عراق بلکہ ہمسایہ ممالک پر بھی لرزہ طاری کر دیتے تھے۔ایسے زلزلوں کی پیشنگوئی حدیث سول ﷺ میں ان الفاظ میں ملتی ہے:

((إِنَّ النَّاسَ يُمَصِّرُونَ أَمْصَارًا، وَإِنَّ مِصْرًا مِنْهَا يُقَالُ لَهُ: الْبَصْرَةُ أَوِالْبُصَيْرَةُ فَإِنْ أَنْتَ مَرَرْتَ بِهَا، أَوْ دَخَلْتَهَا، فَإِيَّاكَ وَسِبَاخَهَا، وَكِلَاءَهَا، وَسُوقَهَا، وَبَابَ أُمَرَائِهَا، وَعَلَيْكَ بِضَوَاحِيهَا، فَإِنَّهُ يَكُونُ بِهَا خَسْفٌ وَقَذْفٌ وَرَجْفٌ)) [۲۱]

ترجمہ: بیشک لوگ شہروں کو آباد کریں گے اور بیشک ان میں ایک شہر ایسا ہے جسے بصرہ یا بصیرہ کہا جائے گا پس اگر تو اس کے پاس گذرے یا اس میں داخل ہو تو اس کی رطوبت والی زمین سے بچ کر رہنا اور اس کی کلا (جگہ کا نام ہے) سے اور اس کے بازاروں سے اور اس کے امراء کے دروازوں سے بچتے رہنا۔اور تمہارے اوپر لازم ہے کہ اس کے جنگلات و مضافات کا رخ کرنا اس لیے کہ وہاں زمین میں دھنسنے، پتھر برسنے، زلزلے واقع ہونے کے عذاب نازل ہوں گے۔

تیل کی اقتصادیات کے شہ رگ پر قبضہ کے لئے جو جادوگری اور حرام کاری اختیار کی گئی، اس کے نتیجے جو خون ناحق انسانوں کا کیا اس پر افسوس بھی نہ کیا۔

بائبل کا بیان ہے:

"اور جو خون اور جادو گری اور حرام کاری اور چوری انہوں نے کی تھی ان سے توبہ نہ کی"[۲۲]

اس پیشین گوئی سے حرام کا تیل چوری کرنا اور اتحادیوں کا اس سے مزے لینا واضح ہے۔ایٹمی ہتھیاروں کا بہانہ اور منصوبہ کا طشت ازبام ہونا اور ٹونی بلئیر کا یہ اقرار کہ " حملہ غلط تھا لیکن پھر بھی اتحادی حق بجانب ہیں" اس سے مراد جادوگری، حرامکاری اور چوری مراد نہیں تو اور کیا مراد ہے؟ اور اسے غلطی مان کر توبہ نہ کرنا، مراد نہیں تو اور کیا ہوگا؟۔بائبل مکاشفہ کا مزید بیان ہے:

"زمین کے بادشاہوں نے ان کے ساتھ حرام کاری کی ہے"[۲۳]

وہ حرام کاری کیوں نہ کریں گے کہ وہ تو اس مے (تیل) کی دولت کے رسیا ہو گئے اس کے بغیر ان کو اپنی موت اور صنعت کی تباہی نظر آتی ہے لہٰذا وہ ہمیشہ حرام کاری، دھوکہ بازی اور چوری سے کام لیتے رہیں گے۔ کیونکہ وہ شدید حبِ مال میں گرفتار ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ﴾ (۲۴)

ترجمہ: اور وہ مال و دولت کی محبت میں بری طرح مبتلا ہے۔

مال کی ناجائز کثرت اور محبت عیش و عشرت میں مبتلا کر دیتی ہے۔

مکاشفہ کا بیان یہ ہے:

"دنیا کے سوداگر اس کے عیش و عشرت کی دولت (سے) دولتمند ہو گئے (ہیں)" (۲۵)

تہذیب جدید کے یہ بدمست ہاتھی تیل کی دولت سے رسیا ہو کر دنیا کے خون کا کوئی احساس ہی نہیں رکھتا خواہ دس میں سے نو مریں یا سو میں سے ننانوے۔ ہزار برس پہلے ہونے والی صلیبی جنگوں کے پس پشت یورپ کے تاجروں کا مفاد تھا۔ وہ اپنے سرمایہ کے ساتھ اس جنگ میں اس لئے شریک ہوتے تھے کہ اگر مشرق میں صلیبی ریاستیں قائم ہو گئیں تو ان کو اپنی آزاد تجارت کا موقع ملے گا۔

کروسیڈ کا مصنف لکھتا ہے:

> "اٹلی کے تاجر مشرق میں اپنی تجارتی منڈی قائم کرنے کی خاطر ایسے مشرقی ساحل چاہتے تھے جہاں ان کے تجارتی بیڑے پہنچ کر مشرق کے بازاروں پر چھا جائیں۔ اس غرض سے ان تاجروں نے اپنے بحری جہاز دے کر صلیبیوں کی فوجی نقل و حرکت میں بڑی مدد پہنچائی" (۲۶)

اور یوں تجارت کے بہانے یورپی استعمار کے لئے ایسٹ انڈیا کمپنی نے راستہ ہموار کیا اور بالآخر برصغیر میں برطانوی افواج نے اپنے جھنڈے گاڑ دیئے۔ اسی طرح چین پر مشہور زمانہ افیم کی جنگیں تجارت ہی کے فروغ کے مقاصد کے لئے برپا کی گئی تھیں۔ اور دورِ جدید کا انسان جس بے چینی اور بدامنی کا شکار ہے۔ اس کی وجہ ایک مشہور روسی نژاد امریکی پروفیسر (۲۷) نے شماریات کی زبان میں امریکہ کا تجزیہ بیس سال پہلے یوں پیش کیا ہے:

☆ امریکہ میں روزانہ کوڑے میں پھینک دی جانے والی ایک لاکھ اسی ہزار ٹن قابل استعمال خوراک سے کرہ ارض کے تین چوتھائی بھوکے افراد کا پیٹ بھرا جاسکتا ہے۔

☆ ایک امریکی شہری اوسطاً روزانہ ایک سو اڑتالیس گیلن پانی استعمال کرتا ہے جبکہ دنیا بھر کی کل آبادی کے لئے تین چوتھائی اوسطاً روزانہ بائیس گیلن پانی میسر ہے۔ ۲۰۱۵ء کے بعد اقوام عالم کے درمیان نظریات، زمین، مذہب، اقتدار اعلیٰ اور دوسرے مقامات کی بجائے خوراک اور پانی پر میدان کارزار گرم ہوا کریں گے۔

☆ امریکہ کی آبادی کل دنیا کی آبادی کا ۵ فیصد ہے لیکن یہ ۵ فیصد امریکی عالمی وسائل و پیداوار کا ۵۸ فیصد استعمال کر رہے ہیں۔ اس طرح عالمی آبادی کے ۹۵ فیصد پر حق ملکیت رکھتی ہے۔

☆ امریکہ کے تین سو ارب پتی خاندانوں کے اثاثوں کی مالیت دنیا کی آدھی آبادی کے مجموعی اثاثوں کے برابر ہے جبکہ کسی نامعلوم وجہ سے ارب پتی لوگوں کی تعداد میں اضافہ اور دنیا کی آدھی آبادی کے اثاثوں میں کمی ہو رہی ہے۔ اگر موجودہ تناسب برقرار رہا تو قریب ۲۰۱۰ء میں ارب پتی خاندانوں کے اثاثے دنیا کی کل آبادی کے ۸۰ فیصد اثاثوں سے تجاوز کر جائیں گے۔

☆ ۵ فیصد امریکی عالمی تیل کی کل پیداوار کا ۲۵ فیصد استعمال کر رہے ہیں جبکہ امریکہ کے اپنے تیل کی پیداوار اس استعمال کا صرف ۴۰ فیصد ہے۔ امریکہ میں تیل کے محفوظ ذخائر کا تخمینہ ۶۷ بلین بیرل ہے جبکہ اس کی تیل کی سالانہ کھپت تین بلین بیرل ہے۔ اس تناسب سے ۲۰۰۷ء میں امریکی تیل کے کنویں خشک ہو چکے ہونگے اور امریکیوں کے لئے اپنی معیشت کا تنفس بحال رکھنے کے لئے انتہائی اقدامات کرنا ناگزیر ہوں گے ان اقدامات میں تیل کے متبادل ذرائع کا فروغ مشرق وسطیٰ میں تیل کے پیداواری ذرائع پر مشترکہ ملکیت کا دعویٰ اور عام امریکی صارف پر پٹرول کی لازمی راشننگ، کوٹہ سسٹم کا نفاذ شامل ہو سکتا ہے[۲۸]۔

اس دور اندیش خاتون نے جو تجزیہ کیا تھا آج کل گلوبل کے حوادث اور خون خرابہ تیل اور دیگر وسائل کے لئے ہیں جس سے امریکی تہذیب اور ٹیکنالوجی کا تنفس بحال ہے۔ بہر حال امریکی تنفس کی بحالی ضروری ہے خواہ تیل سے ہو یا انسانی خون سے۔ یہ تیل ہی ہے جس نے عراق کے لئے تباہی کا سامان کیا، یہاں کے ذخائر ۱۱۲ء۵ ارب بیرل تو معلوم ہیں لیکن یہ مقدار ۱۲۰۰ ارب بیرل بھی ہو سکتی ہے۔ عراقی پٹرول نکالنے پر دنیا میں سب سے کم اخراجات اٹھتے ہیں یعنی صرف ڈیڑھ ڈالر (فی بیرل) [۲۹]۔

یہ وہ معاشی جنگ ہے جس کے لئے استعماری طاقتیں مشرقی ممالک کو تختہ مشق بنا رہے ہیں ترکی کا اسلامی تشخص ختم کر دیا لیکن آج تک یورپی یونین کی رکنیت کے قریب نہ ہونے دیا اور ۱۹۰۰ء سے شروع ہونے والا ترکی بحران آج ۲۰۱۳ء تک چلتا آرہا ہے۔ پاکستان جو ایک ایٹمی ملک بن چکا ہے اس کی مزید ترقی اور خوشحالی سے روکھنے کے لئے ایک طرف ٹارگٹ کلنگ، ڈرون حملوں اور طالبان کی تخلیق کے ذریعے فسادات تو دوسری طرف بھارت اسرائیل گٹھ جوڑ اور امریکی تعاون سے لاتعداد ڈیم بنا رہا ہے تاکہ پاکستان کو پانی سے محروم کیا جائے اور ساتھ افغانستان کو بھی دریائے کابل پر ۱۲ ڈیم بنانے پر اکسا رہا ہے تاکہ پاکستان کے ۱۸ کروڑ عوام کو پانی کی نعمت سے محروم کرے۔ پیداوار اور صنعت و بجلی کے لئے تڑپادے۔ تیسری طرف عالمی طاقتیں خاص کر امریکہ اور IMF اور WB شرح سود میں اضافہ کے ساتھ ساتھ دوسرے اعتراضات اور رکاوٹیں کھڑی کر رہے ہیں۔

مسلم اکثریت کے ملک ہونے کے باوجود بیرونی مداخلت کا شکار ہے۔ اس کی پٹرول عالمی ادارے اور مغربی حکومتیں دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہی ہیں۔ عالمی بینک مختلف ممالک کو عالمی منڈی کے بھاؤ پر فروکت کے چاڈ کو محض ساڑھے بارہ فیصد رائلٹی دیتا ہے جو صریح ظلم ہے۔ اسی طرح مصر نے جب ۱۹۵۶ء میں دریائے نیل پر بنے ہوئے اخوان ڈیم کو اپنی خوشحالی اور ترقی کے لئے بلند اور بہتر کرنا چاہا تو اسرائیل سے یہ رہا نہ گیا اور جب روس نے دوسرے ممالک کے مقابلے میں کم شرح سود ۲ فیصد پر قرض دیا تو مشرق وسطیٰ کے حالات کشیدہ ہو گئے اور فرانس، برطانیہ اور اسرائیل نے مصر پر حملہ کر دیا[۳۰]۔

جان پرکنز نے صحیح کہا ہے کہ "جب یہ اقتصادی غارتگر اپنے منصوبوں میں ناکام ہو کر ناامید ہو جاتے ہیں تو پھر نوجوان مردوں اور عورتوں کو ریگستان میں مارنے اور مرنے کے لئے بھیج دیا جاتا ہے اور جب مخالف ملک ان کے ہاتھوں ملبے کے ڈھیر میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور باقی ماندہ لوگوں کو قابو

کر لیتے ہیں تو تعمیر نو کے بہانے ان کو بھاری بھاری قرضوں اور دیگر جالوں میں پھنسا دیتے ہیں اور ان کے ٹھیکے لیکر گلوبل ایمپائر کے پاوں تلے ان کو روند دیا جاتا ہے، جیسا کہ عراق کے ساتھ ہو رہا ہے۔ تباہی کے بعد تعمیر نو کے اربوں ڈالر کے ٹھیکے بیچٹل(Bechtel) اور ڈک چینی(نائب صدر امریکہ) کی کمپنی ہائی برٹن جیسے امریکی کمپنیوں کو مل چکے ہیں" (۳۱)۔

جان پرکنز کی زبان میں گلوبل ایمپائر کی طرف پیش قدمی کا بھید کھلنے لگا ہے۔ یہ قرضے دھوکے، غلامی اور استحصال کی اس اندوہناک داستان کی کوئی تفصیل ہے نہ اس کی کوئی حقیقت۔ بس دنیا بھر میں لوگوں کے دلوں، ذہنوں، روحوں اور وسائل پر کھلم کھلا قبضہ جمانے کی مذموم ترین کاروائیاں اور کوشش ہے۔

ایک امریکی سکالر Mr. Joseph S. Nye نے سچ کہا ہے کہ

"امریکہ کی معیشت اور فوج ایک متشدد طاقت Hard Power میں تبدیل ہو چکی ہے"(۳۲)

سیاسی اسباب:

عربی زبان کا لفظ سیاست، انگریزی زبان کے لفظ Politics سے بہت وسیع مفہوم رکھتا ہے جو محض شہری و ملکی سیاست کے لئے بولا جاتا ہے جو فرانسیسی زبان poles سے ماخوذ ہے(۳۳)۔

اسلام کی نظر میں "سیاست" ایک مقدس فریضہ اور اس کا مقصد عوام کی حالت کو سنوارنا اور اصلاح کرنا ہے۔ سیاست وہ تدبیر ہے جس سے وسائل زندگی میں تنظیم و ترتیب اور تہذیب پیدا کیا جاسکے اور افراد معاشرہ کے درمیان باہمی محبت، انس اور اتحاد و تعاون پیدا کیا جائے اور طبقاتی، لسانی، گروہی اور علاقائی و مذہبی منافرت و کشمکش پر قابو پایا جائے۔ ابن خلدون کے الفاظ میں سیاست اور حکومت مخلوق کی نگہداشت اور ان کے مفاد کی حفاظت و ضمانت کا نام ہے۔ یہ سیاست خدا کی نیابت ہے، اس کے بندوں پر اسی کے احکام نافذ کرنے کا نام ہے(۳۴)۔ جس کو سمجھانے کے لئے اللہ نے پیغمبروں کو بھیجا۔

آقائے دوجہاں ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَتْ تَسُوسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَ نَبِيٌّ، وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي، إِنَّهُ سَيَكُونُ خُلَفَاءُ فَتَكْثُرُ " قَالُوا: فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ"

فُوا بِبَيْعَةِ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ، وَأَعْطُوهُمْ حَقَّهُمُ الَّذِي جَعَلَ اللهُ لَهُمْ، فَإِنَّ اللهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ))[۳۵]

ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا بنی اسرائیل کی سیاست ان کے انبیاء کرتے تھے جب کوئی نبی وفات پا جاتا تو اس کا خلیفہ ونائب نبی ہوتا تھا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور عنقریب میرے بعد خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کیا حکم دیتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا جس کے ہاتھ پر پہلے بیعت کرلو اسے پورا کرو اور احکام کا حق ان کو ادا کرو بے شک اللہ ان سے ان کی رعایا کے بارے میں سوال کرنے والا ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے سیاسی افکار کا خلاصہ یہ ہے:

سیاست وہ فن اور حکمت ہے جس کا موضوع فرائض حکومت اور ریاست کا نظم ونسق ہے اور جس کی غرض وغایت مصالح کی حفاظت کرنا اور شہریوں کے باہمی ربط وتعلق کو قاعدے اور قانون کے ذریعے کنٹرول کرنا ہے[۳۶]۔ اور اس بات پر سارے علمائے سیاست (مسلم وغیر مسلم) متفق نظر آتے ہیں کہ سیاست حکومت، اداروں اور افراد معاشرہ کی اصلاح وتہذیب اور تربیت وتنظیم کے علم کا نام ہے۔ لیکن آج امن عالم کی تباہی، عالمی استحصال اور ظالمانہ قبضوں کی قوی اسباب میں سے ایک سبب سیاستِ جمہور اور ناجائز مداخلت ہے۔

پرانے سیاسی غارتگروں کی نئے شکل میں عالمی سیاست کے حوالے صدر بش کی صدارتی تقریر میں دل کی بات زبان پر آہی گئی اور آزادی (Freedom) کو آگ (Fire) سے تشبیہ دی ہے۔ A Fire in the mind of men اور یہاں تک کہہ دیا ہے کہ "آزادی کی جنگ دنیا کے تاریک ترین گوشوں تک پہنچانا" اس کا مشن ہے۔ درحقیقت یہ آزادی نہیں، آزادی کے نام پر دنیا کو آگ اور جنگ کے شعلوں میں دھکیلنے کا خونی کھیل ہے[۳۷]۔

اس ظالمانہ سیاسی رویے کا اظہار صدر بش کے ایک مشیر نے ان الفاظ کیا ہے:

"اب ہم ایک سلطنت ہیں جب ہم کوئی اقدام کرتے ہیں تو ہم اپنے لئے حقائق خود تخلیق کرتے ہیں اور جس وقت آپ اس حقیقت کا مطالعہ کر رہے ہوتے ہیں ہم دوبارہ اقدام

کرتے ہیں، جس سے نئی حقیقتیں تخلیق پاتی ہیں۔ہم تاریخ ساز ہیں،اب آپ کا اور آپ سب کا کام محض یہ رہ جائیگا کہ ہم جو کرتے ہیں،اس کو آپ پڑھتے (اور دیکھتے) رہیں"[۳۸]

۹/۱۱ کے تناظر میں امریکہ میں پاکستانی سفیر سیدہ عابدہ حسین نے اپنے ایٹمی حق کا دفاع کرتے ہوئے کولن پاول سے کہا تھا "جنرل صاحب!ہمارے پاس تو ایک دو ہی فٹ بال ہیں، آپ کے پاس تو ہزاروں بم ہیں"تو جنرل کولن پاول نے رعونت سے یہ جواب دیا "Madam! We are America" محترمہ ہم امریکہ ہیں"[۳۹]۔

سیاسی مداخلت کے اس تناظر میں بش کا"عظیم تر مشرق وسطیٰ" (Greater East Initiative) کا منصوبہ پاکستان سے مراکش تک پھیلے ہوئے اسلامی ملکوں پر مشتمل ہے۔اس منصوبے کا مطلب اس خطے میں مغربی طرز جمہوریت پر مشتمل لادین حکومتوں کا قیام ہے[۴۰]۔سیاسی اغراض کے پیشِ نظر بش اور اس کے اتحادی ۲۰۰۳ء میں ایک لاکھ سے زائد فوج کے ساتھ عراق پر آدھمکے اورامریکی زیر سایہ ایک نیم جمہوری حکومت قائم کی۔امریکی نائب صدر ڈک چینی نے اس جنگ میں شیطان کا کردار ادا کیاہے جس نے عراق پر ۹/۱۱ سے پہلے حملہ کرنے کا مشورہ دیا تھا تاکہ تیل کے ذخائر پر غلبہ حاصل کیا جا سکے۔یہودیوں اور مذہبی عیسائیوں نے اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ ظہور کے حوالے سے بائبل کا حکم ٹھہرایااوریوں یہ ان کے لئے ایک مذہبی فریضہ بن گیا۔

اپنے نظریے کی وضاحت کرتے ہوئے صدر بش نے کہا:

"مجھے خدانے کہاہے کہ میں القاعدہ (افغانستان) پر حملہ کردوں تومیں نے کردیا، پھر خدانے مجھے کہاکہ صدام (عراق) پر حملہ کروتومیں نے وہ بھی کردیا[۴۱]۔

اسی سیاسی ظلم وزیادتی کی شکایت کرتے ہوئے ۲۰۰۴ء میں افغان پلاننگ منسٹرنے مشورہ دیاتھا کہ تقریباً دوہزار NGO's کے دفاتر بند کردیئے جائیں گے کیونکہ وہ ملکی قوانین کی خلاف ورزیوں میں مصروف ہیں[۴۲]۔

عالمی تجزیہ نگاروں کی رپورٹوں اور تجزیوں کی روشنی میں یہ بات بھی طشت ازبام ہوچکی تھی کہ ٹوئن ٹاورزنہ توجہازوں کے ٹکرانے سے گرے ہیں اورنہ عراق میں تباہی والا ہتھیار تھا۔یہ محض کاروائی کی شروعات کے لئے بہانے تھے،امریکہ پہلے ہی سے بہرصورت افغانستان وعراق پر حملہ کے لئے تیار تھا۔

ورنہ مختلف تحقیقاتی کمیٹیاں بنائی گئیں، رپورٹیں آتی گئیں لیکن یہ رپورٹیں تباہی پھیلانے والوں کے لئے سدراہ ثابت نہیں ہوئیں۔ان ہی حقائق کی بنیاد پر بعض برطانوی ارکان رابن کک اور مسز کلئیر شارٹ کابینہ سے مستعفی بھی ہوئے تھے (۴۳)۔

سماجی اسباب:

عالمی امن اور خوشحالی اور بین المذاہب ہم آہنگی اور رواداری سے سماجی معاملات کا بہت گہرا تعلق ہے۔کسی بھی قوم کے سماجیات میں دخل دینااور اس میں بگاڑ پیدا کرنا فساد برپاکرنے کے مترادف ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری شریعت میں اس کے لئے انتہائی سنگین عذاب کی دھمکی دی ہے۔

فرمان باری ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحِبُّوۡنَ اَنۡ تَشِیۡعَ الۡفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ۙ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ ؕ وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ وَ اَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ﴾ (۴۴)

ترجمہ: جولوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے گروہ میں فحش پھیلے وہ دنیا اور آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے ایک اچھے معاشرے کے لئے خاندان اور فرد کی اصلاح پر بہت زور دیا ہے معاشرے کے لئے بنیادی اکائی خاندان ہے اور اسلام نے اس خاندان کے نقطہ آغاز کو نکاح کے ایک پروقار اور اخلاقی بندھن سے کرناضروری قرار دیا ہے اس پر گواہ لانا بھی لازم قرار دیا ہے۔اسی طرح میاں بیوی اور بچوں کے حقوق مقرر کئے ہیں خواہ مذہبی وروحانی ہوں یا معاشی، قانونی اور سماجی ہو۔مرد کے لئے دیندار عورت ایک نعمت قراردی گئی ہے اور بنیادی ضروری علم حاصل کرنامرد وعورت دونوں کے لئے اسلام میں ناگزیر ہے تاکہ علمی اور اخلاقی بنیاد پر استوار ایک مضبوط خاندان اور اسی طرح ایک صالح معاشرہ وجود میں آئے لیکن مغرب معاشرتی گلوبلائزیشن کی تشکیل کے لئے خاندان کے جزو "عورت" کا سہارالیا اور اس کو استعمال کرکے "خاندان" اور اس کے تحت آنے والی تمام اخلاقی قدریں پامال کرنے کی کوشش میں لگاہوا ہے، تاکہ اسلام نے جو مضبوط قلعہ تعمیر کیا ہے، عورت کے مظلومیت کے

دروازے سے داخل ہو کر منہدم کر دیا جائے۔ اس سلسلے میں ایک فرانسیسی ماہرہ سماجیات حکومتِ فرانس کو الجزائز کے حوالے سے یہ مشورہ دیتی ہے:

"اگر تم "الجزائر کو ختم کرنا چاہتے ہو، تو عورت ہی ایک راستہ ہے، جو اسلامی اقدار کی محافظ ہے اگر تم اس کو اسلام سے دور کرنے میں کامیاب ہو گئے تو سمجھ لو کہ تم نے اپنے مقاصد حاصل کر لئے" [۴۵]۔

آج پوری دنیا میں اقوام متحدہ اور دیگر بڑے بڑے اداروں کی مدد سے خواتین تنظیمیں اس لئے بنی ہیں تاکہ صنف نازک کو ابن آدم کی غلامی سے آزادی دلائے۔ کتنا خوبصورت پروگرام ہے کہ جس کے بہانے اسلامی ممالک میں زناکاری کے لئے راستہ ہموار کیا جارہا ہے جو کسی بھی مذہب میں قابل مؤاخذہ جرم ہے لیکن تہذیب جدید کے دعویداروں اور ملحدین کی بھرپور کوشش ہے کہ مذہبی سماجی قوانین میں ضروری ترمیم کرکے عورت کی آزادی کے بہانے اس رستے بستے خوشحال خاندان کو برباد کردے۔ اور اب تک کے حقائق اس کی تائید کررہے ہیں۔ للہذا کبھی قاہرہ کانفرنس تو کبھی بیجنگ خواتین کانفرنس [۴۶] کا انعقاد کرکے مرد اور عورت کے آپس میں بداعتمادی پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی جارہی ہے۔ جبکہ اسلام نے مرد اور عورت کو ایک دوسرے کے لئے بمنزلہ پوشاک قرار دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ﴾ [۴۷]

ترجمہ: وہ (عورتیں) تمہارے لئے لباس ہیں اور تم (مرد) ان کے لئے لباس۔

اسی طرح میاں بیوی کو ایک دوسرے کے لئے محبت اور رحمت قرار دیا ہے۔ فرمایا:

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾ [۴۸]

ترجمہ: اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔ یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور وفکر کرتے ہیں۔

عورت مرد کے لئے باعث عداوت و بداعتمادی کا نہیں، بلکہ اسے رحمت اور سکون کے لئے اللہ نے تخلیق کیا ہے؛ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا﴾ (۴۹)

ترجمہ: وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی کی جنس سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس کے پاس سکون حاصل کرے

لیکن افسوس! دنیا میں بالعموم اور بلاد اسلامیہ میں بالخصوص خواتین کے حقوق کے نام سے نام نہاد قائم NGOs سالانہ اربوں ڈالر اس نام سے ہڑپ کرکے جھوٹ موٹ اور فساد برپا کرنے کے مصنوعی سالانہ جائزہ رپورٹیں اقوام متحدہ کو پیش کرتی ہیں تاکہ نمک حرامی کے لقب سے بچ جائیں۔ عورت کی نسوانیت اور معصومیت داؤ پر لگی ہوئی ہے اور لادین ممالک میں مشکل سے ہی کوئی کنواری عورت یا لڑکی مل پاتی ہے۔ مختلف جائزوں اور رپورٹوں میں عورت کی جنسی زبوں حالی کا جو نقشہ پیش کیا گیا ہے وہ ناقابلِ بیان ہے۔

جان ایل اسپازیٹو کے مطابق مغربی دنیا کا یہ پروپیگنڈا کہ اسلامی معاشرہ میں عورتیں مظلوم اور مجبور ہیں، حقیقت اس کے برعکس ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ماڈرن عورت معاشرہ کے لئے مسئلہ بنی ہوئی ہے عفت وحیا سے عاری مغربی خواتین نے عائلی نظام کو درہم برہم کردیا ہے۔ تہذیب مغرب کی وجہ سے مردوں اور عورتوں کی مفروضہ مساوات اور اختلاط کی وجہ سے کروڑوں گھرانے ٹوٹ چکے ہیں جہاں لاکھوں بچوں نے دردناک بدسلوکی اور مادری پدری شفقت سے محرومی کے سوا کچھ نہیں دیکھا (۵۰)۔ جبکہ نیوز ویک کی ایک رپورٹ کے مطابق امریکہ میں ہر سال تیس یا چالیس لاکھ عورتوں پر جسمانی تشدد ہوتا ہے۔ ہر اٹھارہ سیکنڈ کے بعد ایک عورت پر جسمانی تشدد کیا جاتا ہے۔ امریکہ میں مقیم ہر چار عورتوں میں سے تین کم از کم ایک مرتبہ پُر تشدد جرم کا نشانہ بنتی ہے۔ اور لکھا ہے کہ اگر عورت کی عزت وناموس کو بچانا ہے تو حضور ﷺ کے عائلی نظام کو لاگو کرنا ہوگا (۵۱)۔

عورت کا ہر طرح سے استحصال کیا جارہا ہے، دفتروں میں خدمت لینا ہو یا ائیر ہوسٹس کی خدمات ہوں، سیل گرل پیشہ ہو یا سر بازار نچوانا اور اشتہار بازی ہو، الغرض عورت ہر مقام پر رسوا کی جارہی ہے۔ جو عزت واحترام اس کو شریعت انبیاء میں دیا گیا ہے وہ تہذیب جدید میں مکمل پامال کیا جا رہا

ہے۔ فحاشی و عریانی اور چکلوں اور قحبہ خانوں میں اس کا ناموس کو تار تار کیا جا رہا ہے۔ لیکن اس کے باوجود مسلمانوں سے ایسے مطالبات کئے جارہے ہیں، جو ان کے دین واخلاق اور فطرت کے منافی ہیں۔ اور امن وسکون اور رواداری میں موانع کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مسلم ممالک میں Homosexuality (مرد کے مرد سے جنسی تعلقات) اور Lesbianism (عورت کی عورت سے تسکین) کو رواج دینے کا مطالبہ امن عالم اور امن وسلامتی کے لئے باعث خطرہ ہے۔ تاحال غیر مسلم معاشروں میں بھی ہم جنس پرستی کا مسئلہ حل نہیں ہوا ہے لیکن اس کے باوجود اسلامی ممالک میں اس قسم کے قرآن وسنت سے متصادم قوانین کے اجراء کا مطالبے باعث تصادم اور رواداری اور امن وسلامتی کے راستے میں زہر قاتل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اہل مغرب نے اسلام کے نظام معاشرت کی جس پہلو پر سب سے زیادہ تنقید کی ہے وہ مسلم خواتین کا حجاب ہے کیونکہ بے پردگی ہر قسم کی بے حیائی، بدکاری، عریانی اور فحاشی کا سب سے پہلا دروازہ ہے۔ اس لئے قرآن حکیم نے پردے کی سخت تاکید کی ہے اور اہل ایمان کے بیچ فحاشی وعریانی پھیلانے والوں کو سخت دھمکی دی ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ غربی دنیا جس قدر خواتین کے پردے کو نشانہ بناتی ہے اتنی ہی تیزی سے مغربی دنیا میں اسلام پھیل رہا ہے اور آزادی کے اس دور میں ٹونی بلئیر کی سالی (۵۲) کی طرح لاکھوں خواتین اسلام قبول کرتی ہیں اور پردہ اختیار کررہی ہیں۔ فرانس میں مسلم خواتین کے حلقہ تبلیغ سے متاثر ہو کر ایک دن سونو مسلم خواتین نے برقعے سلوائے اور شرعی پردہ اختیار کرلیا (۵۳)۔

فلوریڈا انٹرنیشنل یونیورسٹی میں پڑھنے والی ماٹو نے کہا:

"جب میں نے اسلام قبول کیا تو ایسے لگا جیسے پوری دنیا میں میں واحد لاطینی امریکی مسلمان لڑکی ہوں لیکن مجھے حیرت ہوئی جب میرے ارد گرد ایک ہجوم ایسی خواتین کا جمع ہو گیا جو اسلام کے حلقے میں شامل ہو چکی ہیں" (۵۴)

امریکہ میں مسلمان ہونے والے لوگوں کی ایک الگ داستان ہے، ان کے سوالوں کا جواب انہیں امریکی کلچر میں ملا اور نہ اپنے ماں باپ کی طرف سے، کہتے ہیں ہمارا خاندانی نظام کس نے تباہ کیا؟ ہمارے ہاں شرافت اور پاکیزگی کا جنازہ کس نے نکالا؟ ہم میں جرم وگناہ کی آبیاری کس نے کی؟ ہمیں مردوں کے ہاتھوں میں کھلونا بنا کر، بغیر شادی کے بچے پیدا کرنے، باربار ساتھی بدلنے اور آخر میں

کلبوں میں رقص کر کے زندگی بسر کرنے پر کس نے مجبور کیا؟ یہ لوگ خصوصاً عورتیں کہتی ہیں کہ جب ہم اپنے پادریوں، ماں باپ اور بڑوں سے کہتیں کہ یہ سب تو اس تہذیب نے کیا ہے جس کے تم گن گاتے ہو تو ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا۔ پادری کہتا ہے: یہ تو حکومت کا مسئلہ ہے۔ ماں باپ کہتے ہیں: معاشرتی ترقی میں یہ سب ہوتا ہے۔ اور جب اسلام قبول کرتے ہیں تو طعنہ دیا جاتا ہے کہ تم ہسپانوی لاطینی امریکی کلچر سے بغاوت کر رہے ہو(۵۵)۔

یہ ہے حقیقت، تحریکِ حقوقِ نسواں وآزادیٔ نسواں کی۔ جس کو ایک برطانوی مصنفہ Melanie Phillips نے اپنے ایک مضمون Feminized Britain and the Neutered male "نسوانیت زدہ برطانیہ اور مردانگی سے محروم مرد" میں ان الفاظ سے بیان کیا ہے:

"آزادیٔ نسواں کا تصور نیا نہیں لیکن اب اس کے ساتھ جو ایک نیا تصور ابھارا گیا ہے وہ مرد کی خدمت ہے۔ جدید مغربی معاشرے کا سب سے بڑا مسئلہ نوع انسانی کا مذکر ہے۔ انہیں کام اور پیشے کی پروا نہیں، بے روزگار، بے کار اور لڑکیوں اور عورتوں سے چالاکی میں فزوں، یہ نوجوان، لڑکے اور مرد اپنے فطری رجحان یعنی عصمت دری اور غارتگری میں ہر جگہ مصروف نظر آتے ہیں۔ سکول سے نکلتے ہی وہ شراب اور منشیات میں اور دوسرے جرائم میں مشغول اور "گرل فرینڈز" کو قطار اندر قطار اولاد کی نعمت سے بہرہ ور کرتے ہوئے پائے جاتے ہیں............"

مصنفہ نوجوانوں کو نصیحت کر کے کہتی ہے:

"اینڈی برن کے رویے سے گریز کریں، جس نے پندرہ سالوں میں بے قید نکاح سے نو کمسن لڑکیوں سے نو بچے پیدا کر لئے، جن کی اس پر ذمہ داری نہیں، کیوں کہ اس کا بوجھ تو حکومت اٹھاتی ہے۔ اب وہ اکتیس سال کا ہے اور کہتا ہے کہ میں صرف بچے پیدا کرنے ہی کے کام آسکتا ہوں اور کوئی بھی کام مجھ سے ہو نہیں سکتا"(۵۶)

آگے یہی مصنفہ کہتی ہے:

"اب انگلستان میں نصف حمل شادی کے بغیر ہی قرار پاتے ہیں۔ خواتین میں آزادی کی یہ لہر کم سن لڑکیوں کو بھی اپنی آغوش میں لے چکی ہے۔ صرف انگلستان میں ہر سال نوے ہزار نوبالغ لڑکیاں (Teenagers) حاملہ ہوتی ہیں اور ۵۶ ہزار بچے پیدا کرتی ہیں"(۵۷)

جب لورین بوتھ مسلمان ہوئی تو مغربی پریس نے اس کے بارے میں بہت کچھ لکھا، تب اس نے کہا:

> " اپنے معاشرے پر نظر ڈالو اور دیکھو کہ تم عورتوں کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہو۔ صرف برطانیہ میں اوسطاً ہر ہفتے دو خواتین شوہروں اور ساتھیوں کے ہاتھوں قتل ہو جاتی ہیں۔ یہ مسلمان تو نہیں کر رہے ہیں بلکہ مغربی معاشرہ ہے جس نے اس کی اجازت دے رکھی ہے۔ ساری دنیا میں عورتوں کے ساتھ زیادتی کے مقدمات میں سب سے کم سزائیں یورپ دے رہا ہے۔ کیا ہم اس بارے میں غور کر سکتے ہیں؟ کیا ہمیں عورتوں کے ساتھ اس زیادتی پر بھی غصہ آتا ہے؟" (۵۸)

یہ اعتراف اسلام کے دین فطرت ہونے کا اظہار ہے اور فطرت سے بغاوت کر کے مغرب اپنے معاشرے کی طرح مسلمان معاشرہ اور خاندان تباہ کرنا چاہتا ہے۔ بیجنگ کانفرنس کے پروگرام کا خلاصہ یہ تھا کہ: ننھی معصوم بچیوں کو صغر سنی ہی سے جنسی تعلیم دی جائے، محفوظ شہوت رانی کی اجازت ہو، حمل یا اسقاط حمل کا اختیار ہو، اولادِ زنا کی پرورش مملکت سر انجام دے اور ہم جنس پرست مردوں اور عورتوں کو اس فعل بد کی کھلی چھوٹ دی جائے (۵۹)۔ لیکن چند سال نہیں ہوئے کہ اب خود حکومتِ چین تعلیمی اداروں میں لڑکوں لڑکیوں کی علیحدگی اور ایک دوسرے سے دور رکھنے کے لئے سوچ رہی ہے، کیوں کہ دونوں جنسوں کی اختلاط سے تعلیمی حرج ہو رہا ہے۔ لیکن ان حقائق کے باوجود حقوق نسواں اور آزادیٔ نسواں کے پس پردہ اسلامی سماجیات اور اجتماعیت کو براہ راست نشانہ تضحیک بنانا سمجھ سے بالاتر اور اسلام کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا کرنا قرینِ انصاف نہیں ہے۔ اسلام کو بدنام کرنا اظہار رائے کی آزادی کے دعوؤں پر تھوکنے کے مترادف ہے۔ اسلام ایک فطری نظام ہے جو انسانی ضرورتوں سے ہم آہنگ ہے۔ جس نے لورین بوتھ اور عفیفہ (۶۰) جیسی لاکھوں خواتین کو یہ موقع دیا ہے کہ وہ اسلام قبول کر لیں جو مغرب کے لئے اصل خطرہ ہے۔ تہذیبِ جدید عورت کے حقوق اور ذات سے کسی دلچسپی کی بنیاد پر حقوق نسواں کی تحریک نہیں چلا رہی ہے۔

اجتماعی اسباب:

آج مغربی مفکرین اس بات کا برملا اظہار کر رہے ہیں کہ اسلام ایک تصور ہے، جو ایک مربوط لیکن مختلف سیاسی، معاشرتی اور مذہبی اجتماعیت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے اور اس نے مختلف خطوں اور ادوار میں، مقامی، جغرافیائی، سماجی اور سیاسی قوتوں سے اثر پذیر ہو کر مختلف خصوصیات کا اظہار کیا ہے لیکن ان میں سے ہر ایک نے آسانی سے قابل شناخت اسلامی رنگ برقرار رکھا۔

ولفرڈ کانٹویل اسمتھ لکھتا ہے:

"مسلمانوں کی کامیابی ان کے مذہب کی داخلی کامیابی ہے وہ صرف میدان جنگ میں فاتح نہیں ہوتے اور انہوں نے زندگی کے مختلف شعبوں پر ہی اثر نہیں ڈالا بلکہ مقابلۃً مختصر عرصہ میں انہوں نے زندگی کو ایک ایسی مجموعی شکل دینے میں کامیابی حاصل کی جسے تمدن کہتے ہیں۔ اسلامی تہذیب کی تشکیل میں مختلف عوامل جیسے عرب، یونان، شرق اوسط کی سامی تہذیب، ساسانی ایران اور ہندوستانی عناصر نے حصہ لیا۔ مسلمانوں کا کارنامہ یہ تھا کہ انہوں نے ان سب عناصر کو ایک ہم جنس طریقہ زندگی میں متحد کر دیا اور اسے مزید ترقی دی، یہ اسلام تھا جس نے اس کی تکمیل کی اور اسے باقی رکھنے کی قوت فراہم کی، زندگی کے ہر رخ کو اس نے اسلامی شکل دی خواہ اس کی ترکیب عناصر کی، کچھ بھی رہی ہو۔ اسلامی طرز زندگی نے معاشرہ کو وحدت و قوت عطا کی، متحد رکھنے والی اس قوت میں مذہبی قانون کو مرکزی مقام حاصل تھا جس نے اپنی طاقت اور متعین دہارے کے ذریعے رسوم وعبادات سے لیکر ملکیت تک ہر چیز کو منضبط کر دیا شرعی قانون نے اسلامی معاشرہ کو قرطبہ سے ملتان تک وحدت عطا کی۔ اس نے مسلم افراد کو بھی وحدت عطا کی اور اس کی زندگی کے سبھی اعمال کو ملکوتی رنگ دیکر بامعنی بنادیا، معاشرہ کو تسلسل دے کر اس نے زمانہ کو بھی وحدت بخشی، سلاطین کا سلسلہ آتا اور جاتا رہا ہے لیکن ان کی حیثیت ربانی احکام کے مطابق کرۂ ارضی پر عمرانی زندگی کی تشکیل کی مسلسل کوشش میں محض ضمنی رہی"[٦١]

اسلام کی حقانیت اور اثرانگیزی صرف لورین بوتھ اور یو آنے رڈلے[٦٢] تک محدود نہیں بلکہ دنیا کے مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والی بے شمار خواتین کے تاثرات یہ ہیں کہ اسلام واحد دین ہے جس میں انسان کے لئے اطمینان اور عزم موجود ہیں۔

مسعودہ سٹین برطانیہ سے تعلق رکھتی ہے، اس کا کہنا ہے:

"در حقیقت دنیا کے کسی بھی مذہب میں انسان کے لئے وہ اطمینان، وہ عزم اور وہ لافانی اقدار موجود نہیں جو اسلام فراہم کرتا ہے اور نہ ہی زندگی بعد موت کا اس سے زیادہ جامع اور بہترین تصور کسی مذہب کے پاس ہے جو اسلام کے پاس ہے"(٦٣)

لاطینی امریکہ کے باشندے سب سے زیادہ اپنے کیتھولک مذہب سے وابستہ ہونے میں معروف ہیں جو گلے میں صلیب لٹکائے نظر آتے تھے لیکن ١١/٩ کے بعد ہر امریکن اخبار چیخ رہا ہے کہ ان لاطینیوں کو کیا ہو گیا کہ جوق در جوق اسلام قبول کر رہے ہیں۔ ان ہزاروں لوگوں میں سے جنہوں نے اسلام قبول کیا ہے خواتین کی اکثریت ہے اور ہر عمر کی عورتیں اس میں شامل ہیں۔ اسلام سے وابستگی اور اسلامی بیداری کا یہ خطرہ محسوس کرتے ہوئے سابق صدر امریکہ رچرڈ نکسن نے کہا:

"اسلامی بیداری نہ صرف مغرب بلکہ روس کے لئے بھی شدید خطرہ ہے لہٰذا دونوں طاقتیں مل کر اس خطرے کا مقابلہ کرنے کے لئے سوچیں تاکہ بیلنس آف پاور ہمارے حق میں رہے۔۔۔ مسلمانوں کی خبر لو تاکہ ان میں اسلامی انقلاب کی جو جڑ پکڑ رہی ہے اس کا علاج ہو تاکہ آئندہ چل کر یہ دونوں بڑی طاقتوں کے لئے پریشانی کا سبب نہ بنے"(٦٤)

اور جب اٹلی کے وزیر خارجہ سے دریافت کیا گیا کہ وارسا پیکٹ کے بعد نیٹو کو باقی رکھنے کا جواز ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ "مستقبل میں اسلامی قوتوں کے ابھرنے کا شدید خطرہ ہے اس لئے اس کو باقی رکھنا ضروری ہے"(٦٥)۔ اسی طرح ١٩٩٠ء میں سکاٹ لینڈ میں نیٹو کے وزرائے خارجہ کے اجلاس میں سابقہ برطانوی وزیر اعظم مارگریٹ تھیچر نے "وارسا پیکٹ کے بعد نیٹو کی بقاء اور عدم بقاء" کی بحث سے نیٹو کی توجہ ہٹاتے ہوئے کہا "دنیا سلگتے ہوئے خطوں مثلاً مشرق وسطیٰ میں موجود خطرات سے کامیابی سے نمٹنے کے لئے نیٹو کو اپنی توجہ مرکوز کر کے خود کو مضبوط کرنا چاہئے۔۔۔ بلکہ نیوٹو افواج کو یورپ اور بحیرہ اوقیانوس سے باہر استعمال کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے کیونکہ سرد جنگ ختم ہونے کے بعد دوسری قسم کے خطرات جو کہ اسلامی جارحیت (Islamic Militancy) اور (Non-State Actors) سے اور مختلف علاقوں سے اٹھ سکتے ہیں، ان سے نپٹنا یورپ اور انکی تہذیب کی بقا کے لئے بہت ضروری ہے"(٦٦)۔

جبکہ نیٹو (North Atlantic Organization - established in 1949) کے ایک سیکرٹری جنرل بیوئر سولا، نے اس وقت یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ "اگرچہ اب کمیونسٹ خطرہ ٹل چکا ہے لیکن اس اتحاد کو چاہئے کہ اب اسلام کے خطرے کے آگے اپنے آپ کو تیار رکھے"(٦٧)۔

سرد جنگ کے بعد یوگوسلاویہ اور کوسووا کے مسئلے میں امریکہ نے سب ٹھکانوں پر نیٹو کے حملوں کا یہ جواز پیش کیا تھا کہ یہ حملے یورپ تک جنگ کے اثرات روکنے کے لئے کئے گئے ہیں لیکن ان حملوں کے بعد سرب فوج نے کوسووا پر مزید حملے اور مسلمانوں پر مظالم کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ امریکہ نے مکمل طور پر اقوام متحدہ کے بغیر اس جنگ کو لڑنے کا فیصلہ کیا تھا اور بلا شرکت غیرے نیٹو کے استعمال کی راہ اختیار کی تھی جس میں فرانس بھی شامل تھا(٦٨)۔

اس صورتحال کو سامنے رکھتے ہوئے بین الاقوامی ماہرین کے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ "جب اقوام متحدہ جیسا ایک وسیع ادارہ موجود ہے تو پھر نیٹو تنظیم کی کیا ضرورت باقی ہے؟" (٦٩)۔ نیٹو کو باقی رکھنا فرانسیسی شاہ لوئیس نہم کی وصیت سمجھ لیجئے جب دار ابن لقمان منصورہ سے مسلمانوں کی قید سے رہا ہوا تو اس نے ارباب حل و عقد کو جمع کر کے اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے جو لائحہ عمل بطور خاص دیا تھا، ان میں: * مسلمانوں کے اندر اختلاف وافتراق کو پیدا کر کے وسیع کرنا۔ * مسلمانوں کی نیک وصالح قیادت کو ناپید کرنا۔ * عالم عرب کی قیادت میں اختلافات اور مزید اس کو گہرا کرنا۔ اور بطور خاص یہ کہا: مسلمان ممالک میں قائم شدہ حکومتی نظاموں کو رشوت، تخریب کاری اور عورتوں کے ذریعے خراب اور تباہ و برباد کرتے چلے جانا تاکہ اس طرح اس کے جڑوں کو کھوکھلا کر کے انجام کار انہیں زمین بوس کیا جاسکے(٧٠)۔

آج دینی مدارس کے خلاف زہر قاتل مہم اور ان کو دہشت گردی کی فیکٹری اور مچھروں کے جوہڑ قرار دینا اور ناموس رسالت جیسے مقدس قانون کی پامالی مہم، تعلیمی نصاب سے قرآنی آیات کے نکالنے، فیملی سسٹم کو تباہ کرنے کے لئے نام نہاد خواتین حقوق بل کے لئے اسلامی ممالک کے نام نہاد لیڈروں پر دباو اور مطالبات اور پاکستان کے اجتماعی معاملات میں دخل اندازی کی یہ حالت ہے کہ امریکہ نے تعلیمی اصلاحات کے نام سے ۲۰۰۴ء میں بل نمبر HR 4818 کے ذریعے کانگریس سے سو ملین ڈالر

کی مالی امداد کو ۲۰۰۲ء والی تعلیمی اصلاحات کے لئے استعمال کرنے سے مشروط کر دیا تھا اور ایوان نمائندگان کو نوے دن کے اندر اس بات سے مطلع کرنا تھا کہ یہ امداد:

"پاکستان میں سیکولر نظام تعلیم کی توسیع اور بہتری اور پاکستان کے نجی دینی مدارس کے لئے ایک معتدل نصاب تیار کرنے اور نافذ کرنے کی کوشش اس میں شامل ہیں"(۷۱)۔

مسلمانوں کی اجتماعی معاملات میں دخل اندازی کی یہ حالت ہے کہ "عراق پر امریکی قبضہ کے فوراً بعد پہلے سے تیار شدہ نصاب کے مطابق درسی کتب وہاں ۱۰ اپریل ۲۰۰۴ء کو متعارف کر دی گئی تھیں۔ یہ کتب جون ۲۰۰۲ء میں حملے سے ایک سال پہلے تیار کر لی گئی تھیں۔ صدر بش نے پاکستان کے بارے میں اپنے ایک ٹیلی ویژن انٹرویو میں صاف الفاظ میں کہا ہے کہ پاکستان میں نصاب کی تبدیلی میرے مشورے پر امریکی امداد کے تحت کی جارہی ہے اور یہ تجویز ہوا تھا کہ: "ایک ایسا سیکولر نظام تعلیم استوار کرنا جو پاکستان کے دیہی علاقوں کے لوگوں کے بنیاد پرست مدرسوں پر مکمل انحصار کو ختم کر دے" (۷۲)۔

اسی طرح قاہرہ (مصر میں یکم تا ۳ جون ۲۰۰۴ء) میں ایک کانفرنس بنام "تعلیم سب کے لئے" کے عنوان سے منعقد ہوئی۔ عرب ممالک کے بارہ وزرائے تعلیم اور اقوام متحدہ کی ذیلی تنظیموں کے نمائندوں نے بھی اس میں شرکت کی اور تعلیمی نصاب میں کافی تبدیلی لائی گئی تھی۔ کانفرنس کے بعد اعلان قاہرہ جاری کیا گیا کہ اقوام متحدہ کے زیر انتظام اور امریکا کے زیر نگرانی اس قسم کی کانفرنس ۲۰۰۵ء، ۲۰۱۰ء، ۲۰۱۵ء اور ۲۰۲۰ء میں منعقد ہوں گی جن میں یہ دیکھا جائیگا کہ تعلیم و تربیت کے نصابوں میں امریکہ کے حسب منشاء کس قدر تبدیلیاں لائی جاچکی ہیں (۷۳)۔

بین المذاہب ہم آہنگی، امن و سلامتی اور خوشحالی کی دعووں کی حقیقت:

بین المذاہب رواداری اور ہم آہنگی کی کاوشیں اس وقت ثمر آور ہو گی جب انسانوں کی خیر خواہی اور حقوق انسانی کی پاسداری کے لئے عملی اقدامات کئے جائیں اور ان کو ترقی کے حقیقی دوڑ میں شامل کیا جائے، ورنہ ترقی کے نام پر اپنے وسائل ہڑپ کرنا کب تک وہ برداشت کریں گے۔ جن پر دوسری قوموں کی زندگی کا دارومدار ہے بقول جان پر کنز "سچ تو بس یہی ہے کہ ہم جھوٹ کے سہارے زندہ ہیں ۔

جان پرکنز کی اس قول کی صحیح مصداق G-8 کی ۲۰۰۰ء کی وہ کانفرنس تھی جو جاپان میں منعقد ہوئی اور جس پر جاپان نے ۷۶۶ ملین ڈالر خرچہ کیا۔ نہ معلوم دوسری حکومت نے اس کانفرنس میں اپنے آنے والے وفود پر کتنا خرچ کیا ہوگا۔ یادرہے یہ کانفرنس غربت کے خاتمہ کے لئے منعقد ہوئی تھی جس کے لئے صرف ڈیڑھ ارب ڈالر منظور کئے۔ جبکہ کانفرنس پر اربوں ڈالر خرچ ہوئے۔ کانفرنس کے لئے ۱۳۰۰۰ افراد جمع ہوئے تھے جن میں ۶۰۰ صرف امریکی اعلیٰ افسر تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ کانفرنس کے مقاصد کچھ اور تھے اور خفیہ کچھ اور [۷۴]۔

بین المذاہب رواداری اور ہم آہنگی اور عالمی امن وسلامتی کے لئے حقیقی اقدامات کی ضرورت ہے۔ محض اداروں کا قیام، مشنریوں کے جال اور این جی اوز کو گلی گلی، شہر شہر اور ملک ملک پھیلانے سے حالات بہتر نہیں بنائے جاسکتے بلکہ مزید ناگفتہ بہ بنائے جارہے ہیں۔ ایکشن ایڈ انٹرنیشنل کی رپورٹ کے مطابق دنیا کے غریب ملکوں میں ہر دو سیکنڈ بعد ایک بچہ بھوک اور بیماری سے ہلاک ہورہا ہے۔ وسائل سے بھری اس دنیامیں ۸۰۰ ملین افراد بھوکے سوتے ہیں۔ اس وقت ۱۰۰ ملین بچے تعلیم سے محروم ہیں۔ ایک منٹ میں ۳ بچے گندا پانی پینے یا غیر صاف موحول میں رہنے کی وجہ سے مر رہے ہیں۔ اسی طرح ہر منٹ میں ۳۰ بچے بھوک سے موت کی آغوش میں جارہے ہیں، اور یہ این جی اوز جنہوں نے ایوانوں تک اثرونفوذ توحاصل کیاہے اور کروڑوں، اربوں ڈالر لوٹ کر بھی دنیا کے مسائل (ایڈز، غربت وغیرہ) کم نہیں کرسکیں [۷۵]۔

امن وسلامتی، رواداری اور ہم آہنگی کا تقاضا ہے کہ ہم انسانوں (بلا تفریق رنگ ونسل ومذہب) کی خیرخواہی چاہتے ہوئے ان کے مسائل کے حل کے لئے حقیقی کوششیں کریں۔ انسان اپنی استطاعت بھر جوابدہ ہے۔﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ [۷۶] اگر کسی کی مدد اور مسائل کے حل کے لئے وسائل کسی کے پاس نہیں تو کم از کم اپنے شر پھیلانے سے معاشرہ محفوظ تو رکھ سکتا ہے۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا:

((خَيْرُكُمْ مَنْ يُرْجَى خَيْرُهُ وَيُؤْمَنُ شَرُّهُ، وَشَرُّكُمْ مَنْ لَا يُرْجَى خَيْرُهُ وَلَا يُؤْمَنُ شَرُّهُ)) [۷۷]

ترجمہ: میں سے بھلا شخص وہ ہے جس سے بھلائی کی امید کی جائے اور اس سے برائی کا خطرہ نہ ہو اور تم میں سے سب سے برا شخص وہ ہے جس سے بھلائی کی امید نہ ہو اور برائی کا ہر وقت خطرہ لگا رہے۔

لہٰذا بین المذاہب اور عالمی رواداری سچائی ،ایمانداری اور انسانی خیر خواہی کی تعلیمات میں پوشیدہ ہے جس سے عالمی فساد، بگاڑ اور دہشت گردی جیسے پیچیدہ مسائل پر قابو پالیں گے ورنہ ایسے بے شمار کانفرنسیں ہوتی رہیں گی اور بنی آدم امن ،خوشحالی اور رواداری کے لئے ترستا رہے گا۔کیونکہ سیاسی واقتصادی غارتگر غریب کا نوالہ چھین کر کروڑپتیوں کو ارب پتی بنا کر شیطان کے بھائی بنا رہے ہیں کیونکہ جب مال کا ناجائز جمع ہونا شروع ہوتا ہے تو استعمال بھی کثرت سے ناجائز میں ہوتا ہے اور ناجائز مال خرچ کرنے والے کو قرآن نے شیطان کا بھائی قرار دیا ہے:

﴿وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۔اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا﴾ (۴۸)

ترجمہ: فضول خرچی سے مال نہ اُڑاؤ، فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔

اور جب ایک طرف غریب اپنے پیٹ کی بھوک مٹانے کے لئے سرگرم عمل ہو اور دوسری طرف فضول خرچی اور عیاشی کی جارہی ہو تو ٹکراؤ فطری نتیجہ ہے۔

تدارک اور تجاویز:

☆ معاشی خود کفالت کے لئے کوشش ہر انسان اور حکومت کا حق اور فریضہ ہے لیکن اس سلسلے میں ہر ناجائز اقتصادی دوڑ اور اس کے لئے انسانوں کا خون ناحق بند کرنا امن وسلامتی کا باعث بنے گا۔

☆ امن عالم کی تباہی، عالمی استحصال ،ناجائز اور ظالمانہ قبضوں کی قوی سباب میں سے ایک سبب سیاسی مداخلت ہے، جس کی روک تھام ضروری ہے۔

☆ عالمی امن اور خوشحالی اور بین المذاہب ہم آہنگی ورواداری سے سماجی معاملات کا بہت گہرا تعلق ہے۔کسی بھی قوم کے سماجیات میں دخل دینا اور اس میں بگاڑ پیدا کرنا فساد برپا کرنے کے مترادف ہے۔اس کو روکنا بقائے انسانیت کے لئے ازبس ضروری ہے۔

☆ اسلام کے نظام معاشرت اور سماجیات میں رخنہ ڈالنے اور غیر فطری رویوں (ہم جنس پرستی) کو رواج دینے کے مطالبے میں دنیا کی تباہی اور امن عالم و سلامتی کے لئے باعث خطر ہے۔ لھذا اس قسم کے رویوں کو ترک کرنا اور روکنا چاہیئے۔

☆ کسی قوم کی تعلیمی اور اجتماعی معاملات میں مداخلت بین المذاہب ہم آہنگی اور رواداری اور بین الاقوامی امن و سلامتی کے منافی اور کھلی جارحیت ہے۔اس قسم کی مداخلت سے معاشرے میں زبردست بے چینی پیدا ہوتی ہے۔اس کو بند کرنے میں انسانیت کی بقاء ہے۔

☆ اسلام کے پاکیزہ نظام کے خلاف دنیا کو اکسانا اور بین المذاہب ہم آہنگی اور رواداری کی باتیں آپس میں جوڑ نہیں کھاتیں۔ لہٰذا امن عالم اور بقائے باہمی کے لئے ناگزیر ہے کہ ہم انسان اپنے اپنے مذاہب کے دائرہ کار میں رہ کر دوسروں کو برداشت کریں اور مداخلت سے باز آکر دنیا کو امن و آشتی دیں۔

☆ مسلمانوں کو سیاسی و سماجی اور اخلاقی طور پر تباہ کرنا خود مغربی اقوام کے حق میں بہتر نہیں اور ایسا کرنے سے تمام تر ہم آہنگی اور امن ورواداری کی کوششیں ضائع ہو جاتی ہیں۔

☆ دنیا کی بقاء کے لئے صالح افراد اور حق و سچائی کی اشد ضرورت ہے ورنہ انسان حیوان بن کر دنیا تباہی سے دوچار ہو جائے گی کیونکہ دنیا کی بقاء اور فلاح سامان تعیش کی فراوانی میں نہیں بلکہ اخلاقِ حسنہ کے پروان چڑھانے میں ہے۔ورنہ ترقی یافتہ ترین ممالک بھی جرائم کنٹرول نہیں کر سکی گی۔ مثلاً:

- امریکہ دنیا کا امیر ترین ملک ہے ۱۹۶۵ء میں یہاں پچاس لاکھ جرائم کئے گئے جبکہ آبادی میں اضافے کی بہ نسبت خطرناک جرائم میں اضافہ کی شرح چودہ گنا زیادہ تھی۔ جرائم میں اضافے کی شرح ۱۷۸ فیصد تھی، جبکہ آبادی میں اضافے کی شرح تیرہ فی صد تھی۔
- اس امیر ترین ملک میں ہر بارہ سیکنڈ کے بعد کوئی نہ کوئی جرم سرزد ہوتا ہے، ہر ایک گھنٹے بعد ایک قتل ہو جاتا ہے۔ ہر ۲۵ منٹ کے بعد زنا کا واقعہ ہو جاتا ہے۔ ہر ۵ منٹ کے بعد ایک ڈاکہ پڑتا ہے اور ہر ایک منٹ کے بعد ایک کار چوری ہوتی ہے [۷۹]۔
- جبکہ بی بی سی کی ایک رپورٹ کے مطابق امریکہ میں ہر پانچویں عورت زنا بالجبر کا شکار ہو جاتی ہے اور امریکی وزارت دفاع کی ایک رپورٹ کے مطابق امریکی

ملٹری اکیڈمیز کے اندر جنسی حملوں میں ۶۰ فیصد اضافہ ہوا ہے جو ایک تشویش ناک صورتحال ہے[۸۰]- بلکہ آج کل امریکی فوجی افسروں کے لئے یہ معمول کا مسئلہ ہے، جو آئے روز کے اخبارات کا موضوعِ سخن بنا رہتا ہے۔

مختلف رپورٹوں اور تجزیوں سے ترقی یافتہ دنیامیں بڑھتے ہوئے جرائم کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ جدید امریکہ کے ایک مایہ ناز سکالر (ممتاز جج آرتھر ملر) کا کہنا ہے: نوجوانوں کے یہ جرائم صرف سرمایہ دارانہ معاشرے کا ہی نہیں بلکہ اشتراکی معاشرت کا بھی المیہ ہے۔ یہ غربت کے پیدا کردہ نہیں بلکہ خوشحالی اور دولت مندی کے باوجود موجود ہے۔ نہ یہ مسئلہ نسلی، نہ ترک وطن اور نہ خالص امریکی مسئلہ ہے بلکہ یہ ٹیکنالوجی کا نتیجہ ہے جو کہ انسان کا مرتبہ بحیثیت انسان گرا دیتی ہے اور اسے حقیر بنا دیتی ہے[۸۱]۔

ان حقائق کی روشنی میں عہد حاضر میں بین المذاہب ہم آہنگی ورواداری پر زور دینے کے ساتھ ساتھ اس کے بنیادی اسباب اور وجوہات کی نشاندہی انتہائی ضروری ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ بنیادی مسائل کی حل کے لئے حقیقی اقدامات کرنا ہوں گے۔ محض اداروں کا قیام، مشنریوں کے جال اور این جی اوز کو گلی گلی، شہر شہر اور ملک ملک پھیلانے سے حالات بہتر نہیں بنائے جا سکتے بلکہ مزید ناگفتہ بہ بنائے جا رہے ہیں۔ آج کل کے دور میں معاملہ صرف سفارشات اور تجاویز تک رہ گیا ہے، عملاً کچھ نہیں کیا جاتا، بلکہ درپردہ مسائل کو الجایا جاتا ہے۔ لہذا دورِ حاضر کے مسائل کی حل کے لئے مخلصانہ کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ بین المذاہب رواداری، ہم آہنگی اور عالمی امن و سلامتی کو یقینی بنایا جا سکیں۔

حواشی وحوالہ جات

۱) سورۃ طہٰ:۱۲۴

۲) سورۃ النحل: ۱۱۲

۳) سیال، عمر حیات عاصم، عالم اسلام خطرات وامکانات، ندوۃ العلم کراچی، ۲۰۰۸ء، ص:۵۸

۴) Bill Still &Patrick SJ Carmack, The money Masters, P: 32

۵) سورۃ المائدہ:۳۲

۶) جان پرکنز، اقتصادی غارتگر، اسلامک ریسرچ اکیڈمی کراچی ،۲۰۰۸ء، ص:۱۰

۷) مالک بن انس، المؤطا، جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی، ضاحیۃ الکویت، ۱۹۹۸ء، ص:۲/ ۲۲۹

۸) قاضی محمد ظفر الحق، مشرق وسطیٰ کی صورتحال، الصفہ دارلنشر ۲۰۰۴ء ، ص:۴۰

۹) سجاد احمد (ڈاکٹر)، اسلام کا روشن مستقبل، ادارہ معارف اسلامی، لاہور، ۱۹۹۲ء، ص: ۴۷

۱۰) سورۃ الحج: ۳۹

۱۱) یاسر ندیم (مولانا)، گلوبلائزیشن اور اسلام، طبع: دارالاشاعت: کراچی۔ ۲۰۰۴ء، ص:۵۲

۱۲) روزنامہ جنگ، ص:iv، 25جولائی ۲۰۱۱ء

۱۳) سورۃ القصص: ۷۷

۱۴) مفتی ابولبابہ، شاہ منصور، ہسپانیہ سے امریکہ تک، طبع: الفلاح: کراچی۔ ۲۰۰۸ء، ص:۲۰۰

۱۵) روزمانہ آج، دہشت گردی یا معاشی جنگ کب ختم ہوگی؟، ۲دسمبر ۲۰۰۹ء

۱۶) Manzoor Alam, War on Terrorism or American Strategy for Global Daninan: Islamic Perspective on Afghan-Iraq War, P: 237, Vantage Press, New York, America.

۱۷) مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، کتاب الفتن، دارالحدیث: قاہرہ، مصر، حدیث نمبر ۲۸ ۵۴

۱۸) مشرق وسطیٰ کی صورتحال، ص:۹۹

۱۹) یوحنا: ۸ : ۱۴ ، بائبل، پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی لاہور، ۲۰۰۷ء

۲۰) یوحنا: ۱۶ : ۱۸- ۱۹

۲۱) سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر ۹۱۳

۲۲) مکاشفہ یوحنا : ۲۱:۹

۲۳) مکاشفہ : ۱۸: ۳

۲۴) سورۃ العادیات:۸

۲۵) مکاشفہ : ۱۸: ۳

۲۶) عیسائیت کے تعاقب میں، علم و عرفان پبلشرز اردو بازار لاہور ۲۰۰۳ء، ص:۶۹۶

۲۷) اس کا نام لانا کلاشنکوف ہے، جو کلاشنکوف رائفل ایجاد کرنے والے روسی جرنیل اور سائنسدان میخائل کلاشن کوف کے خانوادے کی بھتیجی ہے(ہسپانیہ سے امریکہ تک، ص: ۲۲۲)

۲۸) ایضاً ص:۲۲۳

۲۹) ترجمان القرآن، ص:۱۶، اپریل ۲۰۰۳ء

۳۰) ترجمان، ص:۹ ۷،مارچ ۲۰۰۸ء۔ روزنامہ جنگ، سنڈے میگزین، ص:۴،اتوار ۱۱ دسمبر ۲۰۱۱ء

۳۱) اقتصادی غارتگر، ص:۲۱۹،۲۱۸،۱۲۵

۳۲) فیض احمد شہابی، عیسائی یہودی این جی اوز گٹھ جوڑ، ادارہ معارف اسلامی لاہور، ۲۰۰۵ء، ص:۲۲

۳۳) ابن القیم، الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ، طبع مصر ۱۹۶۱ء، ص:۱۵، اعلام الموقعین، مطبعہ المصریہ، ص: ۴/ ۴۶۰

۳۴) مقدمہ ابن خلدون، طبع: بیروت، ص:۱۱۳

۳۵) صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر ۲۷۶، مسند الإمام أحمد بن حنبل، حدیث نمبر ۷۹۶۰، شعیب الأرنؤوط وآخرون، الناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ: الأولی، ۱۴۲۱ ھ ۲۰۰۱ ء۔

۳۶) اسلامی سیاست، ص:۲۵،۲۴

۳۷) ترجمان القرآن، ص:۹،مارچ ۲۰۰۵ء

۳۸) امریکی صحافی Ron Suskind ،لندن اخبار "دی گارڈین" ۱۸ فروری ۲۰۰۵ء

۳۹) ترجمان القرآن، ص:۹، ۱۰،مارچ ۲۰۰۵ء

۴۰) عیسائی یہودی این جی اوز گٹھ جوڑ، ص:۲۴

۴۱) War on Terrorism,P:13

۴۲) عیسائی یہودی این جی اوز گٹھ جوڑ، ص:۲۴،۲۵

۴۳) War on Terrorism, P:99

۴۴) سورۃ النور:۱۹

۴۵) رسالہ الشقائق، عدد ۶۸، صفر ۱۴۲۴ھ

۴۶) حقوق نسواں کے لئے ایک عرصے سے کام ہو رہا ہے اور کانفرنسیں منعقد ہو رہی ہیں، ان میں چند ایک یہ ہیں۔
انسانی حقوق کمیشن ،۱۹۴۶ء۔ پہلی عالمی خواتین کانفرنس،۱۹۷۵ء، میکسیکو۔ مساوات ترقی اور امن، سیڈا کنونشن ۱۹۷۹ء۔ ملازمت کا حق اور مواقع ۔یکساں حقوق کا حق ۔خواتین عالمی کانفرنس،۱۹۸۰ء، کوپن ہیگن۔ خواتین عالمی کانفرنس،۱۹۸۵ء، نیروبی۔ ویانا کانفرنس ۱۹۹۳ء۔ خواتین کے انسانی حقوق۔ قاہرہ کانفرنس ۱۹۹۴ء۔ جنسی معاملات، ہر دو اصناف کے جنسی تعلقات کا حق ۔ بیجنگ کانفرنس / اعلامیہ ۱۹۹۵ء۔ معاشی آزادی وخود مختاری۔ خواتین عالمی کانفرنس،۲۰۰۰ء، نیویارک۔ خواتین عالمی کانفرنس،۲۰۰۵ء، نیویارک

۴۷) سورۃ البقرۃ:۱۸۷

۴۸) سورۃ الروم:۲۱

۴۹) سورۃ الاعراف:۱۸۹

۵۰) جان ایل اسپازیٹو، اسلام اور صراط مستقیم، طبع: آکسفورڈ یونیورسٹی، ۱۹۹۲ء، ص:۹۴

۵۱) نیوز ویک، عورت حملے کی زد میں، ۱۶جولائی ۱۹۹۰ء

۵۲) اصل نام لورین بوتھ اور ۲۰۱۰ء میں اسلام قبول کر چکی ہے، اور برطانیہ کے سابق وزیر اعظم ٹونی بلیر کی سالی ہے۔

۵۳) فریحہ، سیف اللہ ربانی، ہم کیوں مسلمان ہوئیں؟، ادارہ مطبوعات خواتین: لاہور۔ ۲۰۰۰ء ص:۳۷۹

۵۴) مخدوم زادہ، ابو محمد، ہم مسلمان کیسے ہوئے، طبع: مشتاق بک کارنر، لاہور، ص:۴۰

۵۵) اوریا مقبول جان، حرف راز، نوائے وقت، ۱۶جون ۲۰۰۶ء

۵۶) ترجمان القرآن، ص:۶۲، اگست ۲۰۰۳ء

۵۷) ایضا، ص:۶۶

۵۸) جہاد کشمیر، راولپنڈی، دسمبر ۲۰۱۰، جنوری ۲۰۱۱ء

۵۹) ترجمان القرآن، ص:۶۵، مئی ۲۰۰۵ء۔

۶۰) اصل نام پریتی ہے، ۱۹۸۸ء میں مسلمان ہوئی ہے، ہندوستان کی ۲۲ سالہ ہاکی کھلاڑی ہے۔ (ترجمان القرآن، جون ۲۰۰۱ء)

٦١) Wilfred, Cant Hall Smith, Islam is Modern History, P: 36, 37 New Yark 1957. Hamilton, A.R.Gibb, Studies on Civilization of Islam, p: 3, London, 1962.

٦٢) اسلامی نام، مریم جو، ۱۱/۹ کے بعد طالبان کے دور حکومت میں بھیس بدل کر رپورٹنگ کرتے ہوئے پکڑی گئی بعد ازاں طالبان کے حسن سلوک سے ۲۰۰۱ء میں متاثر ہو کر مسلمان ہو گئی

٦٣) فرتیح، سیف اللہ ربانی، ہم کیوں مسلمان ہوئیں، طبع: ادارہ مطبوعات خواتین، لاہور، ۲۰۰۰ء، ص: ۳۴۰،۳۳۹، (بحوالہ: ہفت روزہ ایشیا، لاہور، شمارہ ۱۱ نومبر ۱۹۹۹ء)

٦٤) جرنل آف فارن افیئرز، مئی ۱۹۵۵ء

٦٥) نیوز ویک، فروری ۱۹۹۱ء

٦٦) روزنامہ جنگ، ۳ جولائی ۱۹۹۱ء

٦٧) Shah Syed Imdad: Implication for The Muslim World, P: 107,Nato's Role in Europe and beyond Journal of European Studies, Area Study Centre for Europe, Karachi,2005, 6.

٦٨) نوائے وقت، ۲۵ اپریل ۱۹۹۹ء۔

٦٩) فاطمہ آغا پاشا، سرد جنگ کے دوران نیٹو کی صورت میں یورپی یونین اور امریکہ کے مابین دفاعی تعلقات۔ مقالہ در معارف مجلہ تحقیق، ص: ۷۷، شمارہ ۱، جنوری۔ جون ۲۰۱۱ء، ادارہ معارف اسلامی کراچی

٧٠) محمد ارسلام بن اختر (مولانا): اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یورپی سازشیں، طبع: مکتبہ ارسلان کراچی، ۲۰۰۴ء، ص: ۱۲۱

٧١) ترجمان القرآن، ص: ۱۴، مارچ ۲۰۰۵ء

٧٢) دی نیوز، ۱۶ اکتوبر ۲۰۰۴ء

٧٣) ایضاً

٧٤) معروف شاہ شیرازی ایڈوکیٹ، تعمیر ملت، ص: ۲۷۹

٧٥) فیض احمد شہابی، عیسائی یہودی این جی اوز گٹھ جوڑ، ص: ۳۶ بحوالہ:
Joseph. S. Nye, The Paradox of American power

٧٦) سورۃ البقرہ: ۲۸۶

٧٧) الترمذی، محمد بن عیسیٰ: جامع ترمذی، دارالسلام للنشر والتوزیع: الریاض۔ ۱۹۹۹ء، حدیث: ۲۲۶۳

٧٨) سورۃ بنی اسرائیل: ۲۶، ۲۷

۷۹) علی عزت بیگووچ، اسلام اور مشرق و مغرب کی تہذیبی کشمکش، ادارہ معارف اسلامی منصورہ لاہور، ۲۰۰۴، ص: ۱۲۰، ۱۲۱ (بحوالہ FBI رپورٹ، ۱۹۶۵ء)

۸۰) روزنامہ جنگ راولپنڈی، ص: ۳، ۲۹ دسمبر ۲۰۱۱ء

۸۱) اسلام اور مشرق و مغرب کی تہذیبی کشمکش، ص: ۱۲۶

****

پاکستان میں رائج زرعی نظام کا شرعی جائزہ
Prevailing Agricultural System in Pakistan (A Study in Islamic Perspective)

ڈاکٹر زاہدہ پروین*

ABSTRACT

Islam has provided guidance in agriculture like any other field of life. Agriculture provides food and nourishment to men, animals and birds.

Pakistan is an agricultural land. Out of total grass root of Pakistan economy, 80% depends upon the agriculture. Agriculture is the production of food, feed and fiber by the systematic harvesting of plants and animals. The history of agriculture is a central element of human history.

The article deals with the study of Muslims’ contribution to agriculture especially the Prophetic and four caliphs’ time. The Prophet ﷺ initiated the development of a sophisticated system of irrigation, and the Caliphs Hazrat Umar R.A and Hazrat Uthman R.A suggested revolution in agricultural reforms.The Islamic rules on land ownership and labor rights, alongside the recognition of private ownership and introduction of share cropping created by incentives to engage in agriculture.

The present system prevailing in Pakistan has several short comings. Landlordism and poverty of cultivators who are generally uneducated, absence of heavy machinery for cultivation and small holdings also create problem.

Key words: Pakistan, agriculture, human history, land ownership.

* لیکچرار اسلامیات، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج برائے خواتین وقار النساء، راولپنڈی

انسان نے خوراک حاصل کرنے اور جسم وروح کا رشتہ بر قرار رکھنے کیلئے پہلے شکار کا پیشہ اختیار کیا اور پھر گلہ بانی۔ تیسرے مرحلہ پر اس نے زراعت کو اپنایا۔ انسانی معاشرت کا آغاز زراعت سے وابستہ ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام نے خود زراعت کی اور پھر یہی فن اپنی اولاد میں بھی منتقل کیا۔ زراعت کی ابتدائی شکل کیا تھی؟ کونسی فصل کس طرح سے بوئی گئی؟ ہوسکتا ہے کہ پھل دار درختوں کی حفاظت اور آبیاری کی صورت میں ہو یا زمین کو پھاڑ کر اس میں بیج ڈالنے کا طریقہ انسان نے بہت بعد میں سیکھا ہو۔ (۱)

زراعت کے آثار ہمیں قومِ نوحؑ میں بھی ملتے ہیں۔ قومِ عاد بھی زرعی زمینوں کے مالک تھے (۲)۔ عرب میں 'ذی زرع وادیاں' بھی تھیں اور عرب اس سے آشنا تھے۔ کعبۃ اللہ کی تعمیر کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے جو دعا فرمائی اس میں یہ الفاظ تھے۔

﴿رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْىِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ﴾ (۳)

ترجمہ: اے ہمارے رب! میں نے اپنی اولاد ایک ایسی وادی میں جہاں کھیتی نہیں تیرے عزت و ادب والے گھر کے پاس لا بسائی ہے۔ اے پروردگار تاکہ یہ نماز قائم کریں، پس لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں پھلوں سے رزق دے تاکہ وہ شکر کریں۔

زراعت کا لغوی مفہوم:

زراعت، باب مفاعلہ کا مصدر ہے جس کا مادہ زَرَاعَۃٌ یا زَرْعٌ ہے۔ زرع کا معنی ہے "اگانا" زمین میں بیج ڈالنا، تخم ریزی کرنا، کھیتی کرنا وغیرہ۔ ابن منظور زَرَاعَۃُ کا مفہوم بیان کرتے ہیں۔

"الزَّرَّاعةُ بِفَتْحِ الزَّايِ وَتَشْدِيدِ الرَّاءِ، قِيلَ هِيَ الأَرض الَّتِي تُزْرَعُ" (۴)

ترجمہ: زراعۃ سے مراد ہے زمین کا بونا اور کاشت کرنا ہے۔

باب مفاعلہ کی اصل خاصیت مشارکت ہے یعنی دو اشخاص کا کسی فعل میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہونا۔ لہذا زراعت کے معنی ہوئے دو افراد کا زراعت یا زرع کے عمل میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہونا۔ زراعت کے عمل میں بھی دو افراد شریک ہوتے ہیں۔ ایک زراعت کے لئے زمین پیش کرتا ہے اور دوسرا اپنی محنت۔ زراعت کے لغوی معنی اور اصطلاحی مفہوم میں کامل ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔

زراعت کا اصطلاحی مفہوم:

اصطلاح میں زراعت سے باہمی کھیتی باڑی کا ایک معاہدہ ہے جو مالک زمین اور کاشتکار کے درمیان بعض پیداوار پر طے پاتا ہے۔ کتاب الہدایہ میں مزارعت کی حسب ذیل تعریف دی گئی ہے:

"وَفِي الشَّرِيعَةِ: هِيَ عَقْدٌ عَلَى الزَّرْعِ بِبَعْضِ الْخَارِجِ"(۵)

ترجمہ: شریعت میں زراعت پیداوار کے کچھ حصہ کے عوض کاشتکاری کا معاہدہ ہے۔

زراعت کی فضیلت واہمیت قرآن وسنت کی روشنی میں:

زراعت ایک قدیم پیشہ ہے اور یہ انبیاء سے منسوب ہے جنہوں نے خود بھی کاشت کاری کی اور دوسروں کو اس کی ترغیب دی۔ مقدمہ ابن خلدون میں ہے کہ یہ زراعت ایک سادہ، صاف اور فطری پیشہ ہے اس میں زیادہ علم و نظر کی ضرورت نہیں اس لیے یہ پیشہ حضرت آدمؑ کی طرف منسوب ہے آپؑ ہی اس کے بتانے اور سکھانے والے ہیں۔ آپؑ ہی نے سب سے پہلے کھیتی باڑی کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روزی کمانے کا سب سے پرانا طریقہ ہے(۶)۔

کاشتکاری ایک مقدس پیشہ ہے اس کی فضیلت اور تقدس اس وقت بہت بڑھ جاتا ہے جبکہ خود ہاتھ سے محنت کر کے کاشت کاری کی جائے۔ نبی اکرم ﷺ کی متعدد احادیث میں ہاتھ سے محنت کر کے کمانے کی فضیلت بیان کی ہے۔ ایک حدیث میں ہے:((إِنَّ أَطْيَبَ مَا أَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهِ)) (۷)

ترجمہ: کسی شخص نے ہاتھ کی محنت سے بہتر روزی نہیں کھائی۔

نبی اکرم ﷺ نے خود کاشت کرنے کی فضیلت بیان فرمائی۔ حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يغْرِسُ غَرْسًا أو يزْرَعُ زَرْعًا فَيأْكُلُ مِنه طَيرٌ أَوْ إِنْسَانٌ أَوْ بهيمة إِلاَّ كَانَ له به صَدَقة)) (۸)

ترجمہ: جو مسلمان درخت بوتا ہے یا کھیتی باڑی کرتا ہے اور اس سے پرندہ، انسان یا جانور اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں تو یہ عمل اس کے حق میں صدقہ بنتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ کاشتکار کو صرف فعل زراعت کی وجہ سے ثواب ملتا ہے۔ اس کی نیت ثواب حاصل کرنے کی ہو یا نہ ہو۔ جب تک بونے یا کھیتی

سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے ثواب جاری رہتا ہے خواہ پودا لگانے والا وفات پا چکا ہو یا اس کی ملکیت کسی دوسرے کی طرف منتقل ہو چکی ہو۔

علماء کا یہ کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی فیاضی سے یہ بعید نہیں کہ وہ ایسے شخص کو مرنے کے بعد بھی نوازتا رہے جس طرح اس کی زندگی میں نوازتا رہا ہے یعنی چھ باتوں کے سلسلہ میں ایک صدقہ جاریہ، دوسرا وہ علم جس سے پورا فائدہ اٹھایا جائے۔ تیسرے نیک اولاد جو اپنے والدین کیلئے دعا کرے، چوتھا پودا، پانچواں کھیتی اور چھٹا پاسبانی یعنی دشمنوں کے مقابلہ میں سرحد وغیرہ کی حفاظت کرنا(۹)۔

رسول اللہ ﷺ کی زرعی حکمت عملی کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ جو لوگ مسلمان ہو گئے ان کی سابقہ املاک کو بحال رکھا گیا۔ مثلاً آپ ﷺ جب مدینہ پہنچے تو انصارؓ کو ان کی زمینوں پر بحال رکھا گیا۔ بنی نضیر کی مدینہ بدری کے بعد ان کی املاک بحق سرکار ضبط کر لی گئیں(۱۰)۔

مدینہ، بحرین، طائف اور یمن کی زمینوں کے مالکان مسلمان ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں جائیدادوں پر بحال رکھا اور زمینوں پر عشر عائد کر دیا(۱۱)۔

فتح مکہ کے بعد بہت سے قبائل اسلام لے آئے جو افراد و قبائل مسلمان ہو گئے، ان کی جائیدادوں سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ کی اس پالیسی کا مقصد اسلام کی ترغیب، عدل و انصاف کا قیام، معاشرتی استحکام اور عرب کی زمین کی آبادکاری تھا(۱۲)۔

خلاصہ یہ کہ آپ ﷺ نے مسلمان ہونے والے افراد و قبائل کو سابقہ املاک پر بحال رکھا اور جو لوگ مسلمان نہیں ہوئے ان کی املاک بحق سرکار ضبط کر لی گئیں اور مسلمان ہونے والے افراد میں بطور عطیہ تقسیم کر دی گئیں۔

وہ اموال جن کو ان کے مالکوں نے مصارف خیر اور رفاہ عامہ کیلئے وقف کر دیا ہو ایسے اموال کسی کی ملکیت نہیں ہوتے؛ نہ کوئی ان کو بیچ سکتا ہے، نہ کوئی خرید سکتا ہے اور نہ ہی ہبہ کر سکتا ہے، ان اموال کو صرف ان مصارف میں خرچ کیا جائے گا جن کیلئے وہ وقف ہوئے ہیں۔ وقف اراضی کے احکامات بھی اسی طرز پر ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرامؓ میں وقف کی ایک تحریک پیدا کر دی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کی پیروی کرتے ہوئے اپنا خیبر کا حصہ فی سبیل اللہ وقف کر دیا تھا(۱۳)۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وادی عتیق کا مشہور کنواں (بئر رومہ) بہت مہنگے داموں خرید کر عام مسلمانوں کیلئے وقف کر دیا تا کہ ان کو پانی کی تنگی نہ ہو[۱۴]۔

غرض یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے اراضی اور کنویں بڑی تعداد میں وقف کئے جن سے خلق خدا کو فائدہ پہنچا۔

زراعت کا جواز:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زراعت کی اجازت بھی دی ہے۔ اور اس پر عمل بھی کیا ہے چند احادیث روایات زراعت کے جواز میں پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم اپنی زمینوں کو عہد رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کرایہ پر دیا کرتے تھے[۱۵]۔

۲۔ حضرت حنظلہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کُراء الارض کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حکم ہے تو انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے میں نے کہا کہ نقد لگان، سونے چاندی کے بدلے بھی منع کیا ہے تو انہوں نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں[۱۶]۔

۳۔ حضرت ابو جعفرؒ کہتے ہیں کہ **((كَانَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ يُعْطِي الْأَرْضَ عَلَى الشَّطْرِ))**[۱۷]

ترجمہ: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنی زمین نصف بٹائی پر دیتے تھے۔

۴۔ ابن ابی شیبہؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے نقل کی ہے: **((لَمْ يَرَ بَأْسًا بِالْمُزَارَعَةِ عَلَى النِّصْفِ))**[۱۸] ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ زمین کو نصف پر بٹائی پر دینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

۵۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ عہد رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد خلافت راشدہ میں تہائی اور چوتھائی پیداوار کے عوض بٹائی پر زمین دیتے رہے[۱۹]۔

۶۔ حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اپنی اراضی تہائی اور چوتھائی پیداوار کے عوض دیتے ہوئے دیکھا ہے[۲۰]۔

۷۔ حضرت ابو جعفر فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں مہاجرین کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جو تہائی یا چوتھائی حصہ کی بٹائی پر زمین کی کاشت نہ کرتا ہو۔ حضرت علی، حضرت سعد بن مالک، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم، عمر بن عبد العزیز، قاسم، عروہ، آل ابو بکر، آل عمر، آل علی اور ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہم یہ سب اپنی زمینیں اسی طرح کاشت پر دیا کرتے تھے(۲۱)۔

۸۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ عہد نبوی تا ابتدائے عہد امیر معاویہ تک اپنی زمینیں زراعت پر دیتے رہے مگر جب رافع رضی اللہ عنہ کی حدیث سنی تو اس خوف سے ترک کر دیا کہ شائد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری عمر میں منع کر دیا ہو(۲۲)۔

۹۔ خیبر کی مثال: واقعہ خیبر ۷ھ عہد نبوت و خلافت کے مشہور ترین واقعات میں سے ہے۔ خیبر کا معاملہ اول و آخر زراعت کا معاملہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا حصہ بھی بٹائی پر دیا۔ حکومت کا حصہ بھی نصف پر دیا اور پندرہ سو مجاہدین کی طرف سے بھی زراعت پر زمین دی۔ اس طرح زراعت پر زمین دینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ٹھہری۔

زراعت سود نہیں ہے:

زراعت کی بعض اقسام یثرب کے جاہلی معاشرے میں رائج تھیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچ کر وہاں کی زمینوں کی آبادکاری کیلئے منصوبہ بندی کی اور اس منصوبہ پر عمل در آمد شروع کیا تو ان مختلف اقسام زراعت سے بھی واسطہ پیش آیا۔ زراعت کی وہ صورتیں ربوٰا سے مشابہ اور ظلم و استحصال کا ذریعہ تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ممنوع قرار دیدیا اور زراعت کی عام اور سادہ صورت کو جاری رہنے دیا۔ زراعت اپنی اصل کے لحاظ سے ربوا سے کوئی مماثلت نہیں رکھتی۔ ربوا کا تعلق سرمایہ و دولت سے ہے اور اس میں سرمایہ دار صرف نفع میں شریک ہوتا ہے نقصان میں نہیں۔ وہ کسی قسم کے خطرے میں شامل نہیں ہوتا۔ جبکہ زراعت میں مالک اور مزارع دونوں نفع و نقصان میں شریک ہوتے ہیں۔ اگر فصل خراب ہو جائے تو دونوں کو نقصان ہوتا ہے نیز حصوں کی مقدار معین نہیں ہوتی جتنی فصل ہو، اسے مقررہ حصوں کے مطابق تقسیم کر لیا جاتا ہے۔ اس لئے ربوا حرام ہے اور زراعت جائز ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایات اس کی تائید کرتی ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے: ((لَمْ يُحَرِّمِ الْمُزَارَعَةَ، وَلَكِنْ أَمَرَ أَنْ يَرْفُقَ بَعْضُهُمْ بِبَعْضٍ))(۲۳) ترجمہ: بے شک آنحضرت

ﷺ نے زراعت کو حرام نہیں کیا۔ بلکہ آپ ﷺ نے یہ حکم دیا کہ لوگ آپس میں نرمی اور رفاقت کا سلوک کریں۔

زراعت کے جواز میں چند اہم نکات:

گذشتہ صفحات میں جو نظائر و شواہد پیش کئے گئے ہیں ان سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ اسلام میں زراعت اپنی اصل کے لحاظ سے ممنوع اور حرام نہیں ہے۔ یہ عہد نبوت اور عہد خلافت راشدہ میں رائج رہی ہے اور مملکت اسلامیہ کا پورا معاشی و معاشرتی ڈھانچہ زراعت کو جائز سمجھتا تھا۔ زراعت کے جواز میں چند اہم نکات بیان کئے جاتے ہیں۔

☆ رسول اللہ ﷺ صرف معلم و مبلغ ہی نہ تھے بلکہ ملک کے حاکم و فرماں روا تھے۔ اگر زراعت حرام ہوتی تو آپ ﷺ اس کا واضح طور پر اعلان فرماتے اور اس کی ہر نوع کو بند کر دیتے جس طرح سود کو آپ ﷺ نے نہ صرف حرام قرار دیا بلکہ مسلمان معاشرے سے اس کا نام و نشان مٹا دیا۔ لیکن زراعت کا عمل آپ ﷺ کے عہد اور اس کے بعد بھی جاری رہا۔ یہ معاملہ چند افراد سے متعلق نہ تھا بلکہ پوری مملکت کے نظم و نسق سے تعلق رکھنے والی چیز ہے۔ اگر آپ ﷺ نے اسے حرام قرار دیا ہوتا تو یہ معروف و مشہور بات ہونی چاہیے تھی، لیکن ایسا نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ کی سیرت اور خلفائے راشدین کی عملی زندگی قول و فعل میں مطابقت کا بہترین نمونہ تھی۔ یہ گمان ہی نہیں کیا جا سکتا کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے خلفاء راشدین ایک بات کو غلط کہیں اور اسے رائج بھی رہنے دیں۔

☆ اسلام کے نظام ملکیت میں مردوں کے ساتھ بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کو بھی حق ملکیت حاصل ہوتا ہے قانون میراث کے تحت ایک شخص کے مرنے پر ترکہ بچوں، عورتوں اور بوڑھوں میں بٹ جاتا ہے۔ اس میں بیٹوں کیلئے بھی حصہ ہوتا ہے اور بیٹیوں و بیوی کیلئے بھی۔ اگر ملکیت زمین کے ساتھ "خود کاشتی" کی شرط عائد کر دی جائے تو نظام ملکیت اور نظام زراعت میں ایک تضاد اور تناقض کی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ اسلام اس قسم کے تضاد سے پاک ہے۔ اسی لئے وہ زراعت کو جائز قرار دیتا ہے۔

☆ اسلام کا قانون بیع و شراء جائز اشیاء کی خرید و فروخت کے سلسلہ میں کسی قسم کی پابندی نہیں لگاتا اور نہ ہی انسان کو تصرف کے حق سے محروم کرتا ہے۔ پھر زمین کے سلسلہ میں پابندی کیوں عائد کی جاتی۔

☆ اسلام نے تجارت، صنعت اور معاشی کاروبار کے تمام شعبوں میں نفع و نقصان کی شراکت پر دوسروں کے ساتھ کاروبار کرنے کی اجازت دی ہے۔ زمین بھی سرمایہ کی طرح ایک عامل پیدائش ہے اس کا مالک شراکت اور مضاربت کے اصول پر زراعت پر کاشت کیوں نہیں کرا سکتا۔

☆ مدینہ اور عرب کے دیگر زرعی علاقوں میں غلاموں سے کھیتی کروانے یا اجرت پر کھیت میں کام کروانے کا رواج عام تھا۔ یہ رواج ظہور اسلام کے بعد بھی جاری رہا۔ اسی لئے آپ ﷺ نے مزدوروں کے حقوق کی پُرزور تاکید کی ہے کہ ان سے بیگار نہ لو اور ان کی مزدوری پسینہ خشک ہونے سے قبل ادا کرو۔ زمین پر مزارع کا کام بھی اجرت پر مزدوری جیسا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ مزدور کو روزانہ اجرت دی جاتی ہے اور مزارع چھ ماہ بعد فصل کٹنے پر اپنی مزدوری لیتا ہے۔ دونوں معاملات اپنی نوع کے لحاظ سے ایک جیسے ہیں پھر ایک کے جائز اور دوسرے کے ناجائز ہونے کا کیا مفہوم ہوا۔

پاکستان میں رائج زرعی نظام:

پاکستان کا اراضی نظام صدیوں سے چلا آرہا ہے اس میں تغیرات زمانہ سے انقلابات آتے رہے مگر مجموعی طور پر اس کی حالت میں کوئی خاص فرق نہ آیا۔ آج تک کم و بیش پاکستان کا زمینداری نظام درج ذیل اقسام پر مشتمل رہا ہے:

۱۔ **نجی زرعی نظام:** اس نظام کے تحت اراضی کی بڑی بڑی جائیدادیں جن کے مالک انفرادی زمیندار ہیں گائوں کی آبادی زیادہ تر ان مزارعین پر مشتمل ہوتی ہے جو اراضی کو کاشت کرتے ہیں[۲۴]۔

اس نظام میں زمیندار کلی طور پر بڑے بڑے قطعات اراضی کے مالک ہوتے ہیں وہ اراضی کا مالیہ ادا کرتے ہیں، خود کاشت نہیں کرتے بلکہ مزارعین کو کاشت کے لیے ملازم رکھتے ہیں اور بسا اوقات اپنی زمینیں مزارعوں اور ہاریوں کو پٹہ پر دے دیتے ہیں فصل کٹنے پر اپنا طے شدہ حصہ وصول کر لیتے ہیں۔

۲۔ **خود کاشتکاری نظام:** اس سے مراد وہ زمیندار ہیں جو نسبتاً چھوٹے رقبوں کے مالک ہیں جن کو وہ اپنے افراد خاندان یا اجیر کارکنوں کی مدد سے کاشت کرتے ہیں یہ مالکان اراضی علی العموم دیہاتی برادریوں کی شکل میں آباد ہیں[۲۵]۔

۳۔ **رعیت داری نظام:** اس نظام کے ماتحت اراضی براہ راست حکومت سے بنیاد مزارعت پر حاصل کی جاتی ہے لیکن عملاً اس کا استقلال پوری طرح محفوظ ہوتا ہے قابض کاشتکار کو آزادی حاصل ہے کہ جس

اراضی کو چاہے چھوڑ دے اور مالگزاری ادا کرنے کی ذمہ داری سے بچ جائے دخیل کار کو موروثی اور انتقالی حقوق حاصل ہوتے ہیں جن کی وجہ سے وہ عملاً مالک ہی کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ نظام صوبہ سندھ میں رائج ہے[۲۶]۔

۴۔ **محل واڑی نظام:** اس نظام کے تحت حکومت پورے گاؤں کو ایک وحدت قرار دے کر گاؤں کے تمام لوگوں پر بحیثیت مجموعی لگان عائد کر دیتی ہے جس کی ادائیگی انفرادی یا اجتماعی طور پر پورے گاؤں پر عائد ہوتی ہے۔ اس نظام میں نمبر دار کی وساطت سے حکومت کو مالیہ ادا کیا جاتا ہے۔ اس نظام کو بھائی چارہ نظام بھی کہتے ہیں۔ یہ نظام صوبہ پنجاب اور خیبر پختونخواہ کے اکثر علاقوں میں رائج ہے[۲۷]۔

پاکستان میں بڑی زمینداریاں:

پاکستان میں زمین کی ملکیت کے حالات یکساں نہیں ہیں بلکہ ہر صوبہ کے حالات میں فرق ہے۔

پنجاب: پنجاب میں جاگیرداری صوبائی عصبیت کی گود میں پروان چڑھی۔ مشرقی پنجاب سے آئے ہوئے چھوٹے بڑے زمینداروں نے علاقے الاٹ کروالیے، کافی زمینوں پر مقامی لوگوں نے قبضہ کر لیا تھا اور یہ سب مال مفت دل بے رحم کے مقولے پر کاربند ہو کر پیداوار بڑھانے اور مزارعین کی حالت بہتر بنانے کے قائل نہیں[۲۸]۔

سندھ: سندھ میں ابھی تک بڑی زمینداری موجود ہے جس کے باعث صوبوں کے دیہی اور شہری حالات میں واضح معاشرتی اور اقتصادی تفریق موجود ہے صوبوں کے مابین کشمکش کا بڑا سبب بھی یہی زمینداری نظام رہا ہے۔ "سندھ کے پورے رقبہ کا اسی فیصد حصہ قلیل التعداد جاگیرداروں کے قبضہ میں ہے"[۲۹]۔ ان کی اراضی کو مزارعین کاشت کرتے ہیں جو ہاری کہلاتے ہیں اور ملکیت زمین کے بارے میں ان کی یہ حالت ہے کہ سندھ میں پچیس لاکھ ہاری ہیں جن کے پاس ایک ایکڑ زمین بھی نہیں ہے[۳۰]۔

خیبر پختونخواہ: صوبہ خیبر پختونخواہ میں زمین کے مسائل کی نوعیت سندھ اور پنجاب سے جدا ہے۔

انیس فاطمہ کے بقول:

"یہاں ابھی تک انگریزوں کے زمانہ کے قوانین کا نفاذ ہے جس کی رو سے وہاں کا مزروعہ علاقہ انہوں نے چند لوگوں کو ان خدمات کے عوض دیا تھا جنہوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی

جدوجہد میں دیسیوں کے خلاف انجام دیں تھیں۔ یہ لوگ بالعموم انعام دار کہلاتے ہیں ہندوؤں کی چھوڑی ہوئی زمینوں پر بھی زیادہ تر انہی لوگوں کا قبضہ ہے"۔[۳۱]

بلوچستان: بلوچستان کے حالات ملک کے دوسرے حصوں کے مقابلہ میں بڑی حد تک نیم جاگیر دارانہ نظام سے مشابہ ہیں کیونکہ آبادی کی ساخت قبائل ہے۔ پورے صوبہ میں جاگیرداری نظام اپنی بھرپور شدتوں اور ہولناکیوں کے ساتھ موجود ہے۔ سارے مزروعہ علاقوں پر چند قبائلی سرداروں کا قبضہ ہے جن سے وہ اور ان کے اقرباء فائدہ اٹھا رہے ہیں۔[۳۲]

پاکستان میں بڑی بڑی زمینداریاں کیسے وجود میں آئیں:

ہمارے ملک کی اکثر بڑی زمینداریاں و جاگیریں اس قبیل سے تعلق رکھتی ہیں جو انہیں عوام دشمنی یا وطن فروشی کے عوض عطا ہوئیں۔ عوام کو ایک پسماندہ نو آبادیاتی نظام کی زنجیروں میں جکڑنے اور اس نظام کو عوامی غصہ کے پر شور طوفانوں سے محفوظ رکھنے کیلئے انگریزوں کو ایک مضبوط اور وفادار طبقہ کی حمایت درکار تھی۔ چنانچہ انہوں نے وطن فروش، غدار، نوابوں، راجوں، مہاراجوں، افسروں، پیروں، سجادہ نشینوں، مذہب کے ٹھیکیدار علماء سُوء کو اور اپنے وفاداروں کو بڑی بڑی جاگیریں دے کر انہیں اپنی حکومت اور نو آبادیاتی نظام کا ستون بنایا۔

عقیل عباسی اس بارے میں لکھتے ہیں:

"اپنی قومی غیرت بیچ کر انگریزی حکومت کے لیے خدمات انجام دیں فوجیں بھرتی کرائیں مجاہدین آزادی کو کچلنے میں ان کا ساتھ دیا، محبّان وطن کی پھانسیوں میں ممد و معاون ثابت ہوئے اور ان کارناموں کے بدلہ میں انہوں نے بڑی بڑی جاگیریں پائیں، انعام و اکرام سے سرفراز ہوئے"۔[۳۳]

انگریز اس سرزمین پر قدم رکھتے ہیں تو ہمارے علماء کرام بھی دو حصوں میں بٹ جاتے ہیں ایک طبقہ انہیں کافر، دجّال قرار دے کر علم جہاد بلند کرتا اور دوسرا طبقہ ان کی خدمت و خوشامد کو اپنا شعار بنالیتا ہے اور جاگیرداری نظام اور انگریزی حکومت کے حق میں فتوے دیتا ہے۔ پہلے طبقہ کو اپنے عقائد کی سزا بھگتنی پڑی، ان راہنماؤں کو توپوں کے منہ سے باندھ کر اڑا دیا گیا جبکہ دوسرا طبقہ فائدہ میں رہا اس نے دین

فروشی کے عوض بڑی جاگیریں، زمینیں اور جائیدادیں انعام میں پائیں۔ موجودہ پیروں اور پیر زادوں کی جاگیریں بھی اس طرح ناجائز ذرائع سے حاصل کی گئی ہیں۔

مشائخ کا اثر ورسوخ قبائلی سرداروں سے بھی زیادہ ہے ایک طرف ان کی بڑی بڑی گدیاں ہیں جن کے ساتھ ہزاروں ایکڑ اراضی ہے اس کے علاوہ عقیدت مندوں کا ایک وسیع سلسلہ ہے جو بعض حالات میں ہندوستان تک پھیلا ہوا ہے۔(۳۴)

خلاصہ کلام یہ کہ پاکستان میں پائی جانے والی اکثر وبیشتر بڑی زمینداریاں انگریزوں کی عنایت خسروانہ ہے اور ملک وقوم سے غداری کا صلہ ہے۔

پاکستان کے زرعی نظام کے اثرات:

پاکستان کا زمینداری نظام جو کہ دوسرے لفظوں میں جاگیرداری نظام ہے۔ ہماری بہت سی قومی وملی برائیوں کا اہم سبب ہے۔ جاگیرداری نظام جہاں بھی رائج ہو وہاں معاشرتی اور معاشی پسماندگی عوام کا مقدر بن جاتی ہے۔

آیئے اب یہ دیکھیں کہ ہمارے ملک میں زمینداری یا جاگیرداری نظام کن کن خرابیوں اور برائیوں کا ذریعہ بنا ہوا ہے۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

1۔ معاشرتی اثرات:

ہمارا زمینداری نظام معاشرہ سے چمٹی ہوئی وہ جونک ہے جو اس کا خون مسلسل چوس رہی ہے' معاشرہ میں افراط وتفریط کی صورت پیدا ہو چکی ہے۔ معاشرہ دو حصوں میں بٹ چکا ہے۔ اس نظام نے ملکی امن وامان کی صورت حال کو تباہی کے کنارے پہنچا دیا ہے۔ جرائم میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔ اس ساری معاشرتی تباہی وبربادی کا باعث یہی زمینداری وجاگیرداری نظام ہے۔

ا۔ طبقاتی تقسیم:

موجودہ زمینداری سے زراعت اور زرعی معیشت سے تعلق رکھنے والے لوگ دو مختلف طبقات میں منقسم ہو گئے ہیں۔ ایک طبقہ جاگیردار اور زمیندار کہلاتا ہے اور دوسرا مزارعین وکاشتکار؛ اول الذّکر طبقہ کو کسی نہ کسی جائز وناجائز طریقہ سے زرعی زمینوں سے متعلق حق ملکیت حاصل ہوتا ہے۔ لیکن وہ اپنی

مملوکہ زمینوں کو خود کاشت نہیں کر رہا ہوتا، بلکہ دوسروں سے بٹائی اور مزارعت پر کاشت کرواتا ہے یا پیداوار کے ایک حصہ کی بجائے کاشتکار سے بطور کرایہ نقد رقم وصول کرتا ہے اور ثانی الذّکر طبقہ ایسے افراد پر مشتمل ہے جو اپنی زیر کاشت اراضی کے مالک نہیں ہوتے لیکن زراعت و کاشتکاری کی جملہ مشقتیں و صعوبتیں وہی برداشت کرتے ہیں اور اس کے عوض پیداوار کا ایک معمولی حصہ پاتے ہیں۔

اس زمینداری نظام نے صرف مالکان اراضی اور کاشتکاروں پر مشتمل دو طبقات کو ہی وجود نہیں بخشا بلکہ مجموعی طور پر معاشرہ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے ایک اَپر کلاس سوسائٹی جو اپنی بود و باش ' رہن سہن' رسم و رواج اور طور طریقوں سے بالکل ایک مختلف مخلوق ہے۔ اس طبقہ کے روح رواں یہی زمیندار ہیں اور دوسرا طبقہ کمتر حیثیت کے مالک لوگوں کا ہے جنہیں کسی طرح بھی قابل التفات نہیں سمجھا جاتا حالانکہ ان پر آبادی کا کثیر حصہ مشتمل ہے۔

اس طبقہ نے تعلیم کو بھی دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ملک میں قائم ہونے والے تعلیمی ادارے دو قسم کے ہیں ایک امراء اور خوش حال طبقہ کے لیے اور دوسرے پسماندہ طبقات کے لیے۔

۲۔ مزارع کی معاشرتی حالت:

کسان یا مزارع کی معاشرتی حالت کو حسب ذیل عنوانات کے تحت بیان کیا جا سکتا ہے۔

غلامی: اللہ تعالی نے ہر انسان کو آزاد پیدا کیا ہے مگر دنیا کے ظالم جاگیر دار و زمیندار اپنے مزارعوں کو پیدا ہوتے ہی اپنا غلام سمجھنا شروع کر دیتے ہیں۔ دیہاتوں میں عملاً وڈیروں' جاگیر داروں اور سرداروں کی عمل داری یا دوسرے الفاظ میں حکومت ہوتی ہے مزارعین، اہل حرفہ اور کھیت مزدور اپنے بیوی بچوں سمیت ان کے محکوم اور غلام ہوتے ہیں۔

بیگار: بیگار کے کام دینا بھی مزارع کی قسمت کا حصہ ہے زمیندار کسی وقت بھی ہاری سے کنویں سے پانی نکالنے' اپنا مکان بنانے یا اس قسم کی کوئی دوسری بیگار لے سکتا ہے۔

رحمت اللہ طارق' بیگار کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"بیگار کی لعنت ہمارے زمیندار طبقہ میں اس قدر راسخ ہو چکی ہے کہ رفتہ رفتہ مفت کام لینے کو اپنا پیدائشی حق سمجھنے لگے ہیں پاؤں دبوانا ہو یا جسم مالش کروانا ہو حقہ بھروانا ہو خواہ گھر کا تمام کام کاج کروانا صرف غریب کسان ہی کے واجبات میں یہ ڈیوٹی شامل ہے۔

بلکہ اس کی بہو' بیٹیاں اور بیوی پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ خلوت ہو خواہ جلوت زمیندار کی خدمت گزاری سے انکار کی مجال نہیں کر سکتیں"۔ (۳۵)

بے بسی اور لاچاری: زمیندار کے سامنے مزارع بالکل بے بس ہوتا ہے اگر وہ اپنی پیداوار ایک نکمے زمیندار کو نہ دے جس کا نام سرکاری کاغذوں میں بطور مالک لکھا ہوتا ہے تو اسے سزا ملتی ہے، ذلیل و خوار کیا جاتا ہے، اس کی عزت و آبرو لوٹی جاتی ہے۔

ہاری جو کئی نسلوں کے لیے زمین کاشت کرتا ہے اسے اس بات کا پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کب تک اس زمین پر ٹھہر سکے گا۔ ڈر اس کی زندگی کا ایک حصہ ہے' قید کا خوف' زندگی' زمین یا بیوی کا خوف۔ ہو سکتا ہے کہ زمیندار اس سے ناراض ہو جائے اور اسے نکال باہر کرے۔ (۳۶)

پاؤں چھونا: ہاری آکر زمیندار کے پاؤں کو ہاتھ لگائے، اس کا مقصد دراصل صرف یہ بتاتا ہے کہ ہاری ایک پنچ مخلوق ہے جو زمیندار کے آگے جھکتی ہے اور اس کے رحم و کرم پر رہتی ہے ہاری زمیندار کے پاؤں چھوتا ہے تو اس کے ذہن میں مالک کل ہوتا ہے کیونکہ ساری زمین کا مالک زمیندار ہوتا ہے جو اسے بھوکا مار سکتا ہے اور بعض حالات میں اس کی جان بھی لے سکتا ہے۔ (۳۷)

جہالت: ہمارے معاشرہ میں مزارع، ہاری، کاشتکار کو سوچ سمجھ کر ناخواندہ رکھا جاتا ہے اسے تعلیم و تنظیم سے الگ تھلگ رکھا جاتا ہے وڈیرے کے اپنے بچے تو یورپ میں پڑھیں گے مگر خود اس کے گاؤں میں پرائمری سکول تک نہ ہوگا۔

اس کے حلقہ رعیت میں کاشتکار زیور تعلیم سے آراستہ نہ ہو سکیں بلکہ وہ اس کے دست نگر رہیں کیونکہ اس کے خیال میں تعلیم بغاوت کے جراثیم پیدا کرتی ہے اور تعلیم حاصل کرنے والی آبادی ان کی ناجائز اور ظالمانہ روش کے ساتھ کبھی سمجھوتہ نہ کر سکے گی۔ (۳۸)

۳۔ زمیندار کی معاشرتی حیثیت:

کسانوں سے بٹائی لینے والے اور ان کا استحصال کرنے والے مالکان امراء کہلاتے ہیں۔ وہی حکومت کا نظام چلاتے ہیں اور اشراف کہلاتے ہیں۔ (۳۹)

یہ وہ طبقہ ہے انصاف جس کی مٹھی میں بند ہوتا ہے روپے سے وفاداریاں خرید تا ہے۔ طاقت کے زور پر من مانیاں کرتا ہے۔ دولت پر ایک مخصوص طبقہ کی گرفت سے استحصال کا دور شروع ہو جاتا ہے

۔ محنت کی کمائی پر عیش پرستوں کا قبضہ ہو جاتا ہے غربت چوراہوں پر دندناتی پھرتی ہے۔ ضمیر مردہ ہو جاتے ہیں حوّا کی بیٹیوں کی سرعام تذلیل ہوتی ہے قانون کی دھجیاں سرعام اڑائی جاتی ہیں۔

ہمارے مزارع اور ہاری جانتے ہیں کہ فلاں راجہ، فلاں چوہدری، فلاں مالک اور پیرزادہ وڈیرہ، خان، سردار بدکردار اور بداخلاق ہے لوگوں کی عزتوں سے کھیلتا ہے لیکن اس کے باوجود معاشی لحاظ سے مجبور ہیں کہ اسی کو ووٹ دیں اور اپنا لیڈر بنائیں۔

ان زمینداروں کا اپنا ایک الگ کلچر ہوتا ہے جس سے ہٹنا ان کے لئے ممکن نہیں۔ ان کی اعلی تعلیم اگرچہ معاشرتی معقول اقدار اور انسانیت کی شائستہ ارتقاء سے وابستہ اصولوں پر مبنی ہوتی ہے لیکن یہ لوگ اس پر عمل نہیں کرتے۔ ندائے کسان میں ہے:

> ”آکسفورڈ، ہارورڈ، بارکلے اور سوربون کی تعلیم بھی اگر یہ لوگ حاصل کرلیں تو اس کا اثر اپنے فیوڈل مزاج پر نہیں ہونے دیتے۔ فیوڈل معاشرت اور اس کے سماجی سٹرکچر پر ان کا ایمان اعلی تعلیم کے بعد کچھ زیادہ ہی مستحکم ہو جاتا ہے“ اور بھی جان پڑ گئی دیدہ ٔامتیاز میں۔ (۴۰)

پاکستانی معاشرہ میں سرمایہ دارانہ طرز استحصال کے مقابلہ میں زمیندارانہ ظلم وجور اور جاگیردارانہ زراعت اور مزارعت کے ”طریق واردات“ سے ہونے والے جبر واستحصال کی مقدار بہت زیادہ ہے لہذا یہاں کسی سماجی انصاف تک کا تصور نہیں کیا جاسکتا جب تک زمینداری وجاگیرداری کے موجودہ نظام کو ختم کرکے ایک بالکل نئے اور منصفانہ بندوبست اراضی کی صورت پیدا نہ کی جائے اس لئے جب تک یہ نظام موجود ہے ستر پچھتر فیصد انسان جاگیرداروں' وڈیروں اور بڑے زمینداروں اور قبائلی سرداروں کے زیر نگین ہیں، دستور مملکت میں درج حقوق شہریت بے معنی ہیں۔

۲۔ سیاسی اثرات:

پاکستان ایک اسلامی جمہوری ملک ہے، جس کا سیاسی نظام عوامی انتخاب پر مبنی جمہوری نظام ہے لیکن کیا واقعی پاکستان میں جمہوریت ہے؟ جمہوریت کیا ہے؟

Democracy is Government of the people, by the people, for the people.

لیکن پاکستان میں پائی جانے والی جمہوریت نہ تو عوام کی ہے نہ عوام پر مشتمل ہے اور نہ عوام کے لئے بنی ہے بلکہ پاکستان کی جمہوریت اس طبقہ کے مفادات کے تحفظ کا ذریعہ ہے جسے زمیندار' جاگیر داریا Orestocracy کہا جاتا ہے۔

در حقیقت سیاسی نظام خواہ کسی بھی ملک کا ہو وہ ہمیشہ معاشی نظام کے تابع ہوتا ہے، پیداواری ذرائع کی ملکیت محنت کشوں کے پاس ہے تو جمہوریت عوامی ہوگی اور اگر پیداواری ذرائع کی ملکیت سرمایہ داروں اور جاگیر داروں کے پاس ہوگی تو جمہوریت بھی سرمایہ دارانہ وجاگیر دارانہ ہوگی اگر معاشی نظام نیم سرمایہ دارانہ اور نیم جاگیر دارانہ ہے تو جمہوریت بھی نیم دروں اور نیم بروں ہوگی۔

۱۹۴۷ء سے آج تک پاکستان سیاسی تجربات کی بھٹی بنا رہا ہے جمہوریت، مارشل لاء، کنٹرولڈ جمہوریت، جماعتی انتخاب، غیر جماعتی انتخاب؛ غرض کون سا ایسا نظام ہے جو ہم نے نہیں اپنایا مگر کسی بھی سیاسی تجربہ سے ہمیں صحیح اور صحت مند سیاسی قیادت مہیا نہ ہو سکی۔ لوگ آتے جاتے رہے لیکن قیادت میں تسلسل اور استحکام پیدا نہ ہو سکا اور نہ قیادت میں داخلی اور بیرونی چیلنجوں سے عہدہ برا ہونے کی سکت پیدا ہو سکی۔ حالانکہ قیام پاکستان کے وقت یہاں کے لوگوں میں جوش، جذبہ، ایثار و قربانی جیسی صفات کی کمی نہ تھی جو کہ ایک زندہ قوم کے لئے درکار ہوتی ہیں۔ تحریک خلافت سے تحریک پاکستان تک ہر مرحلہ پر جاگیر دار طبقہ کے مقابلہ میں عوام اور متوسط طبقہ کے نمائندہ افراد سیاست پر چھائے رہے لیکن جب پاکستان بن گیا تو وہ سب زمیندار و جاگیر دار، خان، سردار جو عوام یا متوسط طبقہ کے ہاتھوں پٹ گئے تھے بساط سیاست پر نہ صرف نظر آنے لگے بلکہ روز بروز ان کا اقتدار اور اختیار بڑھتا گیا اور بڑھتا چلا جا رہا ہے۔

موجودہ زمینداری نظام کے سیاسی اثرات کو ذیل کے عنوانات سے واضح کیا جاتا ہے۔

جمہوریت کی ناکامی:

قیام پاکستان کو ۷۴ برس کا عرصہ بیت چلا ہے اس دوران تقریباً کئی سال ہم نے مارشل لاء کے تحت گزارے اور باقی کئی سال لولی لنگڑی جمہوریت رہی جبکہ اس کے مقابل ہمارے ہمسایہ ملک بھارت میں جمہوریت کی جڑیں بہت مضبوط ہیں اس کی وجہ وہاں جاگیر داری نظام کا خاتمہ ہے، قیادت اہل لوگوں کے ہاتھوں میں آئی۔ سرداریاں ختم ہو گئیں اور اچھے لوگ سامنے آرہے ہیں۔

اقتدار پر قبضہ:

پاکستانی سیاست پر ہمیشہ سے جاگیرداروں وزمینداروں کا قبضہ رہا ہے۔اسمبلیوں میں ان کی نشستیں، جائیداد کی طرح محفوظ ہوتی ہیں۔ وڈیرے' جاگیردار اور زمیندار چونکہ اپنے علاقوں کے آمر ہوتے ہیں اس لئے وہاں صرف وہی الیکشن لڑتے ہیں اور کامیاب ہو کر وفاقی اور صوبائی اسمبلیوں میں جاتے ہیں۔ اپنی مرضی سے وزارتیں بناتے ہیں اور دیہاتوں کے علاوہ شہروں پر بھی حکومت کرتے ہیں۔

مشرقی پاکستان کی علیحدگی:

پاکستان ۱۹۷۱ء میں انہی جاگیرداروں وزمینداروں کی وجہ سے اپنا ایک بازو کھو بیٹھا۔ مشرقی پاکستان میں ۱۹۵۰ء کی زرعی اصلاحات پر صرف ایک سال بعد ہی عملدرآمد شروع ہو گیا جس کے تحت ملکیت ارض اور قبضہ کے نظام میں بہت سی ترقی پسندانہ اصطلاحات شامل کی گئیں اس قانون کی دفعات کے تحت کاشتکار مزارعین اور مملکت کے مابین لگان وصول کرنے والے مفادات موقوف ہو گئے اور آئندہ اس قسم کے مفادات کا دوبارہ سر اٹھانے کا سدّباب کر دیا گیا، اراضی کے قبضۂ خاص کی زیادہ سے زیادہ حد مقرر کر دی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں سرداریاں ختم ہو گئیں اور سیاست میں ترقی پسند اور انقلابی طبقہ کے عمل دخل کا روز افزوں اضافہ ہوا، یہ امر مغربی پاکستان کے حکمرانوں کیلئے پریشانی کا باعث تھا۔

مختلف طبقوں کے نمائندوں کی حیثیت سے مشرقی اور مغربی پاکستان کے رہنما متضاد نظریات اور عزائم کے حامل تھے اور ان کے لئے ایک دوسرے کے مسائل کی صحیح تفہیم ممکن نہ تھی۔ لہٰذا مشرقی پاکستان علیحدہ ہو گیا۔

اسلامی معاشرہ کی تشکیل میں رکاوٹ:

ان زمینداروں، وڈیروں اور جاگیرداروں سے یہ امید رکھنا کہ وہ ملک میں قرآن وسنت کے مطابق صلوٰۃ وزکوٰۃ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نظام قائم کریں گے اور ان بنیادوں پر اسلامی معاشرہ کی تشکیل نو اور تعمیر کریں گے۔

ایں خیال است و محال است و جنوں

۳۔ معاشی اثرات:

کسی بھی معاشرہ میں اگر معاشی عدل کا فقدان اور اقتصادی میدان میں ظلم واستحصال کی بھٹی گرم ہو اور انسان قرآن کی اصطلاح مترفین اور محرومین کے طبقات میں تقسیم ہو کر رہ جائے تو سماجی، سیاسی، اور ریاستی انصاف کے تمام دعوے باطل اور کھوکھلے قرار پاتے ہیں ملکی معیشت تباہ ہو جاتی ہے، نچلے اور درمیانے طبقہ کے لئے جسم وجان کا رشتہ بر قرار رکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔

مزارع کی معاشی حالت:

انسان کی حیثیت اس کائنات میں پائے جانے والے وسائل رزق کے امین کی ہے اور دہقان اس عالمگیر رزق رسانی کے ظاہری اسباب میں ایک اہم کڑی کی حیثیت رکھتا ہے۔ دہقان کا معاشرتی مقام نہایت اعلیٰ و ارفع ہونا چاہیے کیونکہ وہ سینۂ زمین کو چیر کر لعل و گوہر پیدا کرنے والی ذات ہے جبکہ ہمارے معاشرے میں اسے بحیثیت انسان بھی مقام حاصل نہیں۔ دو وقت کھانے کے لئے روٹی اس کے پاس نہیں ہوتی۔ کچے گھروندے میں سر چھپائے بیٹھا رہتا ہے ایسے گھروندے جو کبھی بارشوں کی یلغار سے، کبھی دریاؤں کی طغیانی سے اور کبھی آگ کے جان لیوا شعلوں سے جل کر خاکستر ہو جاتا ہے جن کی عورتیں فیشن کی وجہ سے نہیں بلکہ چادر کی کمی کی وجہ سے عریانی کی حدود کو چھوتی ہیں جن کی اولاد گلیوں کے آوارہ کتوں کے ساتھ کھیلنے پر مجبور ہے کیونکہ ان کے لئے کوئی سکول نہیں۔ مزارع کی معاشی تنگدستی کا یہ عالم ہے کہ اس کے لئے جسم وجاں کا رشتہ بر قرار رکھنا مشکل ہے ساری زندگی جاگیر دار کے لئے کماتا ہے اور نسل در نسل یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کھیت سے کسان کو روزی نہ ملنے کی وجہ کوئی بھی ہو معاشرتی، اخلاقی، فنی، تکنیکی یا معاشی، قابل صد نفرین ہے جس کی وجہ سے خدا کا غضب نازل ہوتا ہے۔

ہر معاشی ماحول اخلاق و کردار پر گہرا اثر ڈالتا ہے اگر معاشی ماحول ایسا ہے کہ آبادی کا بڑا حصہ اچھی غذا حاصل نہیں کر سکتا نہ تن ڈھانک سکے نہ کوئی ڈھب کا جھونپڑا میسر آسکے تو وہ قوم کے اخلاق کو گھن کی طرح کھا جاتا ہے۔ روزی کا محتاج انسان اس بات پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اخلاق کی بڑی بڑی قدروں کو چند ٹکے کے عوض فروخت کر دے۔ جسے اپنے بچوں کا پیٹ پالنا ہو اسے یہ درس دینا کہ قرض لے کر مکرنا نہیں چاہیے یا چوری نہیں کرنی چاہیے غیر متعلق نصیحت ہے۔

ہاری زرعی ماحول چونکہ معاشی انصاف سے دور کی بھی نسبت نہیں رکھتا اس لئے کوئی تعجب نہیں کہ ہمارا اخلاقی معیار قرون اولیٰ کی نسبت بہت پست ہے۔[۴۱]

زرعی ترقی کی راہ میں رکاوٹ:

> "آج زمیندار زراعت میں نہ صرف کوئی تعمیری کردار ادا نہیں کر رہا بلکہ اس کا وجود زمین کی ترقی کے راستہ میں بڑا روگ بن گیا ہے"۔[۴۲]

زرعی ترقی میں رکاوٹ کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہمارے مالکان زمین مزارعین کو جو ان کی محنت کا صلہ اور سہولیات دیتے ہیں وہ اس قدر ناکافی ہوتی ہیں کہ اس کے لئے زمین کو دلجمعی سے کاشت کرنا ممکن ہی نہیں ہوتا، مثلاً کاشتکار کو اس امر کی کوئی ضمانت نہیں ہوتی کہ زمیندار کب تک اسے اپنی زمینوں پر کاشت کرنے دے گا۔ کیونکہ زمیندار جب چاہے منٹوں میں کاشتکار کو زمین سے بے دخل کر سکتا ہے جس کو اس کی کئی نسلیں کاشت کرتی چلی آرہی ہیں۔ یہ عدم تحفظ کا احساس اس کے ذہن کو پراگندہ کر دیتا ہے اور وہ کاشتکاری میں پوری دلچسپی نہیں لیتا۔

اکثر زمیندار چونکہ اپنی زمینوں پر موجود نہیں رہتے اس لئے اس کی ترقی میں کوئی دلچسپی نہیں لیتے، ان کی رہائش شہروں اور قصبوں میں ہوتی ہے اور اراضی کا انتظام اپنے کارندوں کے ہاتھ میں چھوڑ دیتے ہیں جن کو نہ مزارعین سے کوئی ہمدردی ہوتی ہے اور نہ اراضی کو بہتر بنانے سے کوئی سروکار وہ صرف رقم حاصل کرنے میں دلچسپی لیتے ہیں جس کی وجہ سے کاشتکاری وزراعت کی ترقی کے لئے کوئی اقدامات نہیں کئے جاتے۔ جاگیر دار نے آج تک اپنے علاقہ میں کاشتکار کی فلاح و بہبود کے لئے کوئی ادارہ قائم نہیں کیا ہے۔

ارتکاز دولت:

ہمارے زمینداری نظام کی یہ خوبی ہے کہ دولت واقتدار ان میں جمع ہو جاتا ہے زمیندار گاؤں میں "دیہہ خدا" ہوتے ہیں جو لوگوں کے رزق کے (بزہم خود) مالک ہوتے ہیں۔ انیس فاطمہ لکھتی ہیں:

"اس نظام نے چند لوگوں کو دیہہ خدا بنا کر مظلوموں کا خون چوسنے کے لئے مسلط کر دیا ہے"[۴۳]۔

زرعی سودی نظام:

سود کاری یا ساہوکاری کے جدید ادارے جو بینک کہلاتے ہیں زیادہ تر ۱۸ یا ۲۰ فیصد شرح حساب سے سود لیتے ہیں جب کہ چھوٹے بڑے زمیندار مزارعت یا بٹائی کے نام پر سو فیصد شرح کے حساب سے سود لیتے ہیں، دلیل یہ ہے کہ اپنے مزارعوں سے کل پیداوار کا نصف حصہ بٹائی کے نام پر وصول کرتے ہیں علاوہ بریں باقی نصف پیداوار کا وافر حصہ بھی سستے داموں خرید کر مہنگے داموں بیچ ڈالتے ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اس جاگیردارانہ اور زمیندارانہ ذہنیت نے زندگی کے ہر شعبہ کو بُری طرح متاثر کیا ہے زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جہاں عدل وانصاف اور مساوات کا دور دورہ ہو زندگی کی ساری آسائشیں مراعات یافتہ طبقہ کے لئے وقف ہو کر رہ گئی ہیں۔ دولت کے ارتکاز نے تمام آدمیوں سے زندہ رہنے کا حق بھی چھین لیا ہے۔ ۶۵ سال بعد بھی عام آدمی کی حالت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی اور لوٹ کھسوٹ کا رجحان فروغ پذیر ہے ناجائز ذرائع سے دولت کمانے کی ہوس میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ بد دیانتی، سمگلنگ، چور بازاری، ذخیرہ اندوزی، ملاوٹ، منشیات فروشی اور تمام اخلاقی وسماجی سیاسی برائیوں کی جڑ یہی زمینداری وجاگیرداری نظام ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، دار صادر للطباعۃ والنشر، بیروت، لبنان ۱۳۸۸ھ، ص:۱/۴۲

۲) زرعی انسائیکلوپیڈیا، اردو سائنس بورڈ، لاہور پاکستان، ۱۹۸۹ء، ص:۴۳۲

۳) سورۃ ابراہیم:۳۷

۴) ابن منظور، لسان العرب، دار صادر، بیروت، ص:۸/۱۴۱

۵) المرغینانی، علی بن ابی بکر، کتاب الہدایۃ، کتاب المزارعۃ، مکتبہ شرکۃ علمیہ، ملتان،، ص:۴/۳۳۷

۶) ابنِ خلدون، عبد الرحمٰن بن محمد بن خلدون، تاریخ ابنِ خلدون، ص:۲/۳۸۳

۷) ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب ۱۵، رقم الحدیث: ۲۰۷۲

۸) مسلم بن حجاج القشیری، صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، ص: ۳/۱۱۸۹، رقم الحدیث: ۱۵۵۳

۹) علامہ یوسف القرضاوی، اسلام میں حلال وحرام، شمس پیرزادہ، الدار السلفیہ، بمبئی، انڈیا، ص:۲/۱۷۱

۱۰) محمد بن جریر طبری، تاریخ الامم والملوک، ص: ۲/۲۲۶

۱۱) ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، ص: ۳۵

۱۲) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/۲۶۷

۱۳) ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، کتاب الوقف ، ص: ۱/۳۸۹

۱۴) ایضاً، کتاب المناقب، ص:۱/۳۱۶

۱۵) ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، ص: ۸۸

۱۶) ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، کتاب المزارعۃ ص: ۱/۳۱۷

۱۷) ایضاً، ص: ۳۱۲، نیز طحاوی، ص:۲/۲۶۲

۱۸) علی المتقی بن حسام الدین، کنز العمال، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، لبنان، ص:۴/۲۳۴

۱۹) ابو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابنِ ماجہ، ص: ۱۷۹

۲۰) ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، ص: ۱۰۷

۲۱) ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، کتاب المزارعۃ ، ص:۱/ ۳۱۷

۲۲) ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، ص: ۱۰۷

۲۳) ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، الجامع ترمذی، میر محمد کتب خانہ، کراچی، پاکستان، ص: ۱/۱۶۶

۲۴) اصلاحات اراضی ۳، حکومت پاکستان پلاننگ بورڈ، اسلام آباد

۲۵) ایضاً

۲۶) ایضاً، ۴

۲۷) ایضاً، ۵

۲۸) انیس فاطمہ، پاکستان کا معاشی پس منظر، ص: ۸۰

۲۹) اصلاحات اراضی، ۵، حکومت پاکستان پلاننگ بورڈ اسلام آباد

۳۰) انیس فاطمہ، پاکستان کا معاشی پس منظر، ص: ۷۵

۳۱) ایضاً، ص: ۸۴

۳۲) انیس فاطمہ، پاکستان کا معاشی پس منظر، ص:۸۶

۳۳) عقیل عباسی، پاکستان کے سیاسی وڈیرے، فرنٹئیر پوسٹ پبلیکیشنز، لاہور، پاکستان، ۱۹۹۳ء، ص:۱۷

۳۴) محمود مرزا، سندھ میں سیاسی طوفان، ص: ۱۰۷

۳۵) رحمت اللہ طارق، زمینداری، جاگیرداری اور اسلام، البیان، لاہور، پاکستان، ص: ۲۰۲

۳۶) مسعود کھدرپوش، ہاری رپورٹ (آج اور کل) ص: ۳۴، ۳۵

۳۷) ایضاً، ص: ۳۶

۳۸) منہاج، اکتوبر ۱۹۸۹۔ ص:۶۷۔ اصلاحات اراضی، ۳۱، حکومت پاکستان پلاننگ بورڈ اسلام آباد

۳۹) مبشر حسن، پاکستان کے جعلی حکمران طبقے، ص: ۲۹

۴۰) ندائے کسان (ماہنامہ) اگست ۱۹۹۳ء

۴۱) محمود احمد، مسئلہ زمین اور اسلام، طبع: ص: ۶۵ ادارہ ثقافت اسلامیہ

۴۲) ایضاً، ص:۱۳۷

۴۳) انیس فاطمہ، پاکستان کا معاشی پس منظر، ص: ۱۱۹

****

الہامی مذاہب میں مشترکہ اخلاقیات کا تصور

Common Ethical concepts of Revealed Religions

ڈاکٹر آسیہ رشید*

ABSTRACT

The purpose of this paper is to guide about the main reason of clashes between revealed religions in the society. We do not clarify our vision regarding religion. People do not know about the basic ethics of our religions. So, it creates moral illness in the society. We have narrow approaches about religion and took it in very conservative thoughts. For getting out of extreme level of destruction and moral degradation it is necessary to build a universal society which consists of those social values which are common in all religions. People are inclined towards ills and far away from God that is why our society is a victim of destruction. These ills made them to go far away from God and religion. In the present era the situation is the same, people do not understand the religion properly. Only through this proper understanding, destruction, prejudice, extremism and cruelty can be removed from the society.

All the religions have some common features as justice, honesty, courtesy, patience etc these features are the ethical as well as religious codes of a society and if all people follow these features an ideal society can be established. This study covers revealed religions all around the world.

Keywords: Justice, Piety, Honesty, Patience, Courtesy, Ethics.

---

* لیکچرار شعبہ علومِ اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگو یجز، اسلام آباد

بنی نوع انسان کی رشد و ہدایت کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصدِ عظیم انسانی ذہنوں کی تربیت اور اصلاح معاشرہ تھا جو اخلاق حسنہ کے ذریعے سے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس کی تعلیم تمام انبیاء کرام نے دی چونکہ اخلاق حسنہ سے مزین افراد کی ہر معاشرے کو ضرورت ہوتی ہے چنانچہ اسی مقصد کے لئے انبیاء تشریف لائے عصر حاضر میں الہامی مذاہب کے پیروکار اللہ کی دی ہوئیں، تعلیمات سے دور ہیں بین الاقوامی معاشرہ کے بگاڑ کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہے۔

انتہا درجے کی بگاڑ کی سطح اور اخلاقی تنزلی و پستی سے نکلنے کے لئے ضروری ہے کہ ایسے بین الاقوامی معاشرے کا قیام عمل میں لایا جائے جو اوصاف حمیدہ سے مزین ہو، مشترکہ اخلاقی اقدار جس کی تعلیم تمام الہامی مذاہب نے دی، پر عمل ہی معاشرے کے افراد کے سکون اور امن کا ضامن ہو سکتا ہے اور بین الاقوامی معاشرے میں بگاڑ، تعصب، انتہا پسندی اور ظلم کا خاتمہ کر سکتا ہے۔ حسن اخلاق سے آراستہ ہونا اعلیٰ صفت انسانی ہے ضروری ہے کہ الہامی مذاہب کے پیروکار حسن اخلاق کا مظاہرہ کریں۔

اخلاق کا مفہوم:

لغوی تعریف: اخلاق کا مادہ خلق (خ۔ل۔ق) ہے۔ اخلاق خلق کی جمع ہے جسکے معنی عادات و کردار طبیعت، مروت و عادت کے ہیں۔

ابن منظور لسان العرب میں اخلاق کے معنی اس طرح بیان کرتے ہیں:

"وَهُوَ الدِّين والطبْع وَالسَّجِيَّةُ، وَحَقِيقَتُهُ أَنه لِصورة الإِنسان الْبَاطِنَةِ وَهِيَ نفْسه وأَوصافها وَمَعَانِيهَا المختصةُ بِها"(۱)

ترجمہ: خلق کا معنی ہے دین فطرت اور طبیعت اور یہ انسان کی اندرونی کیفیت ہے اور اس کو اس کے اوصاف اور مخصوص معنی کو خلق کہتے ہیں جس طرح کہ اس کی ظاہری شکل وصورت کو خلق کہا جاتا ہے۔

تاج العروس میں ہے۔"الخَلِيقَةُ: الطَّبِيعَةُ يُخْلَقُ بهَا الإِنْسانُ"(۲)

ترجمہ: خلیقہ کی جمع خلائق ہے اس کا معنی طبیعت ہے جس پر انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔

اصطلاحی تعریف: شاہ ولی اللہؒ اخلاق کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں کہ:

"خلق انسان کی اس کیفیت کا نام ہے جو اس کی طبیعت کے مختلف اوصاف و حالات کو جدوجہد کر کے اپنی جانب راجع کرے۔" (۳)

امام رازیؒ فرماتے ہیں:

"الْخُلُقُ مَلَكَةٌ نَفْسَانِيَّةٌ يَسْهُلُ عَلَى الْمُتَّصِفِ بِهَا الْإِتْيَانُ بِالْأَفْعَالِ الْجَمِيلَةِ"(۴)

ترجمہ: خلق ایسی باطنی کیفیت اور ملکہ کو کہتے ہیں جس سے پاکیزہ اعمال صادر ہوتے ہیں۔

ماوردی کے نزدیک:

"الأخلاق غرائز كامنة ، تظهر بالاختيار ، وتقهر بالاضطرار" (۵)

سید شریف جرجانی اس کی اصطلاحی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عبارة عن هيئة للنفس راسخة تصدر عنها الأفعال بسهولة ويسر من غير حاجة إلى فكر ورويَّة، فإن كان الصادر عنها الأفعال الحسنة كانت الهيئة خلقًا حسنًا، وإن كان الصادر منها الأفعال القبيحة سميت الهيئة التي هي مصدر ذلك خلقًا سيئًا" (۶)

ترجمہ: خلق نفس کی اس راسخ کیفیت کا نام ہے جس سے بغیر سوچے سمجھے بڑی آسانی سے افعال صادر ہوتے ہیں اور اگر یہ کیفیت ایسی ہے کہ اس سے عقلی اور شرعی لحاظ سے آسانی کے ساتھ خوبصورت اعمال صادر ہوں تو ایسی کیفیت " اچھا خلق" کہلاتی ہے اور اگر اس سے اعمال برے صادر ہوں تو ایسی کیفیت "برا خلق" کہلاتی ہے۔

جاحظ فرماتے ہیں:

"حال النفس، بها يفعل الإنسان أفعاله بلا روية ولا اختيار"(۷)

ترجمہ: خلق نفس کی وہ حالت ہے جس کی وجہ سے انسان بغیر سوچے سمجھے اور بغیر اختیار کے کام کرے۔

وارث سرہندی کے بقول:"اخلاق خلق کی جمع ہے اس سے مراد عادتیں، خصلتیں، خوش خوئی، ملنساری، کشادہ پیشانی سے ملنا، خاطر مدارت، آؤ بھگت، اور علم الاخلاق سے مراد وہ علم جس میں معاد ومعاش تہذیب نفس سیاست مدن وغیرہ کی بحث ہو۔" (۸)

گویا اخلاق سے مراد عادات حسنہ اور اعلیٰ کردار ہے، ایک مخصوص طرزِ حیات، قاعدہ قرینہ اور وضع بود و باش ہے۔ اخلاقیات کے متعلق الہامی مذاہب کی کتب کیا ہدایات لکھی گئی ہیں یا ان کے پیروکار کس قسم کی اخلاقیات اپنانے کے پابند ہیں اس کا تذکرہ تینوں مذاہب کی موجودہ کتب میں بھی ملتا ہے اسلئے کہ اخلاقیات بہتر کرنے سے یہ ایک دوسرے کو برداشت کرنے کی صلاحیت پیدا کر کے معاشرے کی بھلائی میں مدد و معاون ثابت ہوسکتے ہیں چنانچہ تینوں مذاہب کی مشترکہ اخلاقیات کا مفصل تذکرہ کچھ یوں ہے۔

یہودی نظام اخلاق:

یہودیت ایک الہامی مذہب، اس کا منبع اور اسلام کا منبع ایک ہی ہے۔ اسلام اور یہودیت کی تعلیمات میں مماثلت ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ یہودیت تدریجی مراحل کا ایک مرحلہ اور اسلام اس تدریج کی انتہا ہے۔ یہودی مذہب کی رو سے انسان مجبور نہیں بلکہ خود مختار ہے کہ چاہے وہ نیکی کی طرف چلے یا برائی کی راہ پر گامزن ہو۔ یہودیوں کی اخلاقیات کی عمارت دینیات کے ستونوں پر قائم تھی اور اس کی بنیاد مذہبی رنگ کے اصول پر یہودیت نے آئین و قوانین، تنظیم الٰہی کا خلاصہ ما حصل، نتیجہ یا اوامر ایزدی کی تعمیل، مفہوم اخلاق کو قرار دیا تھا اور اسی بنا پر یہ خیال پھیل گیا کہ کردار انسانی کی رہبری کیلئے وضع کردہ قانون و آئین و قواعد کی پیروی لازم و واجب ہے۔ یہودیت کی رو سے فضائل اخلاق و رزائل اخلاق کا مختصر تذکرہ کچھ یوں ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے احکام عشرہ (Ten commandments) جو انہیں کوہ سینا پر عطا ہوئے یہ احکام عشرہ یہودی مذہب کی بنیاد ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔ خدا کے سوا کسی کو معبود نہ بنانا۔

۲۔ کسی جاندار کی صورت نہ بنانا اور نہ اسے سجدہ کرنا۔

۳۔ خدا کے نام کی تعظیم کرنا، بے فائدہ اس کا نام نہ لینا۔

۴۔ سبت کے دن کی تعظیم کرنا، چھ دن کام اور ساتویں دن کوئی کام نہ کرنا۔

۵۔ خون نہ بہانا۔

۶۔ ماں باپ کی عزت کرنا۔

۷۔ زنا نہ کرنا۔

۸ ۔چوری نہ کرنا۔

۹۔ اپنے پڑوسی کے خلاف جھوٹی گواہی نہ دینا۔

۱۰۔ اپنے پڑوسی کے مکان، بیوی، خادم، خادم، مویشی اور چیز کی طرف لالچ کی نگاہ نہ ڈالنا (۹)۔

یہ احکام عشرہ سادہ تھے اور ان پر عمل کرنے کا مقصد یہ تھا کہ خدا کی وحدانیت کو قائم کیا جائے اور ایسے معاشرے کی تشکیل کی جائے جس میں انسان کی عزت اور پڑوسی کے حقوق کی حفاظت ہوتی ہو(۱۰)۔یہ احکام عشرہ یہودی مذہب کی جڑ ہیں اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو سب سے پہلے یہی احکام نازل کئے تھے اس لئے یہود میں ان کی بہت اہمیت ہے اور قرآن پاک آیات سے باقاعدہ ہمیں ان کی تصدیق بھی مل جاتی ہے، جب ہم وسیع النظر سے دیکھیں تو دنیا کے تمام ممالک سے یہود کے روابط چاہے وہ مسلم ممالک کی شکل میں ہوں یا غیر مسلم ممالک یا دیگر یہود کو انہی احکام عشرہ کی تلقین کی گئی ہے، تالمود تو بعد کی بات ہے یہود کو ان احکام عشرہ پر عمل کر کے دنیا کے تمام ہمسایہ ممالک کو مزید کسی ایسی مشکل میں ڈالنے سے گریز کرنا چاہیئے جس سے دیگر اقوام کی دل آزاری ہوتی ہو یا ظلم ہو، کیونکہ یہود جس کتاب پر آج عمل کرتے ہیں وہ عہد نامہ قدیم ہے۔احکام عشرہ اور عہد نامہ قدیم میں جابجا ہمیں فضائل اخلاق کا تذکرہ ملتا ہے جن میں سے چند اہم فضائل اخلاق کا تذکرہ درج ذیل ہے۔

☆ **والدین کی عزت و تکریم:** بائبل مقدس کے مطابق آدمی کے والدین قادر مطلق خدا کے ساتھ برابر کی عزت و تعظیم کے مستحق ہیں یہودی مذہب میں اولاد و والدین کے باہمی تعلقات پر مثبت زور دیا گیا ہے اولاد کے لئے ماں باپ کی فرمانبرداری لازمی قرار دی گئی۔ خروج میں لکھا ہے ”تو اپنے باپ اور ماں کی عزت کرنا تاکہ تیری عمر۔۔ دراز ہو “(۱۱)۔ اسی طرح کتاب احبار میں ہے: ”اور جو کوئی اپنے ماں باپ پر لعنت کرے وہ۔۔مارا جائے اس نے اپنے ماں یا باپ پر لعنت کی ہے......... “(۱۲) ربیون نے کہا: آدمی کے تین دوست ہوتے ہیں خدا، باپ اس کی ماں وہ جو اپنے والدین کی عزت کرتا ہے وہ میری عزت کرتا ہے “(۱۳)

☆ **عدل و انصاف:** عدل دنیا کے تمام معاشروں اور ریاستوں کی ضرورت ہے اسی لئے اس کا ذکر ہمیں دنیا کے تقریباً ہر مذہب میں ملتا ہے اسی طرح یہودی مذہب کی تعلیمات میں بھی ملتا ہے مثلاً مقدمات میں عدل و

انصاف کا حکم دیا گیا اور فیصلہ امانت داری اور راستی سے کرنے کا حکم ہے "تو اپنے کنگال لوگوں کے مقدمے میں انصاف کا خون نہ کرنا' جھوٹے معاملے سے۔ اور بے گناہوں اور صادقوں کو قتل نہ کرنا" (۱۴)

ہر انسان اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہے اور یہ عین عدل ہے اس کی تعلیم ہمیں یہودیت میں بھی ملتی ہے۔ "بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور نہ باپ بیٹے کے گناہ کا بوجھ' صادق کی صداقت اسی کے لئے ہو گی"(۱۵)۔ اسی طرح عادل بادشاہ کی خوبی بھی بتائی گئی کہ "بادشاہ عدل سے اپنی مملکت کو قیام بخشتا ہے"(۱۶)۔

☆ **حلم و ہمدردی:** ایک انسان کو دوسرے انسان کے دکھ درد میں سے ہمدردی کرنی چاہئے اور حلم کا مظاہرہ بھی اپنے عمل سے کرنا چاہیے۔ "اور تم مسافر کو نہ توستانا، نہ اس پر ستم کرنا اس لئے کہ تم بھی ملک مصر میں مسافر تھے۔ تم کسی بیوہ یا یتیم لڑکے کو دکھ نہ دینا اگر تم ان کو کسی طرح سے دکھ دے اور وہ مجھ سے فریاد کرے تو میں ضرور ان کی فریاد سنوں گا"(۱۷)۔ "اور تم، خداوند اپنے خدا کی عبادت کرنا تب وہ تیری روٹی اور پانی پر برکت دے گا۔ اور میں تیرے بیچ سے بیماری کو دور کر دوں گا۔ میں ان سب لوگوں کو جن کے پاس تو جائے گا شکست دوں گا۔۔ کہ تیرے سب دشمن تیرے آگے اپنی پشت پھیر دیں گے"(۱۸)

☆ **دشمن سے حسن سلوک** "اگر تیرے دشمن کا بیل یا گدھا تجھے بھٹکتا ہوا ملے تو ضرور اسے اس کے پاس لے آنا' اگر تو اپنے دشمن کے گدھے کو بوجھ کے نیچے دبا ہوا دیکھے اور اس کی مدد کرنے کو جی بھی نہ چاہتا ہو تو بھی اسے ضرور مدد دینا"(۱۹)۔

☆ **احسان کرنا** "اگر راہ چلتے اتفاقاً کسی پرندہ کا گھونسلا درخت یا زمین پر بچوں یا انڈوں سمیت تجھ کو مل جائے اور ماں بچوں یا انڈوں پر بیٹھی ہوئی ہو تو بچوں کو ماں سمیت نہ پکڑ لینا۔ بچوں کو تو لے لے، پر ماں کو ضرور چھوڑ دینا تاکہ تیرا بھلا ہو اور تیری عمر دراز ہو۔ جب تو کوئی نیا گھر بنائے تو اپنی چھت پر منڈیر ضرور لگانا تاکہ یہ نہ ہو کہ کوئی آدمی وہاں سے گرے اور تیرے سبب سے وہ خون تیرے ہی گھر والوں پر ہو"(۲۰)

☆ **پڑوسی سے حسن سلوک:** پڑوسی کو ہر مذہب اہمیت دیتا ہے اور ممالک بھی پڑوسی ہیں، چنانچہ لکھا ہے: "تو اپنے پڑوسی کے خلاف جھوٹی گواہی نہ دینا، تو اپنے پڑوسی کے گھر کا لالچ نہ کرنا۔ تو اپنے پڑوسی کی بیوی کا لالچ نہ کرنا۔ اور نہ اس کے غلام اور اس کے لونڈی اور اس کے بیل اس کے گدھے کا اور نہ اپنے پڑوسی کی کسی اور چیز کا لالچ کرنا"(۲۱)

☆ **بیوی سے سلوک:** ”خدا فرماتا ہے میں طلاق سے بیزار ہوں اور اس سے بھی جو اپنی بیوی پر ظلم کرتا ہے اسلئے رب الافواج فرماتا ہے تم اپنے نفس سے خبر دار رہو تا کہ بیوفائی نہ کرو“(۲۲)

☆ **صدقہ وخیرات کی تعلیم:** ”جب تم خداوند کے شکرانے کا ذبیحہ قربانی کرو تو اسے اس طرح قربانی کرنا کہ تم مقبول ٹھہرو “(۲۳)

تالمود میں ربیوں کی تعلیم میں لکھا گیا ہے:

” ایک شخص کے ساتھ کسی امید یا واپسی کی خواہش کے بغیر ہمدردی کرنا احسان اور فیض رسانی کا ایک عمل ہے۔۔ کسی شخص پر احسان کرنا جس کی ہم مدد کرنے پر مجبور نہیں ہیں ہیں اور اپنی مشکل میں کسی شخص پر احسان کرنا اور اسے فائدہ پہنچانا جس کا وہ مستحق ہے “(۲۴)

خیرات فیض رسانی کی ایک قسم ہے، لیکن یہ صرف غریب اور محتاج کے لئے ہوتی ہے جبکہ فیض رسانی غریب امیر اور بلند و پست مرتبے والے کے لئے۔۔ تین طرح سے فیض رسانی خیرات سے بہتر ہے۔ جیسا کہ یہ لکھا ہے: ”خداوند نے بیمار کی تیمارداری کی‘ خداوند ممرے کے بلوتوں میں نظر آیا۔۔ اس لئے ہمیں اسی طرح کرنا چاہیے۔ خداوند ماتم کرنے والے کو تسلی دیتا ہے اور ابراہیم کی وفات کے بعد خدا نے اس کے بیٹے اسحاق کو برکت بخشی۔۔ ایک اور ربی نے کہ ”جو اپنی استطاعت کے مطابق خیرات نہیں کرتا سزا پائے گا“(۲۵)

☆ **مہمان نوازی اور شکر گزاری:** مہمان نوازی فیض رسانی کا دوسرا وصف ہے۔ ابراہیم نے اپنے گھر کو مسافروں کے لئے کھولا اور ان کی مہمان نوازی کی۔ میرا شکریہ ادا نہ کرو کیونکہ میں اس جگہ کا مالک نہیں ہوں بلکہ خدا کا شکر ادا کرو جس نے زمین اور آسمان بنائے۔ ایک اور ربی نے کہا: یہ خدا کی نظر میں بھلا ہے اگر ہم مسافروں کے ساتھ مہمان نوازی اور مہربانی سے پیش آئیں جیسے ہم صبح سویرے اس کی شریعت کا مطالعہ۔۔ اس نے یہ بھی کہا جو اپنے ساتھیوں سے مہربانی سے پیش آتا ہے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں(۲۶)۔

☆ **خدا کا خوف:** ربی حنا کے بیٹے نے کہا کہ ”وہ جو خدا کے خوف کے بغیر اس کی شریعت پر عمل کرتا ہے وہ مانند ہے جس کے پاس خزانے تھے‘ اندرونی دروازے کی کنجی تو ہو لیکن ان دروازوں کی کنجیاں نہ

ہوں جو اس دروازے تک پہنچاتے ہیں۔" ربی سکندر نے کہا کہ "وہ جو دنیاوی حکمت رکھتا ہے اور خداوند کا خوف نہیں۔۔مانند ہے جو ایک گھر کی تعمیر کا منصوبہ رکھتا ہے اور صرف اس کے دروازے مکمل کرتا ہے جیسے داؤد' کہتا ہے کہ "خداوند کا خوف حکمت کا آغاز ہے"(۲۷)۔

☆ **خوش اخلاقی:** ابایاہ نے درج ذیل اپنی بہترین نصیحت کو پیش کیا: "اسے خوش اخلاق بھی ہونا چاہیے اور سب لوگوں کے درمیان شفیق باتوں کو سرانجام دینا چاہیے اسطرح کہ وہ خود بھی اپنے کاموں سے خدا اور اس کی مخلوق سے محبت حاصل کرے"(۲۸)۔

☆ **طہارت :** طہارت کو اسلام میں بے حد اہمیت حاصل ہے۔ اگر ہم یہودی مذہب کی موجودہ تعلیمات پر بھی غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ گو کہ موسوی شریعت اپنی اصلی حالت میں موجود نہیں لیکن جس انداز میں بھی موجود ہے اس میں بھی طہارت پر زور دیا گیا ہے۔ کتاب احبار میں ہے: "تم بنی اسرائیل کو ناپاک کرنے والی چیزوں سے ہمیشہ دور رکھنا تاکہ وہ میرے مقدس کو جو ان کے درمیان ہے ناپاک کرنے کی وجہ اپنی نجاست میں ہلاک نہ ہوں"(۲۹)۔

رذائل اخلاق

جھوٹ تمام برائیوں کی جڑ قرار دیا گیا ہے اور رذائل اخلاق میں بڑی برائیوں میں شمار ہوتی ہے عہد نامہ قدیم میں موجودہ تورات کے حوالے سے اس کا ذکر واضح طور پر ملتا ہے :

☆ **جھوٹ:** کتاب احبار میں لکھا ہے کہ "نہ ایک دوسرے سے جھوٹ بولنا"(۳۰)

☆ **شراب نوشی کی ممانعت:** اسلام کی طرح یہودیت میں بھی شراب واضح طور پر حرام ہے، اس کے باوجود آج پوری دنیا میں سب سے زیادہ اس کا کاروبار کرنے والے یہود ہی ہیں چنانچہ اس کا ذکر بھی واضح طور پر موجودہ تورات میں بھی ملتا ہے باوجود اس کے کہ اس میں معنوی لفظی تحریف ہے اس کے باوجود اللہ کا قانون تبدیل نہیں کر سکے اس لئے کہ اصل طاقت اور قانون اس کا ہے، شراب کی ممانعت کا ذکر تورات میں یوں ملتا ہے۔" تو یا تیرے بیٹے مَے یا شراب پی کر۔۔داخل نہ ہونا.. نسل در نسل ہمیشہ ایک قانون رہے گا"(۳۱)۔

☆ **سود کی ممانعت:** سود جو تمام معیشت کو تباہ کرتا ہے اسی لئے آج ہمیں دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں ملتا جہاں کا کاروبار اس سے پاک ہو تبھی دنیا آج ایک دوراہے پر کھڑی ہے۔ شراب کی طرح سود کی لعنت میں

دنیا کو مبتلا کرنے والے اور اس کی چکاچوند سے دنیا کو بیوقوف بنانے والے یہ یہودہی ہیں۔جب کہ قرآن حکیم کی طرح ان کی موجودہ تورات میں بھی اس کی حرمت کا واضح حکم ملتا ہے۔ مثلاً ''تو اپنے بھائی کو سود پر قرض نہ دینا خواہ وہ روپے کا سود ہو یا اناج کا سود یا کسی ایسی چیز کا سود ہو جو بیاج پر دی جاتی ہے ''(۳۲)۔

☆ **قتل کی ممانعت:** قتل ان دس احکام عشرہ میں سے ایک ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سب سے پہلے عطا کئے، اس سے انسان کی اہمیت و عظمت کا پتہ چلتا ہے اس پر یہود کو غور کرنا چاہیے کیا تالمود، تورات سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے؟جو اس کے قوانین پر عمل تورات سے زیادہ ہوتا ہے موجودہ تورات میں قتل کی ممانعت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''تو خون نہ کرنا''(۳۳)

☆ **چوری:** چوری جیسی بری عادت سے رکنے کی تاکید کی گئی لکھا ہے کہ ''تو چوری نہ کرنا''(۳۴)۔ ''اگر کوئی اپنے ہمسائے کو نقد یا جنس رکھنے کو دے اور۔۔اگر چور پکڑا جائے تو دونا اس کو بھرنا پڑے گا''(۳۵)

☆ **خیانت:** ''ہر قسم کی خیانت کے معاملے میں خواہ بیل کا، گدھے کا یا بھیڑ یا کپڑے یا کسی اور کھوئی ہوئی چیز کا جس کی نسبت کوئی بول اٹھے کہ وہ چیز یہ ہے تو فریقین کا مقدمہ۔۔جسے خدا مجرم ٹھہرائے وہ اپنے ہمسایے کو دونا بھر کر دے ''(۳۶)

☆ **رشوت:** آج دنیا کا ایک بڑا مسئلہ رشوت بھی ہے اس کی بھی ہمیں تورات میں اسکی ممانعت ملتی ہے رشوت کے بہت سے نقصانات کے متعلق ہمیں عہد نامہ قدیم سے پتہ چلتا ہے:''رشوت نہ لینا کیونکہ رشوت بیناؤں کو اندھا کر دیتی ہے ''(۳۷) اسی طرح کہا گیا:'' تو نہ کسی کی رو رعایت کرنا اور نہ رشوت لینا کیونکہ رشوت دانشمند کی آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہے''(۳۸) رشوت کا ذکر ہمیں عہد نامہ قدیم سے بکثرت ملتا ہے اور یہ بہت بری خصلت ہے اسے یہودی مذہب میں ناپسندیدہ کہا گیا ہے۔

☆ **زنا کی ممانعت:** زنا سے رکنے کا کہا گیا تو کہا:''تو زنا نہ کرنا ''(۳۹)

☆ **ظلم:** ظلم انتہائی بری عادت ہے اس کی مذمت ہر مذہب میں کی گئی ہے۔چنانچہ کہا گیا ہے کہ ''پردیسی، محتاج خادم اور اپنے پڑوسی پر ظلم نہ کرنا''(۴۰) ایک اور جگہ لکھا ہے کہ:''سنو!بنی اسرائیل کہ ہمارا خداوند ایک ہی ہے۔۔''اخوت انسانی'' کے بارے میں فرمایا اور اپنے پڑوسی سے اسی طرح محبت کرنی چاہیے جس طرح تم اپنی ذات سے پیار کرتے ہو ''(۴۱)۔اخوت معاشرے کے انسانوں میں محبت کی اور ظلم اس کے متضاد لے جاتا ہے۔

عیسائی نظام اخلاق:

عیسائیت نے یہودی نظریہ اخلاق کی اصلاح کی اس مذہب نے اخلاق کے بندھے نئے قوانین کو ختم کر دیا۔ خواہشات فطری و جسم کو فروتر قرار دے کر ان دونوں پر روح کی فرمانبرداری قائم کی۔ عیسائیت نے یہ نظریہ پیش کیا کہ نیکی بذات خود کوئی حیثیت نہیں رکھتی کیونکہ نیکی انسان کو معبود سے ملانے پر قاصر ہے جب تک کہ خدا خود بندے کی داخلی زندگی میں انقلاب پیدا نہ کر دے جس کے ذریعے سے نیک اعمال خود بخود وقوع پذیر ہونے لگے۔ اخلاق پر مذہبی زندگی کا انحصار ہے۔

عیسائیت میں اخلاقی زندگی انسان کی نیک سرشت کی تربیت دینے اور سنوارنے کا نام نہیں بلکہ اس زندگی کے حصول کے لئے بنیادی تبدیلی نئی زندگی کا آغاز ہے۔ عیسائیت کی اخلاقی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا فی الحقیقت قوت بشریٰ سے بالاتر ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے خدا کی محبت پر بہت زور دیا اور اسے بعض اچھوتی تمثیلوں کے ذریعہ بیان کیا، فرماتے ہیں "مبارک ہیں جو دل کے قریب ہیں جو حلم ہیں، راست بازی کے بھوکے۔۔۔۔راست بازی کے سبب ستائے گئے "(۴۲)۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں: "خبردار اپنی راست بازی کے کام آدمی کے سامنے دکھانے کے لیے نہ کریں، نہیں تو تمہارے باپ کے پاس جو آسماں میں ہے۔۔۔ بلکہ جب تو خیرات کرے۔ تو جو تیرا دایاں ہاتھ کرتا ہے اسے تیرا بایاں ہاتھ نہ جانے تا کہ تیری خیرات پوشیدہ رہے اس صورت میں تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے بدلہ دے گا "(۴۳)۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم برحق تھی انھوں نے مادہ پرستی اور شکم پروری کارد کر کے خدا پرستی کا تصور راسخ کرنے کی کوشش کی، توکل کی تعلیم بھی دی۔ فرماتے ہیں: "اور تم سن چکے ہو۔۔ کہ خون نہ کرنا اور جو کوئی خون کرے گا وہ عدالت کی سزا کے لائق ہو گا۔۔ کہ تم سے کہا گیا تھا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ دانت کے بدلے۔۔ بلکہ جو کوئی تیرے دائیں گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے ۔۔ جو تجھ سے قرض مانگے اسے دے دے اور جو قرض چاہے اس سے منہ نہ موڑ "(۴۴)۔

والدین کا احترام: انسانی رشتوں میں سب سے بڑا رشتہ جس کا درجہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے بعد سب سے بڑا ہے، وہ والدین کا ہے۔ چنانچہ متی میں لکھا ہے: "تو اپنے باپ کی اور ماں کی عزت کرنا اور جو

باپ یاماں کو برا کہے وہ ضرور جان سے مارا جائے"(۴۵)۔ غرض والدین کا درجہ بہت بلند ہے اسی لئے ان کے ادب کی تاکید ہمیں عیسائیت میں بھی ملتی ہے۔

پڑوسی کی عزت کرنے کی تعلیم: تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ اپنے پڑوسی سے محبت رکھ اور اپنی دشمنوں سے عداوت۔ لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور ستانے والوں کے لئے دعا کرو تاکہ تم اپنے باپ کے جو آسمان میں ہے بیٹے ٹھہرو (۴۶)۔

نرم مزاجی ": مبارک ہیں جو حلیم ہیں کیونکہ وہ زمین کے وارث ہوں گے"(۴۷)۔

امن پسندی: امن اقوام عالم کی ضرورت ہے چنانچہ لکھا ہے کہ "مبارک ہیں وہ جو صلح کراتے ہیں کیونکہ وہ خدا کے بیٹے کہلائیں گے"(۴۸)۔

عفوودرگزر: اگر تم آدمیوں کے قصور معاف کروگے تو تمہارا آسمانی باپ بھی تم کو معاف کرے گا"(۴۹)۔

غیر محرم عورت کے متعلق تعلیم: فرمایا گیا: آپ اگلے لوگوں سے سن چکے ہو کہ زنا بہت پاپ ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ جو شخص پرائی عورت کی طرف بری نظر سے دیکھتا وہ دل میں زنا کا مرتکب ہو چکا اس لئے تمہاری آنکھ یا۔ کاٹ کر پھینک دیں (۵۰)۔

بری خواہش نہ کرنا: "جس کسی نے بری خواہش سے کسی عورت پر نگاہ کی وہ دل میں اس کے ساتھ زنا کر چکا۔ پس اگر تیری داہنی آنکھ تجھے ٹھوکر کھلائے تو اسے نکال کر اپنے پاس سے پھینک دے۔۔۔۔ اور تیرا سارا بدن جہنم میں نہ ڈالا جائے"(۵۱)۔

خیرات وصدقہ کی تعلیم: خیرات کی تعلیم یوں فرماتے ہیں:"ایک دولت مند شخص حضرت مسیح علیہ السلام کے پاس آیا اور پوچھا کہ اے نیک استاد میں کون سا نیک کام کروں کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں۔ آپ علیہ السلام نے جواب دیا"اگر تو کامل ہونا چاہے تو جا کر سب کچھ جو تیرا ہے بیچ ڈال اور محتاجوں کو دے۔ تجھے آسمان پر خزانہ ملے گا تب آکر میرے پیچھے ہولے" (۵۲) اسی طرح کہا گیا: "مال اپنے واسطے زمین پر جمع نہ کرو۔ جہاں کیڑا خراب کرتا ہے اور جہاں چور لے جاتے ہیں بلکہ اپنا مال آسمان پر جمع کرو جہاں نہ کیڑا خراب کرتا ہے اور نہ چور چراتا ہے"(۵۳)۔

عیسائیت کی اخلاقی تعلیمات میں رہبانیت اور تجرد کا پہلو واضح طور پر پایا جاتا ہے جو کہ اخلاق حسنہ کے منافی ہے۔

سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

"مذہب عیسائیت کی اولین کمزوری یہ ہے کہ ایک انجان اور نوخیز ذہن روزمرہ زندگی کے مسائل ومعاملات اور مذہبی تعلیمات میں کوئی ہم آہنگی نہیں پاتا۔ بلکہ عیسائی مذہب زندگی کو دو الگ الگ حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔۔۔ جس کے نتیجے میں انسان کی روزمرہ زندگی اور معاملات سے بیدخل والا تعلق رہ گیا ہے" (۵۴)

رذائل اخلاق:

ظلم سے پرہیز: ظلم ناپسندیدہ اخلاق میں سے ایک ہے اس سے بچنے سے موجودہ عیسائیت میں بھی منع کیا گیا ہے جیساکے لوقا میں ہے: "نہ کسی پر ظلم کرو"(۵۵)۔ رحم اپنانا چاہئے تاکہ اللہ آپ پر بھی رحم کرے اور بے انصافی سے بچنا چاہئے جیسا کہ یعقوب میں لکھا ہے۔ "جس نے رحم نہیں کیا اس کا انصاف بغیر رحم کے ہوگا رحم انصاف پر غالب آتا ہے"(۵۶)۔

جھوٹ: جھوٹ بہت بری عادت ہے اور جھوٹی قسم بھی نہیں کھانی چاہیے جیسا کہ ایک جگہ لکھا ہے کہ": ایک دوسرے سے جھوٹ نہ بولو (۵۷)۔ جھوٹی قسم کھانے کی ممانعت کرتے ہوئے تاکید کی کہ:"جھوٹی قسم نہ کھانا"(۵۸)۔

خلاصہ یہ کہ عیسائیت تواضع اور انکساری کا تصور دیتی ہے۔ خودداری او عزت نفس کا نہیں۔ عفو ودرگزر کا درجہ بلند ہے بالکل اسی طرح عدل وانصاف بھی معاشرے کی فلاح کے لئے ضروری ہے۔ پروٹسٹنٹ فرقے میں یہ صفات کافی حد تک پائے جاتے ہیں جب کہ کیتھولک فرقے میں یہ صفات صفر ہیں۔ حرف آخر کے طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ موجودہ عیسائیت بھی یہودیت کی طرح فکر وعمل میں حسن اخلاق کی نشوونما سے غافل اور رسوم ظاہری کی بندشوں میں پھنسی ہوئی ہے جو کسی بھی معاشرے کے لئے انتہائی نقصان دہ ہے

اسلامی نظام اخلاق:

ا۔ انسان اپنے وہ اعمال جو وہ ارادہ سے کرتا ہے اور ان کے نتائج پر غور وفکر کرنے کے بعد کرتا ہے۔ یہ اچھے ہیں یا برے اور ان ہی کے متعلق انسان سے بازپرس کی جاتی ہے اور وہ ان ہی امور میں جوابدہ ہوتا ہے (۵۹)۔

۲۔ زندگی کی وہ اقدار اور وہ معنوی زریں اصول جن پر انسان کی عمومی اور اجتماعی زندگی کا دارومدار ہے۔ مثلاً سچ، عفو درگزر، عدل و احسان، صبر وغیرہ۔ ان کو فضائل اخلاق کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور اس کے مقابلے میں جن چیزوں سے روکا جاتا ہے، مثلاً جھوٹ، خود غرضی، دھوکا، ملاوٹ وغیرہ۔ ان کو رزائل اخلاق کا نام دیا گیا ہے[۶۰]۔

۳۔ انفرادی طور و اطوار کو باحسن طریق انجام دینا، مثلاً کھانا، پینا، سونا، جاگنا، چلنا پھرنا، ہنسنا بولنا انہیں آداب کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں اس کی بے شمار مثالیں ہیں۔ اسلام نے جس عمل کو نیکی قرار دیا ہے اس کے لیے دل کی خوشی کو بھی لازم ٹھہرایا۔ حضرت نواس بن سمعان انصاری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے متعلق دریافت کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ، وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي نَفْسِكَ وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ))[۶۱] (نیکی حسن اخلاق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹک جائے اور تجھ کو پسند نہ ہو کہ تمہارے اس کام کو لوگ جانیں)۔ مزید ارشاد مبارک ہے:((إن المؤمن إذا أذنب ذنباً نكتت نكتة سوداء في قلبه فإن تاب ونزع واستغفر صقل قلبه منها وإذا زاد زادت حتى تعلو قلبه))[۶۲](بندہ جب غلطی کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نکتہ پڑ جاتا ہے۔ اگر وہ استغفار اور توبہ کر لیتا ہے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر غلطی دہراتا ہے تو نکتوں میں اضافہ ہو جاتا ہے، حتیٰ کہ پورا دل سیاہ ہو جاتا ہے)۔

ایک اور جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إِذَا سَرَّتْكَ حَسَنَتُكَ، وَسَاءَتْكَ سَيِّئَتُكَ فَأَنْتَ مُؤْمِنٌ))[۶۳] (جب نیکی تجھے خوشی دے اور برائی تجھے بری لگے تو تو مومن ہے۔)

اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ظاہر ہے کسی ایسے عمل سے ممکن نہیں جس کے عمل کے پس منظر میں کہیں بھی کھوٹ شامل ہو۔ اس لیے اس کے حصول کے لیے بے غرضی، حسن نیت اور اخلاق بھی ضروری ہے اور یہی درحقیقت اعمال کی جان ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث پاک میں یوں بیان فرمایا ہے:

((إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِليه))[۶۴]

ترجمہ: انسان کے اعمال اس کی نیت پر موقوف ہیں اور ہر شخص کے لیے وہی ہے جس کی وہ نیت کرے تو جس کی ہجرت خدا اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہے تو اس کی ہجرت خدا اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہے، اور جس کی ہجرت دنیا کمانا ہو یا کسی عورت کو پانا ہو کہ اس سے نکاح کرے تو اس کی ہجرت اس کی طرف ہے جس کی غرض سے اس نے ہجرت کی۔

اخلاق کی اقسام:

انسان جو کام بھی کرتا ہے، یا جو بات بھی کہتا ہے اس کی کوئی نہ کوئی غرض ضرور ہوتی ہے۔ خواہ یہ غرض دنیاوی ہو یا آخرت میں اپنے رب سے اجر و ثواب کے لیے ہو۔ بہر حال غرض کوئی نہ کوئی ضرور رہتی ہے۔ اس لحاظ سے اخلاق کی بھی قسمیں ہیں۔ مثلاً:

۱۔ کاروباری اخلاق

۲۔ نمائشی اخلاق

۳۔ اسلامی اخلاق (۶۵)

اسلام کی اخلاقی تعلیم کا بنیادی نکتہ ہے کہ طبعی جذبات کو کچلنا خوبی نہیں گویا اسلام نے انسانی قوتوں کے استیصال کی تعلیم نہیں دی بلکہ بتایا ہے کہ کوئی قوت فی نفسہٖ بُری نہیں بلکہ وہ موقع و محل کے خلاف استعمال کی وجہ سے بُری کہلاتی ہے۔ اس نے غصے کو ضبط کرنے والے کی تعریف کی ہے۔ غصے کے مٹا دینے والے کی نہیں۔ اسلام نے جو قانون اخلاق پیش کیا ہے اس کا کبھی یہ منشا نہیں ہوا کہ اس قسم کے جذبات کو نابود ہی کر دیا جائے بلکہ اس نے فطری قویٰ کی تعدیل و تربیت پر زور دیا ہے

خوش خلقی: حسن اخلاق اسلام کی بہترین خوبی ہے قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً﴾ (۶۶)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے رنگ سے بہتر کوئی رنگ نہیں۔

جو اخلاق، اخلاق الٰہیہ سے مطابقت رکھیں، وہ اچھے ہیں اور جو ان کے منافی ہوں، وہی برے۔ اسلام ہمیں ایک متعین ماخذ دیتا ہے یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ جس سے ہم کو ہر حال اور ہر زمانے میں اخلاقی ہدایات ملتی ہیں اور یہ ہدایات ایسی ہیں جو زندگی کے ہر معاملے میں ہماری رہنمائی کرتی

ہیں (۶۷)۔ جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ((اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الأَخْلَاق))(۶۸) (میں تو اس لیے بھیجا گیا کہ اخلاق حسنہ کی تکمیل کروں)۔

اسلام کی اخلاقی تعلیم روح و اعضاء کے ساتھ وہ دل و دماغ کو بھی پابند کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحاً إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِن صَوْتِكَ﴾ (۶۹)

ترجمہ: اور غرور میں آکر لوگوں کی طرف سے اپنا منہ کج نہ کر لیا کرو اور زمین پر اکڑ کر نہ چل بے شک اللہ تعالیٰ ہر چالباز فخر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا۔ اپنی رفتار میں میانہ روی رکھ، اپنی آواز کو پست و نرم رکھ۔

پس خلیق ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ صاحب خلق کا طرز عمل اور طریق ادب آمیز ہو۔ حسن خلق اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظاہر ہیں اور چونکہ اس کی ذات کی طرح صفات و اخلاق کا علم بواسطہ پیغمبر ﷺ سے ملا ہے، اس لیے حسن اخلاق پیغمبر ﷺ اور اس کی تعلیمات سے ربط و تعلق کے بغیر نہ قابل اعتماد ہے، نہ قابل اعتبار۔

فضائل اخلاق:

اخلاق حسنہ کی جزئیات کثرت سے بیان کی ہیں ان کا احاطہ کرنا بھی مشکل ہے۔ قدیم حکماء اخلاق کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں: ۱۔ امہات اخلاق، ۲۔ فروع اخلاق

۱۔ امہات اخلاق: اس سے مراد اخلاق کے وہ جوہری ارکان جن کی کمی بیشی سے اخلاق کی مختلف قسمیں پیدا ہوتی ہیں، اور انہی کے اعتدال سے فضائل اخلاق پیدا ہوتے ہیں۔ اسلامی نظام اخلاق انسان کو تقویٰ، اخلاص، صدق، عفت، دیانت داری، عدل و انصاف اور احسان کا درس دیتا ہے اور یہ وہ بنیادی اقدار ہیں جو کسی بھی معاشرہ کی اصلاح کا سبب بنتی ہیں لہٰذا پوری دنیا کی فلاح بھی اسی میں مضمر ہے کہ ان قدروں کو انسانی زندگی کا مقصد بنایا جائے اسلام میں عبادات کا مقصد ہی اخلاقی درستگی قرار دیا گیا ہے (۷۰)۔

ا) تقویٰ: تقویٰ اس قلبی کیفیت کا نام ہے جس کی وجہ سے انسان خدا کی ہر نافرمانی سے بچنے اور اس کے احکامات کو بجالانے کی کوشش کرتا ہے۔ متقی کی مثال اُس سمجھدار کسان کی ہے جو اچھی فصل کے لئے ایک طرف زمین کو اس

کی خرابیوں سے پاک کرتا ہے' اس کی ناہمواریوں کو ہموار کرتاہ اور اس کی سختی کو نرمی میں تبدیل کرتا ہے۔ دوسری طرف وہ اس کی آبیاری اور اچھے بیج کا بندوبست کرتا، صرف یہی نہیں بلکہ فصل کے تیار ہونے تک وہ مسلسل نگہداشت کرتا ہے۔ یہ نفی واثبات کا عمل اس کو کھلیان گھر لے جانے کے قابل بناتا ہے (۷۱)۔

۲۔احسان : اسلامی اخلاق کی بلند ترین منزل احسان ہے جو اسلام سے والہانہ محبت کا تقاضا کرتی، ایسی محبت جس میں ایک انسان تن من دھن قربان کرکے بھی یہ سمجھتا ہے کہ اس سے بندگیٔ رب کا حق ادا نہیں ہوا۔ وہ صرف فرائض کی بجاآوری ہی نہیں کرتا بلکہ نیکی کے مواقع تلاش کرتا رہتا ہے بقول اقبال اس کے دل سے پکار اٹھتی ہے کہ:

تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں
میری سادگی دیکھ میں کیا چاہتا ہوں (۷۲)

اسلام نے اخلاقیات کی تعمیر "ایمان" سے شروع کی تھی اس کو اسلام اور تقوی کے مراحل سے گزار کر "احسان" کے ایسے بلند مقام پر پہنچادیا کہ اس کے بعد کوئی بلندی نہیں رہتی۔ احیاء العلوم میں امام غزالیؒ نے اس پر بھی روشنی ڈالی ہے اور بتایا ہے کہ "جو صفت بھی قلب میں پیدا ہو گی، لامحالہ اس کا اثر اعضاو جوارح پر ہو گا۔ گویا تمام اعضاء اپنی حرکت میں قلب کے فیصلے کے منتظر رکھتے ہیں۔ اسی طرح جو فعل اعضاء سے سرزد ہو گا اس کا کچھ نہ کچھ اثر قلب پر ضرور پڑے گا۔ غذاؤں کا بھی انسان کے اخلاق پر اثر پڑتا ہے۔ قرآن مجید میں جو بعض غذاؤں کی حرمت کا ذکر ہے اس کے پیچھے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ ان کے استعمال سے انسان بعض اعلیٰ اخلاق سے محروم رہ جاتا ہے (۷۳)۔

۳۔اعتدال پسندی: اعتدال کے معنی ہیں برابر ہونا، یہ لفظ عدل سے مشتق ہے۔ عدل کا مطلب ہے توازن، مساوات، افراط و تفریط اجتناب، انصاف، تناسب اور لوگوں کے تعلقات ان بنیادوں پر قائم کرنا، جس سے ہر شخص کو اس کا جائز حق مل جائے۔ قرآن حکیم میں عدل کے مترادف الفاظ قسط، وسط اعتدال، میزان، مستقیم اور تقدیر وغیرہ وارد ہوئے ہیں۔۔ اسلامی فکر اپنے تمام دائروں میں وسعت و جامعیت اور توازن و اعتدال کا حسین امتزاج ہے۔ کشادگی، آسانی، تخفیف، دفع ضرر، اعتدال اور مصلحت کا اطلاق اسلامی احکام کے تمام دائروں عبادات مناکحات، عقود، تصرفات، عقوبات اور قضاد و افتاد کے سب گوشوں تک وسیع ہے (۷۴)۔

مسلمان کی خوبی یہ بھی ہے کہ نہ تو اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل سے کام لیتے ہیں، بلکہ درمیانی راہ اختیار کرتے ہیں۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا﴾ (۷۵)

ترجمہ: اور جو خرچ کریں تو فضول خرچی نہ کریں اور نہ بہت تنگی کریں اور ہے اس کے بیچ ایک سیدھی راہ۔

عدل وانصاف: جن امور پر اسلام نے سب سے زیادہ زور دیا ہے ان میں سے ایک عدل وانصاف ہے۔ یہ دراصل سچائی اور راست بازی کی ایک شکل ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کے ساتھ بلا رورعایت وہ معاملہ کیا جائے۔ اسی عدل وانصاف پر دنیا کا نظام قائم ہے۔۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہدایت کی گئی ہے کہ معاملات میں عدل وانصاف کو اپنا اصول اور نصب العین بنالو۔ اسلام کی خصوصیت ہے کہ وہ دشمنوں کے ساتھ بھی عدل وانصاف کی تاکید کرتا ہے (۷۶)۔

صبر و تحمل اور رواداری: اسلام نے صبر و تحمل اور رواداری پر بڑا زور دیا ہے اور یہ مومنین کی اعلیٰ ترین صفات اور خوبیوں میں سے ایک ہے انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی اس کا درس دیا ہے (۷۷)۔ اصطبر کا معنی بھی صبر کرنا ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

﴿فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ﴾ (۷۸)

ترجمہ: اس کی عبادت کرو اور اس کی عبادت کے سلسلے میں صبر کرو۔

تحمل کے لئے فارسی میں "برداشت" کا لفظ ہے۔ یہ لفظ "بر" اور "داشت" کا مرکب ہے۔ "بر" کا مطلب ہے "بوجھ" اور "داشت" کا مطلب ہے "رکھنا"۔ برداشت کا لغوی مفہوم کسی بوجھ کو سنبھالنا ہوگا۔ "عربی میں "تحمل" اور "تسامح" بھی مشتمل ہے اور انگلش میں "Tolerance" کا لفظ استعمال ہوا ہے (۷۹)۔

رواداری کا مفہوم: روداری کے معنی صبر وبرداشت کے ہیں۔ اور مذہبی رواداری کا مطلب یہ ہے کہ مذہب سے متعلق جو افکار اور نظریات ہیں ان کا احترام کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ (۸۰) (دین میں کوئی جبر نہیں)۔

اسلام چونکہ دین انسانیت ہے لہٰذا وہ انسانی معاشرے کے اندر تمام انسانوں کو اجتماعیت میں پرونا چاہتا ہے۔ اور اس تناظر میں اجتماعی عدل کو اسلام کی روح قرار دیا ہے۔ وہ اپنے پیروکاروں کے اندر

صبر و برداشت پیدا کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ آپس میں متحد اور بھائی چارے کی فضا میں رہ کر اس خلق کو اپنے اندر اتنی وسعت دیں تاکہ آگے چل کر پورے معاشرے کے اندر اخوت کی فضا قائم کرسکے (۸۱)۔

تحمل، برداشت اور حلم و بردباری کی تعلیم عام ہو اسلامی تعلیمات کا امتیازی پہلو ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ (۸۲) (اور البتہ جس نے برداشت کیا اور معاف کیا تو بے شک مدت کے کام ہیں)۔

انسانی تاریخ میں فتح مکہ کی رواداری، وسعت نظری، انسانی دوستی کا وہ عظیم واقعہ ہے جس کی مثال کہیں اور نہیں دکھائی دیتی۔ اسے روشن خیال اور انصاف پسند غیر مسلم مفکرین نے بھی تسلیم کیا ہے۔ اور حضرت محمد ﷺ کی رواداری اور صلح جوئی کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے آج بھی صرف یہی طریق محمد ﷺ امن عالم کا ضامن ہے (۸۳)۔

ایفائے عہد: ایفائے عہد سے مراد ہے قول و قرار کا پورا کرنا۔ یعنی اگر کسی سے کوئی وعدہ کیا ہے تو اس پر مکمل طور پر عمل کرنا اور اپنی زبان کا پاس کرنا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ﴾ (۸۴) (بے شک اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کی خلاف ورزی نہیں کرتا)۔

صدق: صدق صفات ربانی میں سے بھی سب سے بڑی صفت ہے اور یہ انبیاء کی صفت ہے۔ صدق کے معنی سچ بولنا۔ صادق سچے کو اور صدیق ہمیشہ سچ بولنے والے کو کہتے ہیں۔ صدق ہر قسم کی سچائی کو کہتے ہیں، خواہ اس کا تعلق زبان سے ہو، قلب سے ہو، یا عمل سے ہو۔ اسلام میں صفتِ صدق کو اخلاقیات کے اصول اور اساس میں شمار کیا جاتا ہے۔

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ سچے ہونے کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے:

﴿وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا﴾ (۸۵) (اور بات میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا کون ہے)۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا

((إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى البِرِّ، وَإِنَّ البِرَّ يَهْدِي إِلَى الجَنَّةِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتَّى يَكُونَ صِدِّيقًا. وَإِنَّ الكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الفُجُورِ، وَإِنَّ الفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذَّابًا)) (۸۶)

ترجمہ: سچ بولنا نیکی کا راستہ بتاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی سچ بولتا جاتا ہے یہاں تک کہ خدا کے ہاں صدیق لکھا جاتا ہے اور جھوٹ برائی کا راستہ بتاتا ہے اور برائی دوزخ کی طرف لے جاتی ہے۔اور ایک آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ خدا کے ہاں جھوٹا لکھا جاتا ہے۔

رذائل اخلاق:

جھوٹ: عربی میں اس رزیلت کو "کذب" کہا جاتا ہے اسلام نے جس طرح سچائی کو تمام اچھائیوں کی بنیاد بتایا،اسی طرح جھوٹ کو تمام برائیوں کی جڑ سمجھا ہے۔ جھوٹ کے متعلق حضور ﷺ کا ارشاد پاک ہے: ((كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ))(۸۷) (آدمی کے لیے یہ جھوٹ کافی ہے کہ جو سنے اسے کہتا پھرے)۔

ظلم: ظلم ایک سنگین جرم ہے، جس کی سزا دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی ہے۔ قرآن مجید میں ہے: ﴿فَإِنْ بَغَتْ إِحْدٰهُمَا عَلَى الْأُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتّٰى تَفِيءَ إِلٰى أَمْرِ اللهِ﴾ (۸۸) (اگر ایک جماعت دوسری جماعت پر ظلم وزیادتی کرے تو باغی اور ظالم جماعت سے لڑو اور قتل کرڈالو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئے)۔

ایک حدیث میں آیا ہے:((يَا عِبَادِي إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي، وَجَعَلْتُهُ عَلَيْكُمْ مُحَرَّمًا،فَلَا تظْلِمُوا الْعِبَادَ)) (۸۹) (اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کر لیا ہے اور تمہارے درمیان بھی اس ظلم کو حرام کر دیا ہے۔ لہٰذا تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو)۔

تکبر: رزائل اخلاق میں سے ایک ہے۔ عبد اللہ انطاکیؒ فرماتے تھے کہ انسان کو عبادات میں سخت نقصان دینے والی وہ چیز ہے، جو بداعمالیوں کو بھلاوے اور صالحات کی یاد دلائے، جس سے وہ شخص تکبر اور غرور میں پڑ جائے گا اور آخرت میں نیکی اور ثواب سے محروم رہے گا۔ حالانکہ وہ اپنے آپ کو صالحین میں شمار کرتا ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرٍ)) (۹۰) (جس شخص کے دل میں رائی برابر بھی تکبر ہو گا، وہ جنت میں نہیں جائے گا)۔

زنا: زنا یہ بڑی برائی ہے جس سے مسلمانوں کو روکا گیا ہے۔ وہ باتیں جو زنا کی طرف راغب کرتی ہیں، اسلام میں ممنوع قرار دی گئی ہیں۔ مثلاً کسی غیر محرم کی طرف للچائی نظروں سے دیکھنا، تنہائی میں ملنا جلنا م عورتوں سے بے تکلف ہونا وغیرہ کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے[۹۱]۔

غصہ: غصہ حرام ہے غصہ سے ہی تکبر اور عداوت پیدا ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ ﴾[۹۳]

ترجمہ: اور جب ان کو غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں۔

حضور ﷺ سے کسی نے نصیحت پوچھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((لاَ تَغْضَبْ فَرَدَّدَ مِرَارًا، قَالَ: لاَ تَغْضَبْ))[۹۲] (غصہ نہ کیا کر، تو اس شخص نے بار بار دہرائی، آپ ﷺ نے فرمایا: غصہ نہ کیا کر)۔

خلاصہ کلام یہ کہ یہودیت اور عیسائیت کی اخلاقیات کی اہم اخلاقی قدریں قرآن پاک میں بھی ملتی ہیں جیسے قرآنی احکام عشرہ جو قرآن مہیا کرتا ہے وہ مختصراً یہ ہیں جو یہود اور عیسائیت کی اصل تعلیمات سے مشترک ہیں: شرک نہ کرنا، والدین کے ساتھ احسان کرنا اور حس سلوک کا مظاہرہ کرنا، مفلسی کے ڈر سے اولاد کا قتل کی ممانعت، فحش اور بے حیائی کے قریب نہ جانا، انسانی جان کی حرمت، یتیم کا مال ناحق طریق سے نہ کھانا، ناپ تول میں کمی نہ کرنا، اانصاف سے کام لینا، عہد کا پورا کرنا، اللہ کے احکامات اور دی ہدایت پر چلنا۔ قرابت داروں کو ان کا حق دینا، غربا اور مساکین کی مدد، اسراف اور تبذیر اور بخل سے پرہیز، زنا سے بچنا، قتل نفس سے بچنا، مظلوم کا قصاص و دیت، آخرت کی بازپرس ان میں سے زیادہ مشترک ہیں[۹۴]۔

حرف آخر کے طور پر کہا جا سکتا ہے کہ اسلام ایک ایسے اخلاقی نظام کا موسس ہے جس کا مآخذ وحی ربانی ہے۔ اس لئے اس میں غلطی کا احتمال نہیں۔ قرآن نے نہ صرف ان تعلیمات کو مکمل کیا بلکہ اپنے کمال تک پہنچایا۔ اس لئے یہ قدیم اور جدید مذہبی و عقلی اور وصفی تمام محاسن رکھتا ہے۔ تمام مذاہب اور تہذیبوں کے نظام میں اخلاقی تعلیمات موجود ہیں۔ آج کا دور احیاء اسلام کا دور ہے۔ اس لئے اللہ کی بھیجی تعلیمات پر اخلاص سے عمل کی اشد ضرورت ہے۔ یہودیت اور نصرانیت کی تعلیمات نصائح پر مبنی ہیں جبکہ اسلام نے اس کی گرفت بھی کی۔ اسلام کا نظام صرف تھیوری ہی نہیں بلکہ آزمایا ہوا آئین ہے۔

اسلام میں عدل وانصاف کا حسین امتزاج ہے جبکہ نصرانیت میں صرف احسان ہے اور یہودیت میں صرف قانون ہے۔یعنی ایک قانون اور دوسرا اخلاق ہے۔ اور اسلام میں یہ دونوں موجود ہیں۔ اسلام میں افراط و تفریط نہیں بلکہ اعتدال ہے اس لئے اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے میں عافیت ہے۔ غرض کہ اگر اخلاق حسنہ پر عمل کیا جائے تو اور رزائل اخلاق سے بچا جائے تو دنیا میں امن وسکون کا راج ہو۔جب ہم اسلام کی طرف نظر دوڑائیں تو پتہ چلتا ہے کہ اسلام کا نظام اخلاق مستحکم بنیادوں پر استوار ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تینوں الہامی مذاہب کی اخلاقی تعلیمات کتنی ملتی جلتی ہیں کاش تینوں مذاہب کے ماننے والے اللہ کا خوف رکھ کر ان فضائل اخلاق پر عمل کریں اور رزائل سے بچیں تو معاشرے سے بہت سی بنیادی برائیوں کا جڑ سے خاتمہ ہو سکتا ہے۔

حواشی و حوالہ جات

۱) ابن منظور، لسان العرب، ۱۰/ ۸۶،۸۵، دار احیا التراث العربی، بیروت لبنان ۱۳۹۰ھ
نیز مزید تفصیل کے لئے دیکھئے راغب اصفہانی، مفردات القران، ص:۱/ ۳۱۸، شیخ شمس الحق لاہور
الأزدی، جمہرۃ اللغۃ، طبع: دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۰ء، ص:۱/ ۳۴۷
الأزہری، معجم تہذیب اللغۃ، ص:۱۰۹۳، دار الکتب العلمیہ
جرجانی، سید شریف، کتاب التعریفات، ص:۴۳، مکتبہ رحمانیہ لاہور، ۱۹۹۹ء

۲) زبیدی، تاج العروس، ص:۱۳/ ۱۲۰، دار الفکر بیروت لبنان،
لوئیس معلوف، المنجد، دار الاشاعت کراچی، ص:۱۹۴

۳) شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، مکتبہ رحمانیہ لاہور، ص:۲/ ۴۰۱

Encyclopedia of Philosophy, vol: 3, p: 81

۴) امام فخر الدین رازی، تفسیر الکبیر، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان، ص:۱۵/ ۴۳۵

۵) ماوردی، ابو الحسن علی بن محمد، تسہیل النظر و تعجیل الظفر، دار النشر بیروت لبنان، ص:۵

۶) جرجانی، سید شریف علی بن محمد، کتاب التعریفات، ص:۳۷، مکتبہ رحمانیہ لاہور۔ نیز مزید تفصیل دیکھیے امام غزالی، احیاء علوم الدین، دار الاشاعت کراچی، ص:۳/ ۵۲

۷) الجاحظ، ابی عثمان عمرو، تہذیب الاخلاق، دار الصحابہ للتراث، ط ۱۹۸۹ ص:۱۲

۸) جمیل جالبی ' قومی اردو لغت 'ص:۸۷، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، نیز دیکھئے سید احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ، ص:۱۲۷، ۱۲۸، مکتبہ حسن لمیٹڈ، لاہور

۹) کتاب خروج، ۲۰ : ۱تا۱۴، کتاب مقدس، انارکلی لاہور۔

۱۰) جے سموئیل، عہد نامہ عتیق کا تاریخی سفر، طبع: خاطر پرنٹرز، لاہور، ص:۱۵، ۱۹۹۴ء

۱۱) کتاب خروج، ۲۰: ۱۲

۱۲) ایضاً، ۲۰ : ۹

۱۳) تالمود' ص:۱۵۶، سٹیفن بشیر، مکتبہ عناویم گوجرانوالہ پاکستان

۱۴) کتاب خروج:۶:۲۳

۱۵) کتاب حزقی ایل:۸ ا:۲۰

۱۶) کتاب امثال:۲۹ :۴

۱۷) کتاب خروج، ۲۲: ۲۱، ۲۲

۱۸) کتاب خروج،۲۵:۲۳تا۴۰، نیز دیکھئے کتاب گنتی،۲۹:۱۱اور تالمود' ص:۱۵۳

۱۹) کتاب خروج: ۲۳ : ۴،۵

۲۰) کتاب استثنا،۲۲: ۶ ،۸۷

۲۱) کتاب خروج،۱۷،۱۶:۲۰

۲۲) کتاب پیدائش،۲۴:۲۔، نیز دیکھئے، کتاب ملاکی،۱۶:۲

۲۳) کتاب احبار،۲۹:۲۲

۲۴) تالمود:۱۵۱

۲۵) ایضاً

۲۶) تالمود:۱۵۲۔۱۳۵۔ نیز دیکھئے کتاب پیدائش،' ۱۸:۳

۲۷) زبور، ۱۱۱: ۱۰، نیز دیکھئے کتاب گنتی،۱۱: ۹ ۲اور تالمود ص: ۲۳

۲۸) تالمود، ص:۱۵۷

۲۹) کتاب احبار ۱۰: ۹ '۱۰،اور باب ۱۵ نیز دیکھئے کتاب استثنا' ۲۳اور کتاب سموئیل دوم باب ۱۱

۳۰) کتاب احبار،۱۹: ۱۱۔ امثال ۱۳: ۵،۱۴: ۵

۳۱) کتاب احبار،۱۰: ۹،۱۰۔ نیز دیکھئے کتاب خروج،۷:۲۰

۳۲) کتاب استثنا،۲۳: ۱۹

۳۳) کتاب خروج،۲۰: ۱۲

۳۴) کتاب خروج، ۲۰: ۱۵

۳۵) کتاب خروج،۲۳: ۷

۳۶) کتاب خروج ۲۳: ۹

۳۷) کتاب خروج،۲۳: ۸

۳۸) کتاب استثنا،۱۶: ۱۹، نیز دیکھئے تواریخ دوم، ۱۹ :۷

۳۹) کتاب خروج،۲۰: ۱۴

۴۰) کتاب خروج ۲۳: ۹۔ نیز دیکھئے کتاب استثنا،۱۹: ۱۳،اور اسی کا باب ۲۴: ۱۴ اور کتاب احبار،۱۹: ۱۳

۴۱) کیرن آرم سٹرانگ، خدا کی تاریخ، مترجم منصور طاہر، ص:۱۰،ادارہ تحقیقات لاہور،۲۰۰۳ء
مسلم بخش، کتاب الاخلاق، مکتبہ میری لائبریری، لاہور ۱۹۸۷، ص:۲۵۱

۴۲) کتاب متی، ۵:۳،تا۹،۶

۴۳) کتاب متی، ۶:۴،۳

۴۴) کتاب متی، ۵ :۴۲

۴۵) کتاب متی، ۱۵: ۴

۴۶) کتاب متی، ۱۵ :۴۳، ۴۴

۴۷) کتاب متی،۵:۵نیز دیکھئے کتاب یوحنا‘۱۳ :۳۴

۴۸) کتاب متی،۵:۹

۴۹) کتاب متی،۶: ۱۴

۵۰) کتاب متی باب۵

۵۱) کتاب متی، ۵: ۲۷،۲۹

۵۲) کتاب متی ۱۸: ۲

۵۳) کتاب متی،۶: ۲۰

۵۴) سید سلیمان ندوی‘شبلی نعمانی، سیرت النبی،ص:۶ / ۸۲،الفیصل ناشران و تاجران لاہور

۵۵) کتاب لوقا، ۳ : ۱۴

۵۶) کتاب یعقوب،۱۳:۲

۵۷) ایضاً، نیز دیکھئے کتاب کلسیوں،۳: ۹،اور کتاب یعقوب، ۳:۱۴

۵۸) کتاب متی،۵: ۳۳

۵۹) حفظ الرحمن سیوہاروی، اخلاق اور فلسفہ اخلاق، الفیصل ناشران و تاجران کتب لاہور ۲۰۰۰ء، ص:۷۰

۶۰) محمد ہارون یحییٰ، اسلامی اخلاق کے رہنما اصول، دار الاشاعت کراچی، ۲۰۰۷ء، ص:۳۵

۶۱) امام مسلم بن حجاج ، الجامع الصحیح، باب تفسیر البر والاثم، رقم الحدیث:۶۵۱۶ ، دار السلام ریاض،۲۰۰۰ء

۶۲) امام ترمذی، محمد بن عیسی، سنن ترمذی، ابواب التفاسیر ، تفسیر سورۃ المطففین، رقم الحدیث:۳۳۳۴
دار السلام ریاض، سعودی عرب،۲۰۰۷

۶۳) امام حاکم نیشاپوری، مستدرک حاکم، کتاب الایمان، دار الکتب العربی بیروت لبنان،۱۴۱۱ھ رقم الحدیث:۱/ ۳۳

۶۴) امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب بدأ الوحی، کیف کان بدأ الوحی، رقم حدیث : ۱ ۔
امام مسلم، الجامع الصحیح ، کتاب الامارۃ، باب قولہ ﷺ انما الاعمال بالنیات، رقم حدیث:۴۹۲۷

۶۵) محمد ہارون یحییٰ، اسلامی اخلاق کے رہنما اصول، ص:۳۵

۶۶) سورۃ البقرۃ:۱۳۸

۶۷) ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، اسلامی معاشرے کی تعمیر نو، فیروز سنز لاہور، ص:۱۲۴
محمد موسیٰ خان جلالزئی، اسلامی فلسفہ حیات، ص:۵۶

۶۸) متقی الہندی، کنز العمال، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۹۸ء، ص:۱/ ۵
امام احمد بن حنبل، مسند احمد، ص: ۲/ ۲۸۱، موسسۃ الرسالۃ البیروت، ط: ثانیہ، ۲۰۰۷ء
۶۹) سورۃ لقمان: ۳۱، ۳۲
۷۰) شبلی نعمانی، سیرت النبی، ص:۶/ ۴۱۷
۷۱) محمد ہارون یحییٰ، اسلامی اخلاق کے رہنما اصول، ص:۳۵
۷۲) علامہ اقبال، کلیات اقبال' بانگ درا "عشق کی انتہا"، اقبال اکیڈمی لاہور، ص:۱۳۱/ ۱۱۵
۷۳) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور، ص:۱/ ۱۹۳
۷۴) مفتی محمد شفیع، معارف القرآن ص:۱/ ۱۹۸، ۳۶۶۔ ادارۃ المعارف کراچی، ۲۰۰۷ء
شہاب الدین السید محمد آلوسی، روح المعانی، ص:۱۸/ ۲۱۷، دار احیا التراث العربی لبنان
۷۵) سورۃ الفرقان: ۶۷
۷۶) ابن ہمام، فتح القدیر ص:۲/ ۱۴۵، بولاق مصر، نیز امام احمد بن حنبل، مسند احمد ص:۱/ ۲۴۷
۷۷) خورشید احمد، اسلامی نظریہ حیات، ص:۳۹۵۔ نیز مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو
ڈاکٹر خالد علوی، انسان کامل، الفیصل ناشران و تاجران کتب خانہ لاہور اگست ۲۰۰۲ء، ص:۲۳۴
۷۸) سورۃ مریم: ۶۵ نیز دیکھئے سورۃ البقرۃ: ۴۵
۷۹) نسیم امروہی، نسیم اللغات، ص:۱۹۷۰، ۵۴۰ء، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور اور ملاحظہ ہو انٹرنیشنل انسائیکلوپیڈیا آف سوشل سائنس، ص:۱۲/ ۴۳۹
۸۰) سورۃ البقرۃ: ۲۵۴
۸۱) رئیس احمد جعفری، اسلام اور رواداری، ص:۹۴، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور
۸۲) سورۃ الشوریٰ: ۴۰
۸۳) محمد حافظ ثانی، رسول اکرم ﷺ اور رواداری، فضلی سنز کراچی، ۱۹۹۸ء، ص:۱۷۵
قاضی محمد سلیمان رحمۃ للعالمینؐ، ص:۳۱۵
۸۴) سورۃ آل عمران ۹۰ : ۹۳۔ نیز دیکھئے جاوید ریاض، اسلامی تعلیمات، مکتبہ دانیال لاہور، ص:۱۸۲
۸۵) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو درج ذیل آیات اور کتب سورۃ النساء: ۱۲۲، ۸۷، سورۃ الانعام: ۱۴۶، الزمر: ۳۳، یس: ۵۲، سورۃ آل عمران: ۱۷، سورۃ التوبہ: ۱۹، سورۃ الاحزاب: ۲۴، ۳۵۔ سورۃ النساء: ۸۷،
جاوید ریاض، اسلامی تعلیمات، ص:۱۸۲۔
شبلی نعمانی، سیرت النبی، ص:۶/ ۴۲۱ تا ۴۲۳، ۴۲۷، ۴۲۶، خورشید احمد، اسلامی نظریہ حیات، ص:۳۹۵
۸۶) امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب الادب، باب قبح الکذب، رقم الحدیث: ۶۶۳۷۔ نیز دیکھئے عبد القیوم ناطق، تعلیمات

اسلام، مکتبہ اسلامیہ لاہور، ص:۱۴۴،۱۴۳

۸۷) ابو داؤد، سنن ابو داؤد، باب التشدید فی الکذب، دارالسلام ریاض،۱۴۲۷ھ، رقم الحدیث:۴۹۹۲

۸۸) سورۃ الحجرات:۹

۸۹) امام مسلم، الجامع الصحیح، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظلم، رقم الحدیث:۲۵۷۷

۹۰) امام مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر وبیانہ، رقم الحدیث: ۱۴۷،۱۴۹

۹۱) محمد فؤاد عبد الباقی، اللؤلؤ والمرجان، دار الحدیث قاہرہ مصر، ص:۱۶۸، ۱۶۹

۹۲) امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب، رقم الحدیث:۶۱۱۶

۹۳) سورۃ الشوریٰ: ۳۷۔ نیز دیکھئے سورۃ آل عمران:۱۳۴

۹۴) سورۃ الانعام:۱۵۱تا۱۵۳، سورۃ بنی اسرائیل:۲۳تا۳۹، تعارف الفرقان، فضلی سنز کراچی، ص:۲/ ۴۹۱

****

جدید مالیاتی ادارے اور تقسیم زکوٰۃ

Modern Financial Institutions & Distribution of Zakat

ڈاکٹر محمد ادریس مفتی *

ABSTRACT

One of the main features of the property that Islam does not allow the wealth is concentrated around few peoples; any group or class of society, but according to Islamic point of view money should be in circulation so that poor class of the society could enjoy this blessing from Almighty Allah.

Zakat Distribution System is a system of fair procedure for this world by Islam; if it is implemented with true spirit of Islam it can end poverty from the society. Islam obligate rich people of the society to distribute Zakat from their wealth amongst poor people however Islam has ordered not to receiver Zakat more than their needs so that it could be distribute to other poor people of the society.

Zakat is an important and has significance in Islam. Islamic law imposed the duty on the Islamic government to collect Zakat from the rich and distribute it to the poor of the society, which caused not only undermined the dignity of the poor.

Islamic law imposed the duty on Islamic government to take steps of receiving Zakat. If the government imposed the proper procedures in current banks and other financial institutions to receive Zakat from the rich people of the society and distribute it amongst the poor of the society than it could help to get rid of poverty from the society and it also help for the stability of the economy of any Country?

Keywords: Distribution of Zakat, Money Circulation, Modern financial institutions, stability of the economy, duty of government.

---

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، گورنمنٹ ماڈل کالج برائے طلبا، آئی ٹین ون اسلام آباد

اسلام کی بنیادی خصوصیات میں سے ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ اسلام دولت کے چند ہاتھوں میں سمٹ کر رہ جانے کی اجازت نہیں دیتا، اور نہ ہی کسی گروہ یا خاص طبقے کے افراد کو یہ اجازت دیتا ہے کہ وہ معاشرے کی ساری دولت پر مسلط ہو کر اس کا خزانہ بنائے، بلکہ اسلامی نقطۂ نظر کے مطابق دولت کو مسلسل گردش میں رہنا چاہئے تا کہ معاشرے کے غریب طبقے کے افراد بھی اس نعمت خداوندی سے مستفید سکیں۔

اسلام کا نظام زکوٰۃ ایک ایسا منصفانہ نظام تقسیم ہے کہ اگر اس پر صحیح طریقے سے عمل کیا جائے تو معاشرے سے کافی حد تک غربت کا خاتمہ ہو سکتا ہے، اسلام نے ایک طرف اگر امیر کو اس بات کا پابند بنایا ہے کہ وہ اپنے مال کا متعین حصہ راہ خداوندی میں دے تو دوسری طرف زکوٰۃ وصول کرنے والے کو بھی اس بات کا تاکیدی حکم دیا ہے کہ وہ وصولیابی میں کسی قسم کی کوئی زیادتی یا بے انصافی کا ارتکاب نہ کرے۔

قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَفِيٓ أَمۡوَٰلِهِمۡ حَقّٞ لِّلسَّآئِلِ وَٱلۡمَحۡرُومِ﴾[1]

ترجمہ: اوران کے مال میں حصہ مانگنے والوں کا اور محروموں کا۔

علامہ ابن عاشور التونسی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ أَوْجَبَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ هَذَا الْحَقَّ وَسَمَّاهُ حَقًّا كَمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: وَالَّذِينَ فِي أَمْوالِهِمْ حَقٌّ مَعْلُومٌ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ"[2]

ترجمہ: اسلام نے آکر مسلمانوں پر اپنے اموال میں سے ایک متعین حصے کو راہ خدا میں دینا واجب کر دیا، اور اس کو حق کے نام سے موسوم کر دیا۔

اور یہی حق حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق زکوٰۃ ہے، چنانچہ ابو حفص سراج الدین ابن عادل رحمۃ اللہ علیہ "تفسير اللباب في علوم الكتاب" میں تحریر فرماتے ہیں: **"قال قتادة وابن سيرين رحمه الله عليه يريد زكوة المفروضة"**[3]

گویا شریعت کے رُو سے زکوٰۃ دینے والا فقیر پر کوئی احسان نہیں کرتا، بلکہ یہ امیروں کے اموال میں غریبوں کے لئے ایک مقرر شدہ حصہ ہے، جس کی ادائیگی ہر حال میں ان کے ذمہ ضروری ہے، دوسری طرف اسلام نے زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو بھی پابند کیا ہے کہ وہ اس وصولی میں کوئی زیادتی نہ کریں۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے 'السنن الکبریٰ' میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کیا ہے: ((**الْمُعْتَدِي فِي الصَّدَقَةِ كَمَانِعِهَا**))[۴] (زکوٰۃ وصول کرنے میں زیادتی کرنیوالا زکوٰۃ ادانہ کرنے والے کی طرح گناہگار ہے)۔

جتنا زکوٰۃ کا نظام اہمیت کا حامل ہے، اتنا ہی شریعت نے اس نظام کو شفاف بنانے کی تاکید کی ہے، چنانچہ شریعت نے اسلامی حکومت کی ذمہ داری لگائی ہے کہ وہ امیروں سے زکوٰۃ وصول کرکے غریبوں پر تقسیم کرے، جس کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ غریبوں کی عزت نفس مجروح ہونے سے بچے گی، بلکہ امیروں کو بھی اس حکم کے ماننے سے روگردانی کا موقع نہیں ملے گا۔

چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ﴾[۵]

ترجمہ: آپ ان کے مالوں سے صدقات لے لیا کریں۔

علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "**ظاهرقوله تعالى**﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ﴾ **توجب أخذ الزكوة مطلقا للإمام**"[۶] (اس آیت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کے لئے زکوٰۃ کی وصولی مطلقاً (اموال ظاہرہ کا زکوٰۃ ہو یا باطنہ کا) واجب ہے)۔

اسی طرح علامہ البابرتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "**ظاهرقوله تعالى**﴿**خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ**﴾**يثبت للإمام حق الأخذ من كل مال**"[۷] (اس آیت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کے لئے ہر قسم زکوٰۃ کی وصولی ثابت ہے)۔

یعنی شریعت نے حکومت وقت کو اس بات کا پابند بنایا ہے کہ وہ لوگوں سے زکوٰۃ کی وصولیابی کے لئے اقدامات کرے، موجودہ دور کے بینکوں اور دیگر مالیاتی اداروں میں زکوٰۃ کا نظام صحیح طریقہ سے نافذ ہو جائے اور حکومت وقت باقاعدگی سے خود ان اداروں سے زکوٰۃ وصول کرکے مستحقین کو دینے

کا اہتمام کرے تو یقیناً اس سے نہ صرف یہ کہ غربت وافلاس کا خاتمہ ہو سکتا ہے بلکہ ملکی معیشت کی استحکام کی طرف بھی ایک اہم پیش رفت ثابت ہوگی، کیونکہ ہمارے زمانے میں نظام زکوٰۃ کے عملی نفاذ کی اہمیت پہلے کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے، آج جبکہ ہر طرف سے سرمایہ دارانہ نظام نے ہمارے ملک کو اپنے شکنجے میں جکڑا ہوا ہے ایک طرف اگر امیر روزبروز امیر سے امیر تر ہوتا جارہا ہے تو دوسری طرف غریب سطح انسانی سے بھی نچلی زندگی گزارنے پر مجبور ہو رہا ہے، قومی دولت چند ہاتھوں میں سمٹ رہی ہے، جیسا کہ سرمایہ دارانہ نظام کی خاصیت ہے، ایسے ناگفتہ بہ حالات میں نظام زکوٰۃ کا مالیاتی اداروں میں عملی نفاذ نہ صرف امر خداوندی کی بجاآوری ہے، بلکہ ایک بہت بڑی انسانی خدمت بھی ہے، زیر نظر مقالہ میں زکوٰۃ کی مالیاتی اداروں میں عملی نفاذ کے بارے میں پیدا ہونے والے اشکالات کے حل کے متعلق بحث کریں گے۔

اموال ظاہرہ اور باطنہ کی تعریف:

اموال ظاہرہ اور باطنہ کی تعریف کرتے ہوئے محمد بن المختار الشنقیطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"أموال ظاهرة وأموال باطنة،الأموال الظاهرة عندهم كالزروع والدواب والمواشى والعقارات ونحوها من المنقولات الأخرى، وهى تكون فى المثمونات، وأما الأموال الباطنة فهى فى الذهب والفضة"(۸)

ترجمہ: فقہاء کے ہاں اموال ظاہرہ کھیتیاں، چوپائے، مویشی، زمینیں اور اس جیسی دیگر منقولی اشیاء ہیں، اور اموال باطنہ سونا، چاندی وغیرہ ہیں۔

اسی طرح علامہ الماوردی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

أما زكوة الفطر فقد قال أصحابنا و هى جارية مجرى زكوة الأموال الظاهرة كالزروع والثمار والمواشى...(۹)

مذکورہ بالا تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ کھیتیاں، چوپائے اور دیگر منقولی اشیاء اموال ظاہرہ جبکہ سونا، چاندی اور نقدی وغیرہ اموال باطنہ ہیں۔

حکومت کو کس قسم کے اموال کی زکوٰۃ وصول کرنے کا حق حاصل ہے؟

اب یہاں پر یہ امر وضاحت طلب ہے کہ گورنمنٹ کو شریعت نے کس قسم کے اموال کی زکوٰۃ کی وصولی کا حق تفویض کیا ہے؟ آیا دونوں قسم کے اموال کی زکوٰۃ وصول کرنے کا حق حاصل ہے یا صرف اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ کی وصولی کا؟

جناب نبی کریم ﷺ کے زمانہ مبارکہ میں اور آپ ﷺ کے بعد حضرات شیخین رضی اللہ عنہما زمانے میں دونوں قسموں کے اموال (اموال ظاہرہ و باطنہ) کی زکوٰۃ حکومت وصول کیا کرتی تھی۔

بعد میں جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور آیا اور اسلامی فتوحات میں وسعت پیدا ہونے لگی اور دور دراز کے علاقے فتح ہونے لگے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس وجہ سے کہ اگر اموال باطنہ کی زکوٰۃ حکومت وصول کرے گی تو اس سے لوگوں کے نجی مقامات کی تلاشی لینی پڑے گی، اور شخصی مقامات کی تفتیش کی وجہ سے لوگوں کو نہ صرف یہ کہ تکلیف ہوگی بلکہ ممکن ہے کہ کوئی فتنہ پیدا ہو جائے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فیصلہ فرمادیا کہ حکومت صرف اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ وصول کریگی، اور اموال باطنہ کی زکوٰۃ مالکان خود ادا کریں، لیکن یہاں پر یہ وضاحت ضروری ہے کہ فقہاء کرام نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ امام کا حق اموال باطنہ سے زکوٰۃ کے حصول میں بالکلیہ ختم نہیں ہوا ہے، بلکہ اب بھی اگر حکومت وقت اگر کسی مصلحت کے تحت یا کسی ضرورت کی وجہ سے سے اموال باطنہ کی زکوٰۃ وصول کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔

ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"ظاهرقوله تعالى:﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ﴾الآية توجب حق أخذ الزكوة مطلقا للإمام وعلى هذا كان رسول اللهصلى الله عليه وسلم والخليفتان بعده فلما ولى عثمان وظهر تغيرالناس كره ان تفتش السعادة على الناس مستور أموالهم وفوض الدفع إلى الملاك نيابة عنه ولم تختلف الصحابة عليه فى ذلک و هذا لايسقط طلب الإمام أصلا ولذا لوعلم أن أهل بلدة يؤدون زكوتهم طالبهم بها......"(۱۰)

علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے "وهذا لايسقط طلب الإمام أصلا" سے اس بات کی تصریح فرمادی ہے کہ امام کا حق اموال باطنہ سے زکوٰۃ کی وصولی کا ختم نہیں ہوتا۔

اسی طرح علامہ عبد اللہ بن محمود الموصلی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لأن الأخذ كان للإمام وعثمان فوضه إلى الملاك وذلك لايسقط حق طلب الإمام حتى لو علم أن أهل بلدة يؤدون زكاتهم طالبهم بها...(۱۱)

علامہ موصوف نے وذلك لايسقط حق طلب الإمام کہہ کر اس بات کی تصریح فرمادی ہے کہ اموال باطنہ سے زکوٰۃ کے حصول کا سرکاری حق ختم نہیں ہوتا۔

اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے صاحب الخلاصۃ لکھتے ہیں:

"الزكوة بأنواعها التى يأخذها الإمام سواء كانت زكوة أموال ظاهرة أم باطنة من السوائم والزروع والنقود والعروض......"(۱۲)

مذکورہ نصوص سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اموال باطنہ سے امام کا حق بالکلیہ ختم نہیں ہوتا لہٰذا اگر امام مصلحت کی وجہ سے چاہے تو اموال باطنہ کی زکوٰۃ وصول کر سکتا ہے۔

بینک اکاؤنٹس میں موجود رقم کی شرعی حیثیت:

بینکوں اور دیگر مالیاتی اداروں سے زکوٰۃ کی وصولی میں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان اداروں میں موجود رقم اموال ظاہرہ میں داخل ہے یا اموال باطنہ میں؟ کیونکہ ان اموال کو اگر اموال ظاہرہ میں شمار کیا جائے تو پھر تو گورنمنٹ کا ان سے زکوٰۃ لینے میں کوئی اشکال نہیں ہے، اور اگر ان کو اموال باطنہ میں شمار کیا جائے تو پھر حکومت کسی مصلحت یا ضرورت کی وجہ سے ان سے زکوٰۃ وصول کر سکتی ہے۔ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے دور حاضر کے محقق عالم شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں:

> ”نقد روپیہ اور سامان تجارت اس وقت تک اموال باطنہ رہتے ہیں جب تک وہ پوشیدہ نجی مقامات پر مالکان کے زیر حفاظت ہوں، ایسے اموال کی زکوٰۃ وصول کرنے میں چونکہ ان نجی مقامات میں دخل اندازی کرنی پڑتی ہے اسلئے انہیں حکومت کی وصولیابی سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے، لیکن جب یہی اموال مالکان خود نجی مقامات سے نکال کر باہر لے آئیں، اور وہ

حکومت کے زیر حفاظت آجائیں تو وہ اموال ظاہرہ کے حکم میں آجاتے ہیں،اور حکومت کو ان سے زکوٰۃ وصول کرنے کا اختیار ہو جاتا ہے، گویا کسی مال کے اموال ظاہرہ میں شمار ہونے کے لئے دو بنیادی امور ضروری ہیں:

ایک یہ کہ وہ ایسے نجی مقامات پر رکھے ہوئے نہ ہوں جہاں سے ان کا حساب کرنے کے لئے نجی مقامات کی تفتیش کرنی پڑے،اور دوسرے یہ کہ وہ حکومت کے زیر حفاظت آجائیں۔اگر اس معیار پر موجودہ بینک اکاؤنٹس کا جائزہ لیا جائے تو ان میں یہ دونوں باتیں پوری طرح موجود ہیں،ایک طرف تو وہ اموال ہیں، جنہیں ان کے مالکان نے اپنی حرز(حفاظت)سے نکال کر خود حکومت پر ظاہر کر دیا ہے،اور ان کے حساب میں نجی مقامات کی تفتیش کی ضرورت نہیں ہے،دوسرے یہ کہ یہ اموال حکومت کے زیر حمایت ہی نہیں بلکہ زیر ضمانت آچکے ہیں،بالخصوص جب بینک سرکاری ملکیت میں ہیں اور ان کو جو سرکاری تحفظ حاصل ہے وہ عاشر پر گزرنے والے اموال کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے،اس لئے مجلس کی رائے یہ ہے کہ بینک اکاؤنٹس اور دوسرے مالیاتی اداروں میں رکھے ہوئے اموال ،اموال ظاہرہ کے حکم میں ہیں،اور حکومت ان سے زکوٰۃ وصول کر سکتی ہے"،(۱۳)

اور اگر بالفرض ان بینکوں اور دیگر مالیاتی اداروں میں موجود رقم کو اموال باطنہ ہی کہا جائے تو تب بھی حکومت کو یہ حق حاصل ہے کہ کسی مصلحت کے تحت یا خاص ضرورت کی وجہ سے ان کی زکوٰۃ وصول کرے، جیسا کہ ما قبل میں امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر فقہاء کرام کے حوالے سے یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ اموال باطنہ سے زکوٰۃ لینے کا حق بالکلیہ ساقط نہیں ہوا ہے بلکہ امام کو اب بھی یہ حق حاصل ہے۔

دور حاضر میں یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ غریب ہر طرف سے مصائب کا شکار ہے، سہولیات تو درکنار ہمارے وطن عزیز میں غریب عوام ضروریات سے بھی محروم ہیں، ہر طرف مہنگائی کا دور دورہ ہے، غریب کی آمدن اس کی ضروریات کی کفالت کے لئے ناکافی ہے، جبکہ دوسری طرف امیر طبقہ کے لوگ اپنی دولت کے نشے میں اتنے مست ہیں کہ ان کو غریبوں کی بدحالی کا احساس تک نہیں ہوتا۔

ایسی صورتحال میں اگر حکومت ان مالیاتی اداروں سے خود زکوٰۃ وصول کرے تو غریبوں کی حالت سدھرنے کی امید کی جاسکتی ہے، بینک اکاؤنٹس کے اموال ظاہرہ ہونے کی صورت میں (جیسا کہ مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ کی تحقیق ہے) تو کوئی اشکال نہیں، لیکن اگر اسے اموال باطنہ بھی کہا جائے تب بھی فقہاء کی صراحت کے مطابق ضرورت کے وقت اموال باطنہ سے زکوٰۃ وصول کرنے کا حق حاصل ہے، اور مذکورہ بالا صورتحال ہی سب سے بڑی ضرورت ہے، لہٰذا حکومت کو ان مالیاتی اداروں اور بینک اکاؤنٹس سے زکوٰۃ کی وصول کا حق حاصل ہونا چاہئے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی اور نیت:

مالیاتی اداروں سے اگر حکومت زکوٰۃ وصول کرے گی تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ زکوٰۃ بھی دیگر عبادات کی طرح ایک عبادت ہے، لہٰذا اس کی ادائیگی کے لئے بھی نیت کی ضرورت ہوگی، اور جب حکومت زبردستی وصول کریگی تو نیت مفقود ہوگی، اس کا جواب یہ ہے کہ فقہاء کرام نے وضاحت کی ہے کہ حکومت کا زکوٰۃ وصول کرنا خودبخود نیت کے قائم مقام ہوجاتا ہے ، چنانچہ علامہ الموصلی رحمۃ اللہ علیہ "الاختیار" میں لکھتے ہیں:

"ومن امتنع من أداء الزکوة أخذها الإمام کرها،و وضعها موضعها لقوله تعالیٰ:﴿خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمۡ﴾"(۱۴)

اسی طرح علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"وفی مختصر الکرخی إذاأخذها الإمام کرها فوضعا موضعها أجزأ لأن له أخذ الصدقات فقام أخذه مقام دفع المالك..."(۱۵)

زکوٰۃ اور قرضہ جات:

موجودہ دور میں زکوٰۃ کی ادائیگی کے سلسلہ میں ایک اہم مسئلہ قرضہ جات کا بھی ہے، بڑے بڑے سرمایہ دار لوگ کروڑوں روپے کے مقروض ہوتے ہیں، اور یہ قرضے عام طور سے وہ لوگ کاروبار ہی کی غرض سے لیتے ہیں، اب اگر ان کے ان قرضہ جات کو منہا کیا جائے تو نہ صرف یہ کہ ان لوگوں پر زکوٰۃ واجب نہیں رہے گی، بلکہ بسا اوقات وہ خود مستحق زکوٰۃ بن سکتے ہیں، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ایسے

قرضوں کو منہا کیا جائے گا یا نہیں؟اس مسئلہ کا حل یہ ہو سکتا ہے کہ جہاں تک قرضوں کے منہا کرنے کی بات ہے وہ متفقہ فیصلہ نہیں، بلکہ حضرات فقہاء کرام کا اس میں اختلاف رہا ہے۔

چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم ارشاد فرماتے ہیں:

> ”اس سلسلہ میں فقہاء امت کے مذاہب کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر طرح کے قرضے زکوٰۃ سے اموال باطنہ کی زکوٰۃ سے مانع ہیں،اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ سے نہیں،اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول جدید یہ ہے کہ کسی بھی طرح کا قرض زکوٰۃ سے منہا نہیں ہو گا۔“(۱۶)

موجودہ حالات ایسے ہیں کہ جس کسی شخص نے اپنی ضروریات زندگی کے لئے کوئی قرض لیا ہو اس کو زکوٰۃ سے منہانہ کرنا اس شخص پر زیادتی ہو گی،البتہ یہ مسئلہ ہمیشہ اہل علم کے نزدیک زیر غور رہا ہے کہ آج کل بڑے بڑے سرمایہ دار اپنی پیداواری اغراض کے لئے جو قرضے لیتے ہیں اگر ان سب کو منہا کیا جائے تو ان پر بعض صورتوں میں شاید زکوٰۃ کبھی بھی واجب نہ ہو،جو مقاصد شریعت کے بالکل خلاف ہے،اسلئے اگر ایسے قرضوں کے بارے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر عمل کرتے ہوئے یہ کہا جائے کہ وہ زکوٰۃ سے منہا نہیں کئے جائیں گے تو یہ مناسب ہے۔

کیا بینک اکاؤنٹس قرضے ہیں؟

بینکوں سے زکوٰۃ کی وصولی کے بارے میں ایک بحث یہ بھی ہے کہ جب کوئی آدمی بینک میں اکاؤنٹ کھولتا ہے تو گویا وہ اپنے پیسے بینک کو قرض دیتا ہے،یہی وجہ ہوتی ہے کہ اگر بینک جل جائے یا کسی اور مالیاتی حادثہ کا شکار ہو جائے تو کاؤنٹ ہولڈر کی رقم پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا،اس سے معلوم ہوتا ہے ہے کہ یہ رقم بینک کے ذمہ اکاؤنٹ ہولڈر کا قرض ہوتا ہے،اور قرضوں کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ جب تک وہ اصل مالک کو واپس نہ ملے اس وقت تک ان سے زکوٰۃ کی ادائیگی لازم نہیں ہوتی،توجب حکومت بینکوں سے زکوٰۃ وصول کریگی تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ گورنمنٹ زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہونے سے پہلے وصول کر رہی ہے،جو کہ کسی بھی طریقہ سے درست نہیں ہے،اس کا حل یہ ہو سکتا ہے کہ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ دائن کو مال واپس ملنے سے پہلے آیا اس پر اس مال کی زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہوتی

ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب مطلق نفی میں دینا درست نہیں، بلکہ نصوص میں غور و فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دین (قرض) کی دو قسمیں ہیں:

۱- ایسا دین جس کا ملنا یقینی ہو۔

۲- ایسا دین جس کا ملنا یقینی نہیں بلکہ مظنون ہو۔

چنانچہ امام بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے:

"زَكُّوا مَا كَانَ فِي أَيْدِيكُمْ، وَمَا كَانَ مِنْ دَيْنٍ فِي ثِقَةٍ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ مَا فِي أَيْدِيكُمْ وَمَا كَانَ مِنْ دَيْنٍ ظَنُونٍ فَلَا زَكَاةَ فِيهِ حَتَّى يَقْبِضَهُ " [۱۷]

اس روایت سے مذکورہ بالا دونوں قسمیں معلوم ہوتی ہیں۔ جہاں تک قسم اول کے دین کا تعلق ہے سو اس کے بارے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ قبضہ سے پہلے اس کی زکوٰۃ ادا کرنی ضروری ہے، کیونکہ اس کا ملنا یقینی ہے۔ حضرت عبد الرحمان بن عبد القاری جو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں بیت المال کے نگران تھے، فرماتے ہیں۔

"كَانَ النَّاسُ يَأْخُذُونَ مِنَ الدَّيْنِ الزَّكَاةَ، وَذَلِكَ أَنَّ النَّاسَ إِذَا خَرَجَتِ الْأَعْطِيَةُ حَبَسَ لَهُمُ الْعُرَفَاءُ دُيُونَهُمْ وَمَا بَقِيَ فِي أَيْدِيهِمْ أُخْرِجَتْ زَكَاتُهُمْ قَبْلَ أَنْ يَقْبِضُوا ......" [۱۷]

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اس قسم کے دیون کے بارے میں مسلک یہ ہے کہ قبضہ سے پہلے ان سے زکوٰۃ کی ادائیگی واجب نہیں ہوتی، کیونکہ اگرچہ ان کا ملنا یقینی ہے پھر بھی کسی نہ کسی حد تک اس میں نہ ملنے کا احتمال موجود ہے، لہٰذا وہ اس قسم اول کو قسم دوم پر قیاس کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سے بھی زکوٰۃ کی ادائیگی قبضہ سے پہلے واجب نہیں ہوتی۔

چنانچہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ "کتاب الآثار" میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں: ((أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يَكُونُ لَهُ الدَّيْنُ فَيَقْبِضُهُ، قَالَ: «يُزَكِّيهِ لِمَا كَانَ مَضَى»)) [۱۸]

لیکن موجودہ دور کے بینک اکاؤنٹس کے بارے میں اگر غور کیا جائے تو یہ نہ صرف یہ کہ قسم اول کے دیون میں شامل ہے بلکہ اس کا یقینی ہونا اور بھی زیادہ واضح ہے، چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب بینک اکاؤنٹس کے یقینی ہونے پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”جب ہم اس نکتہ نظر سے بینک اکاؤنٹس کا جائزہ لیتے ہیں تو وہ دین ہونے کے باوجود اس معاملہ میں دوسرے عام دیون سے ممتاز نظر آتا ہے، جس کی وجوہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱- عام قرضوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ مقرض کے قبضہ سے نکلنے کے بعد ان پر مقرض کا کوئی تصرف باقی نہیں رہتا، بلکہ وہ مقروض کے رحم وکرم پر ہوتا ہے کہ وہ جب چاہے اسے ادا کرے، اس کے برعکس بینک اکاؤنٹس میں مقرض کے طلب کرنے پر فوری ادائیگی نہ ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، اور یہ بینک کی طرف صرف زبانی اقرار نہیں ہوتا بلکہ بینکوں کا مسلسل بلاتخلف طرز عمل یہی ہے، جس کے بغیر بینک چل ہی نہیں سکتے، لہٰذا یہ قرض کی وہ قسم ہے جس میں مقرض اپنی رقم جب چاہے فوراً بلاتخلف واپس لے سکتا ہے، اور عملاً وہ ایسے ہی قابل اعتماد ہے جیسے اپنی تجوری میں رکھی ہوئی رقم، بلکہ اس سے بھی زیادہ کہ تجوری کی رقم میں ہلاک ہونے کا خطرہ ہے لیکن بینک اکاؤنٹ میں ایسا خطرہ نہیں ہے۔

۲- بینک اکاؤنٹس میں رکھی ہوئی رقم پر ہر اکاؤنٹ ہولڈر ٹھیک اسی طرح تصرف کرتا ہے، جس طرح اپنی الماری میں رکھی ہوئی رقم پر تصرف کرتا ہے، اس وقت تجارت کا سارا کاروبار بینک اکاؤنٹس ہی پر چل رہا ہے، اور بیشتر ادائیگیاں بینک ہی کے ذریعے ہوتی ہیں۔

۳- عرف عام میں بھی بینک میں رقم رکھوانے کے بعد کوئی شخص یہ نہیں سمجھتا کہ اس نے یہ رقم کسی کو قرض دیدی ہے، بلکہ وہ اسے اپنی ہی رقم سمجھتا ہے، اور اسکے ساتھ اپنی رقم ہی کا سا معاملہ کرتا ہے، جب کوئی شخص اپنے حاضر وغائب مال کی فہرست بناتا ہے تو بینک اکاؤنٹس کو مال حاضر میں شمار کیا جاتا ہے، مال غائب میں نہیں۔

۴- عام قرضوں کا حال یہ ہے کہ معاہدہ قرض کا محرک مستقرض ہوتا ہے، لیکن یہاں محرک مقرض ہوتا ہے، اور اس کا اصل منشا قرض دینے کے بجائے اپنے مال کی حفاظت ہوتا ہے [۱۹]۔

اس ساری صورتحال کو سامنے رکھتے ہوئے اگر یہ کہا جائے کہ اس مسئلہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر عمل کرکے زکوٰۃ وصول کی جائے تو یہ مناسب ہے، اور اس صورت میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی مخالفت بھی لازم نہیں آتی، کیونکہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس احتمال کی وجہ سے کہ ممکن ہے کہ وہ دین واپس نہ ملے، یہ قول اختیار فرمایا تھا، اور موجودہ بینک اکاؤنٹس (جیسا کہ ظاہر ہے اس وقت نہیں تھے) میں یہ احتمال بالکل نہیں ہوتا لہٰذا اس صورت کو اختیار کرنے میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی مخالفت نہیں ہوگی۔

مذکورہ بالا بحث و تمحیص کو دیکھتے ہوئے اس بات کا کھلے عام ثبوت ملتا ہے کہ دولت کا چند افراد کے ہاتھوں میں رہنا کسی طرح مناسب نہیں، جبکہ اسلام کا نظام مالیت اس بات کا مستدعی ہے کہ مال و دولت سب کے لئے یکساں مفید ہو، اور مذکورہ بالا دلائل سے بھی یہی بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ ادائے زکوٰۃ کا فریضہ اگر تمام اہل ثروت صحیح طریقہ سے ادا کریں، تو تعلیمات اسلامیہ کے مطابق ہر آدمی مکمل طور پر فیض یاب ہو سکتا ہے۔ اور اگر اہل ثروت خود اس فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہوں تو مذکورہ بالا تحقیق کے نتیجے میں حکومت وقت کو یہ حق حاصل ہے کہ خود تغلباً ان سے زکوٰۃ وصول کرکے مستحقین میں تقسیم کرے، اسی طرح جدید مالیاتی اداروں اور بینکوں میں موجود رقم سے بھی گورنمنٹ خود زکوٰۃ وصول کرکے مصارف میں لگائے اس سے نہ صرف یہ کہ ایک امر خداوندی کی بجا آوری ہوگی بلکہ یہ امر ملکی معیشت کے استحکام کے لئے ایک اہم پیش رفت ثابت ہوگا۔ **واللہ اعلم**

حواشی و حوالہ جات

۱) سورۃ المعارج:۲۴

۲) ابن عاشور التونسی، محمد الطاہر، التحریر والتنویر المعروف بتفسیر ابن عاشور مؤسسۃ التاریخ العربی بیروت، ص:۷/۹۰

۳) ابن عادل الحنبلی الدمشقی النعمانی، ابو حفص سراج الدین عمر بن عادل، تفسیر اللباب فی علوم الکتاب، ص:۱/۱۵

۴) البیہقی، ابو بکر احمد بن الحسین بن علی، السنن الکبریٰ، مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ حیدر آباد، ص : ۴/۹۷

۵) سورۃ التوبۃ:۱۰۳

۶) ابن ھمام، کمال الدین محمد بن عبد الواحد، فتح القدیر، دار الفکر بیروت، ص:۲/۱۶۲

۷) البابرتی، محمد بن محمد ، العنایۃ شرح الہدایۃ، ص:۲/۵۳

۸) الشنقیطی، محمد بن محمد المختار، شرح زاد المستقنع، ص:۸/۹۰

۹) ابو الحسن علی بن محمد بن محمد بن حبیب البصری البغدادی، الحاوی فی فقہ الشافعی، ص: ۳/۳۸۹

۱۰) ابن ھمام، کمال الدین محمد بن عبد الواحد، فتح القدیر، دار الفکر بیروت، ص:۳/۴۷۸

۱۱) الموصلی البغدادی، عبد اللہ بن محمود بن مودود، الاختیار لتعلیل المختار، دار الکتب العلمیۃ ، ص:۱/۱۰۷

۱۲) علی بن نایف الشحود، الخلاصۃ فی احکام الذمۃ،، ص: ۱/۲۵۷

۱۳) العثمانی، المفتی محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ، فقہی مقالات، میمن اسلامک پبلشر، ص:۲/۷۳

۱۴) الموصلی البغدادی، عبد اللہ بن محمود بن مودود، الاختیار لتعلیل المختار، دار الکتب العلمیۃ، ص:۱/۱۱۱

۱۵) ابن عابدین حاشیہ رد المحتار، طبع: دار الفکر للطباعۃ والنشر، ص:۲/۲۹۰

۱۶) العثمانی، المفتی محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ، فقہی مقالات، میمن اسلامک پبلشر، ص:۲/۷۳

۱۷) البیہقی، ابو بکر احمد بن الحسین بن علی، السنن الکبریٰ، مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ حیدر آباد، ص:۴/۱۵۰

۱۸) البیہقی، ابو بکر احمد بن الحسین بن علی، السنن الکبریٰ، مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ حیدر آباد، ص:۴/۹۷

۱۹) امام ابو یوسف، کتاب الآثار، باب الزکوٰۃ، دار الکتب العلمیۃ ، ص:۱/۸۸

****

عُنَّة الزوج وانتظارها في الفقه الإسلامي

Impotency of husband and time limitation in Islamic Sharia

الدكتور راشد بن مفرح الشهري*

ABSTRACT

It is a matter of proven fact that Islamic shairat is a complete code of life. It is comprehensive and it covers all aspects of human life which include prayers, human rights, marriage, dealings, and justice, etc. Relation between two individuals of opposite gender [known as *Nikah* (the marriage)] has also been given great importance and related issues have been discussed in detail, so that man and women, when related with each other, may live their lives happily and peacefully and to remain aloof from sins.

In this article it has been comprehensively discussed if after marriage a man is not capable of having sexual relations i.e., *Jamah* or impotency. What should a woman do? In this respect, Islamic scholars presented different opinion; some consider that *Nikah* (marriage) would not be void, while others consider that the husband should be given one year time for medical treatment, and if after one year he did not gain the capability, then "Nikah" would be annulled.

The word 'impotence' has different meanings, including: object to thing, and does not want women. According to Scholars' terminology: impotence is the inability to penetrate in sexual intercourse.

The sexually impotent adult husband identifies him an appointment for a year, if he does not have intercourse, then his impotency will be proved, and his wife may annul the marriage contract. If the sexually impotent is still young, he will not have an appointment. The mad sexually impotent wife postpone as the adult sexually impotent. Castrate wife postpone reserves and retention of marriage contract.

Keywords: Mariage (*Nikah*), Islamic Shaira, Jamah, Impotency, husband-wife relations.

* رئيس المحكمة العامة بمحافظة الطائف، المملكة العربية السعودية

إن الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونستهديه ، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ، ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له ، ومن يضلل فلا هادي له ، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له ، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله ﷺ، وعلى آله وصحبه تسليماً كثيراً أما بعد:

فإن الله عز وجل قد رفع منزلة العلم وأهله ، فقال عز وجل: ﴿يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ﴾(١)، وبين أنه لا يستوي العلماء وغيرهم ، فقال عز وجل: ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾(٢) وأخبر تبارك وتعالى أن العلماء هم الذين يخشونه حق خشيته سبحانه وتعالى ، فقال عز وجل :﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ﴾(٣) ، وأَمَرَ نبيه ﷺ أن يطلب الزيادة من العلم فقال تعالى:﴿وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾(٤) ، وقال عليه الصلاة والسلام "من يرد الله به خيراً يفقه في الدين" متفق عليه.(٥)

فهذا الحديث يدل على أنَّ من توفيق الله للعبد أن يُفَقَّه في دين الله ، فإن ذلك دليل على أن الله أراد به خيراً.

وقال عليه الصلاة والسلام "من سلك طريقاً يلتمس فيه علماً سهّل الله له به طريقاً إلى الجنة".(٦)

والنصوص من الكتاب والسنة كثيرة ، تدل على فضل العلم وعلو مكانته ، ولا يخفى على من له أدنى بصيرة أهمية العلم والتفقه في الدين ، فبالعلم يرفع المسلم الجهل عن نفسه وعن غيره ، وبالعلم يعرف كيف يعبد ربه ، وبالعلم يعرف الحلال والحرام ، قال تعالى: ﴿ قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾.(٧)

إنّ المتأمل في الأحكام الشرعية يجد أن الشريعة الإسلامية ، جاءت شاملة لجميع مناحي الحياة ، فراعت جوانب عدة يحتاجها المكلف من العبادات ، و المعاملات ، والأنكحة ، والقضاء ، وغير ذلك .

ولما كان النكاح من فطرة الله التي فطر الناس عليها و جبلهم عليها , فإن الله عزوجل راعى هذه الفطرة ، بل قومها وهذبها ، و خصها بأحكام متعددة ، فمن الأحكام ما هو مختصٌ بالزوج ، و منها ما هو مختصٌ بالمرأة ، ومنهما ما هو مشتركٌ بينهما .

ومن ما هو مشترك بين الزوجين حق المعاشرة بينهما ، فهو حق للزوج و الزوجة ، فالشارع الحكيم لم يغفل هذا الجانب ، بل ذكر ما يهمه ويخصه ، ومما قد يَعْرِض لهذه – المعاشرة – ويمنعها فترة محددة أو غير محددة ، من عنّة أو مرض أو غير ذلك ، للزوج أو الزوجة ، فأحببت أن أبحث ما يتعلق بعُنة الزوج وحكم انتظارها تحت عنوان : (عنَّة الزوج وانتظارها في الفقه الإسلامي) من خلال التراث الفقهي الإسلامي ، لما لذلك من أهمية لا تخفى ، ووقوعها في المجتمع وسؤال الناس عنها .

فعزمت على جمع أطراف الموضوع ، فجاءت دراستي هذه في تمهيد و ثلاثة مطالب ، ففي :

التمهيد : بينت فضل العلم وأهله ، وأن من أعظم فضل الله عليهم الكتابة في موضوعات تمس إليه الحاجة ، حتى يسير المسلم وفق إرادة الله عزوجل . وجاء :

المطلب الأول : متضمناً تعريف العُنَّة في لغة القرآن الكريم والسنة النبوية ، وأعقبت ذلك بتعريفها عند علماء الفقه رحمهم الله ، وكان :

المطلب الثاني : في ذكر أقوال العلماء في إمهال الزوج العِنين ، وجاء

المطلب الثالث : في ضرب الأجل للزوج العنين ، وتضمنت

الخاتمة : أهم النتائج التي توصلت إليها خلال هذه الدراسة ، فأسأل الله عز وجل أن يمدني بعونه وتوفيقه ، وأن ينفع بذلك ، إنه جواد كريم .

المطلب الأول : تعريف العُنّة لغة و اصطلاحاً .

العنين لغة : العن: الاعتراض ، من عنَّ الشيء إذا اعترض

والعنين : الذي لا يأتي النساء ، ولا يريدهن ، وعنَّ من امرأته إذا حكم القاضي عليه بذلك ، أو منع منها بالسحر ، والاسم من ذلك العُنَّةَ ، وكأنه اعترضه ما يحبسه عن النساء. وسمي الرجل عِنيناً ، لأنه يعنَّ ذكره بقُبُلِ المرأة من عن شماله ويمينه فلا يِقصده.

ويقال تعنن الرجل : إذا ترك النساءِ من غير أن يكون عنياً لثأر يطلبه. (٨)

العنين اصطلاحاً:

هو العاجز عن الإيلاج باعتراض ذكره ، حينما يريد أن يولج. (٩)

وقيل هو من لا ينتشر ذكره ، إنما هو كالإصبع في جسده ولا ينقبض ولا ينبسط. (١٠)

المطلب الثاني: أقوال العلماء في إمهال الزوج العِنين.

اختلف أهل العلم رحمهم الله في إعطاء الزوج العنّين مدة ومهلة ، لمعرفة قدرته على الجماع من عدمه ،على قولين:

القول الأول:

لا يضرب له أجل ، وتبقى زوجته معه ، ولا يثبت لها الفسخ بذلك ، وهو مروي عن علي(١١) رضي الله عنه وهو قول ابن حزم(١٢) من الظاهرية (١٣)

القول الثاني :

يضرب للزوج العنين أجل لمدة سنة ، منذ رفع زوجته الدعوى عليه بذلك ، ويثبت لها الفسخ بالعُنة بعد المدة .وهو قول الأئمة الأربعة وروي عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه (١٤) وقَبْله عمر رضي الله عنه.

وروي عن الحارث بن ربيعه رحمه الله أنه أجل رجلاً عشرة أشهر[١٥]، وذكر في بداية المجتهد أن ابن المنذر رحمه الله قال: إنه إجماع. [١٦]

فرع : هل يستوي في هذا التأجيل الحر والعبد

يستوي في ذلك الحر والعبد . وروي عن مالك أنه أجل العبد ستة أشهر[١٧]

الأدلة :

استدل أصحاب القول الأول بدليل من السنة :

ما روي أن امرأة أتت النبي ﷺ فقالت: يا رسول الله إن رفاعة طلقني ، فبت طلاقي ، فتزوجت بعبد الرحمن بن الزَبِير[١٨] وإنما له مثل هدبة الثوب ، فقال تريدين أن ترجعي إلى رفاعة ، لا ، حتى تذوقي عسيلته ويذوق عسيلتك"[١٩]

وجه الاستدلال:

في الحديث دلالة على عدم ضرب المدة للعنين ، لأن الرسول ﷺ لم يضرب أجلاً لعبد الرحمن ابن الزَبِير ، وكذا لا يثبت بها الفسخ ايضاً .

والجواب عن هذا :

أن المدة تضرب بطلب الزوجة ، لذلك وإذا اعترف الزوج[٢٠] ولم يحصل شيء من ذلك ، كما أن الزوج انكر ما نسبته إليه ، وقال إني لأعركها عرك الأديم ، وأجاب ابن عبد البر[٢١] – رحمه الله – بأن مجيء هذه المرأة إلى النبي ﷺ كان بعد طلاقها من ابن الزبير ، وعندها فلا معنى لضرب الأجل له في هذه الحال ، ويؤكد هذا المعنى قوله صلى الله عليه وسلم تريدين أن ترجعي إلى رفاعة ، ولو كان مجيئها قبل طلاق عبد الرحمن لها لما قال لها ذلك.

وقيل إنما كان ضعيفاً ولم يكن عنيناً ، ولذا قال ﷺ لا ، حتى تذوقي عسيلته ولو كان عاجزاً لم يستطع ذلك. [٢٢]

أدلة القول الثاني :

١ – قوله تعالى: ﴿فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾ . (٢٣)

وجه الإستدلال:

أن الله سبحانه وتعالى أمر الزوج أن يمسك زوجته بالمعروف ، وليس من المعروف بقاءها هكذا ، من غير أن يوفيها حقها من الوطء ، ولذا كان لزاماً عليه التسريح بإحسان. (٢٤)

٢ – إجماع الصحابة رضي الله عنهم على ضرب المدة للعنين ، ثم التفريق بينهما إذا ثبتت العنة ، فقد روي سعيد بن المسيب عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه أنه قضي في العنين أن يؤجل سنة ، فإن قدر عليها وإلا فرق بينهما. (٢٥)

روي عن علي وابن مسعود رضي الله عن الجميع أنهما قالا بتأجيله سنة ، فإن وصل إليها وإلا فرق بينهما ، وكان قضاؤهم بمحضر من الصحابة رضي الله عنهم ولم ينكر أحدٌ فكان إجماعاً. (٢٦)

٣ – أن عجز الزوج عن الوطء محتمل العنة وغيرها كالمرض ، فيؤجل سنة حتى تمر عليه الفصول الأربعة ، فإن كان ما به مرض زال أو تبين خلالها ، لأنه إن كان ما به يبس زال في وقت الرطوبة ، وإن كان رطوبةً زال في وقت اليبس والحرارة ، وإن كان من انحراف مزاج زال في زمن الأعتدال ، فإن مرت عليه ولم يزل ما به علم أنه عنة. (٢٧)

٤ – أن الوطء أمر مُسْتحَق للزوجة بموجب العقد ، وإذا فات ذلك المستحق للزوجة فات مستحق العقد ، كما أن فيه ضرر على الزوجة ، والله عز وجل قد رفع الظلم والضرر قال تعالى: ﴿وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا﴾ (٢٨) وقالﷺ: "لا ضرر ولا ضرار". (٢٩) (٣٠)

الترجيح : مما تقدم يترجح لي أنه يثبت الفسخ بالعُنّة ، إذا ضرب للزوج مدة وهي سنة ، من تاريخ المرافعة إلى الحاكم ، وهو رأي الأئمة الأربعة وذلك لقوة أدلتهم من الكتاب والسنة والإجماع عن الصحابة رضي الله عنهم ومن العقل.

وللرد على دليل المخالفين.

اختلف العلماء رحمهم الله في ابتداء السنة للعنين على قولين :

القول الأول:

تبدأ المدة من وقت التخاصم ، وهذا قول جمهور العلماء من الحنفية والمالكية والحنابلة. (٣١)

القول الثاني:

تبدأ السنة من ضرب القاضي للمدة ، لا من وقت التخاصم. وهذا قول الشافعية واختاره الباجي من المالكية. (٣٢) ، قال صاحب مغني المحتاج : (المدة من ضرب القاضي ، لا من وقت ثبوت العنة ، لأنها مجتهد فيها بخلاف مدة الإيلاء ، فإنها من وقت الحلف للنص) . (٣٣)

الترجيح :

لم يذكر لأي من القولين تعليل ، لكن انتصر للقول الثاني صاحب المنتقى فقال: (السنة في ذلك من يوم ترافعه امرأته إلى السلطان ، هذه عبارة أصحابنا ، وتحقيق ذلك عندي أن أول السنة من يوم الحكم بها ، وذلك أن رفعها إلى السلطان لا يوجب لها الحكم إلا بعد إقرار الزوج ، أو إثبات ما يوجب لها الحكم ، وربما كان ذلك في المدة الطويلة ، فإذا ثبت عند الحاكم ما يوجب ضرب الأجل أستأنف ضربه من يوم إنفاذ الحكم) (٣٤). وهذا هو الراجح والله أعلم.

المطلب الثالث : ضرب الأجل للزوج العنين :

في هذا المبحث سوف نذكر بإذن الله أنواع الزوج العنين ، ونبيّن حكم كل فرعٍ على حده . وينتظم ذلك أربعة فروعٍ :

الفرع الأول : ضرب الأجل للزوج العّنين البالغ :

اختلف العلماء في ضرب الأجل للزوج العنين إلى قولين:كما مر في المسألة المطلب السابق لكن نذكرها هنا بإيجاز.(٣٥)

القول الأول:

لا يضرب له أجل ، وتبقى زوجته معه ، ولا يثبت لها الفسخ بذلك , وهو مروي عن علي رضي الله عنه وهو قول ابن حزم من الظاهرية. (٣٦)

القول الثاني :

يضرب للزوج العنين أجل لمدة سنة ، منذ رفع زوجته الدعوى عليه بذلك ، ويثبت لها الفسخ بالعُنة بعد المدة . وهو قول الأئمة الأربعة , وروي عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه (٣٧) وقبْله عمر رضي الله عنه.

الترجيح :مما تقدم يترجح لي أنه يثبت الفسخ بالعُنّة إذا ضرب للزوج مدة وهي سنة ، من تاريخ المرافعة إلى الحاكم ، وهو رأي الأئمة الأربعة وذلك :

لقوة أدلتهم من الكتاب والسنة والإجماع عن الصحابة رضي الله عنهم ومن العقل.

الفرع الثاني : ضرب الأجل للزوج الصبي العِنّين .

المقصود هنا : أن العنّة كما تكون فيما بعد البلوغ , فقد تكون أيضاً قبل ذلك عند الصبي القادر على الجماع ، ولذا سوف نتطرق إلى ما قاله الفقهاء رحمهم الله تعالى- في حكم ضرب الأجل للصبي العِنّين , فقد اختلف العلماء في ضرب الأجل له إلى قولين :

القول الأول: إن العنين الصبي إن لم يجامع زوجته أُجِّل أي كما يؤجل البالغ. (٣٨)

وقيل أن المراهق هو الذي يتأتى منه الجماع. فتسمع دعوى التعنين عليه ، وتضرب له المدة ، حكي وجهاً عند الشافعية. (٣٩)

القول الثاني :

إن العنين الصبي لا تسمع دعوى امرأته عليه ، وبالتالي لا تضرب له مدة ، ولا يؤجل ، وهو المشهور عند الشافعية.[٤٠]، وقول الحنابلة [٤١] ، ومقتضى مذهب ابن حزم الظاهري. [٤٢]

قال في المغني : (إذا ادعت امرأة الصبي والمجنون العنة لم تسمع دعواها ، ولم تضرب مدة). [٤٣]

قال في الروضة: (ومن علم أن عجزه عن الوطء لعارض من صغر أو مرض مرجو الزوال لم تضرب له المدة). [٤٤]

وقال في الإقناع: (ولا تعتبر عنته إلا بعد بلوغه). [٤٥]

واستدلوا بقولهم :

١) لأن ذلك عارض يزول ، والعنة خلقة وجبلة لا تزول.[٤٦]

٢) لأن المدة والفسخ يعتمدان على إقرار الزوج ، أو يمينها بعد نُكُوله ، وقولهما ساقط[٤٧] ، فلا ضرب للمدة إذن .

ويمكن الإستدلال للقول الأول:

بأنها عنة في الصبي كما هي في البالغ ، فوجب ضرب المدة بجامع عدم الوطء في كلٍ منهما. ثم إن كونه صغيراً لا يمنع من ضرب المدة ، ما دام أن مثله قادر على الوطء.

ويمكن أن يجاب عن هذا : بأن قياسه على البالغ قياس مع الفارق ، لأن البالغ أصبح قوياً قادراً على الجماع بخلاف الصبي.

ولأن البالغ قد رتب الشارع الحكيم عليه أحكاماً ، وألزمه بأمورٍ لم يلزم بها الصغير فافترقا.

الترجيح : الراجح والله أعلم هو قول جمهور العلماء ، وهو عدم ضرب المدة له ، لقوة ما استدلوا به ، ولإمكان الجواب على القول الأول.

الفرع الثالث :ضرب الأجل للعنّين المجنون .

في هذا الفرع سوف أتعرض لحالة أخرى من أحوال العنين , وهي: ما إذا كان العنين مجنوناً ، هل يؤجل كما يؤجل الصحيح ، خلاف بين العلماء رحمهم الله وهذا بيانه.

القول الأول :

إن امرأة المجنون إذا ادعت عليه العنة لم تسمع دعواها ، ولم تضرب له مدة (٤٨) قال به الشافعية(٤٩)، وبعض الحنابلة (٥٠)، ومقتضى قول ابن حزم الظاهري ، لأنه لا يرى تأجيل العنين مطلقاً. (٥١)

القول الثاني :

إنه إذا أدعت امرأة مجنون عنته ضربت له المدة ، قال به بعض الحنابلة (٥٢)

الأدلة :

أدلة القول الأول:

قالوا قياساً على الصبي ، حيث إن المدة والفسخ يعتمدان إقرار الزوج ، أو يمينها بعد نكوله ، وقولهما ساقط. (٥٣)

دليل القول الثاني :

القياس : حيث قالوا إنه كالعاقل في بلوغه وتصور عنته ، وأما كونه فاقد العقل فلا تاثير لذلك على العُنَّة.(٥٤)

الترجيح : الراجح والله أعلم هو القول الثاني القائل بتأجيل زوجة المجنون العنين كزوجة العنين "البالغ العاقل ، لأن كونه مجنونا لا تأثير له في الحكم ، وما دام أنه وصف غير مُؤثر فلماذا لا نضرب لها مدة كزوجة البالغ العاقل ؟.

الفرع الرابع : ضرب الأجل للزوج العنّين الخصيّ .

اختلف العلماء – رحمهم الله تعالى – في الخصي إذا لم يستطع الجماع ، ورفعت امرأته دعواها عليه ، هل تؤجل أم لا ؟ إلى قولين :

القول الأول :

أن امرأة الخصي لا تؤجل ، وهو مذهب: المالكية ، والشافعية .(٥٥)

القول الثاني :

إن امرأة الخصي إن لم يصل إليها أجلت أجل العنين ، ولا تخيير قبل التأجيل.(٥٦) هو مذهب الحنفية , وقال به الشافعي في الأم , ومذهب الحنابلة.(٥٧)

قال في الأم : (ولو أجل خصي ولم يجب ذكره أو نكحها خصي غير مجبوب لم تخير ، حتى يؤجل أجل العنين ، فإن أصابها فهي امرأته ، وإلا صنع فيه ما صنع في العنين) .(٥٨)

الأدلة :

أدلة القول الأول :

قالوا : لأن لها الخيار كامرأة المجبوب.(٥٩)، قال به بعض الشافعية ، وهو قول المالكية ، وهو نقض كلام الظاهرية ، حيث لايرون التأجيل في العنين مطلقاً ، ولم أقف لهم فيه على قول خاص.(٦٠)

أدلة القول الثاني :

١- قالوا نأجله لأن وطأه مرجو(٦١)، فإذا لم يطأ خلال المدة خُيرت المرأة بين البقاء والفسخ ، كامرأة العنين.

٢ – ولأنه إذا لم يطأ خلال هذه المدة فات الإمساك بمعروف ، فوجب التسريح بإحسان.

الترجيح :

لو قيل بالتأجيل احتياطاً لكان أولى ، استبقاءً للنكاح وتيقناً وتحققاً من الأمر.

الخاتمة وأهم النتائج :

الحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات ، أحمده وأشكره في الختام كما حمدته في البدء ، فهو أهل للحمد في كل موطن ، وأصلي وأسلم على أزكى البرية نبينا محمد صلى الله عليه وعلى صحابته وأتباعه التابعين له بإحسان إلى يوم الدين ، وسلم تسليماً كثيرا ، وبعد : فقد يسر الله سبحانه وتعالى لي و انتهيتُ من دراسة موضوع (عنّة الزوج وانتظارها في الفقه الإسلامي) إلى جملة من النّتائج من أهمها :

١- إن العنّة تطلق في اللغة على معانٍ عدة ، موجزها أنها : الإعتراض على الشيء ، والذي لا يأتي النساء ولا يريدهنّ .

٢- إن العنّة في اصطلاح الفقهاء رحمهم الله تعالى هي: العجز عن الإيلاج ، باعتراض ذكره حينما يريد أن يولج ، أو من لا ينتشر ذكره لذلك .

٣- إن الراجح من قولي العلماء هو : ضرب الأجل للزوج العنين .

٤- إن الزوج البالغ العنيّن , يضرب له أجلٌ وهو سَنَة , فإن لم يجامع خلالها فحينها تثبت عنّتهُ , ويثبت الفسخُ لزوجته .

٥- إن مدة التأجيل للعنّين تبدأ من وقت ضرب القاضي الأجل لها .

٦- إن العنّين إذا كان لا يزال صبياً فلا يضرب له أجلٌ .

٧- إن زوجة العنّين المجنون تؤجل كزوجة العنين البالغ .

٨- إن زوجة الخصي تؤجل احتياطاً واستبقاءً لعقد النكاح .

والله أعلم وصلّى الله على نبيّنا محمّد وعلى آله وصحبه أجمعين.

الهوامش و الإحالات

١) سورة المجادلة آية رقم (١١).

٢) سورة الزمر آية رقم (٩).

٣) سورة فاطر آية رقم (٢٨).

٤) سورة طه آيه رقم (١١٤).

٥) صحيح البخاري مع شرحه فتح الباري١٩٧/١، وصحيح مسلم بشرح النووي ٧٦/١٣ .

٦) انظر:صحيح مسلم بشرح النووي ١٧/ ٢١.

٧) سورة يوسف آية رقم: (١٠٨).

٨) انظر لسان العرب (٢٩١/١٣).

٩) المغني مع الشرح الكبير (٦٠٢/٧).

١٠) المنتقى (١١٨/٤).

١١) هو علي بن أبي طالب بن عبد المطلب بن هاشم ابن عم النبي ﷺ,كنيته أبو الحسن , صحابي معروف فقيه شجاع من أول الناس إسلاماً شهد الغزوات مع النبي ﷺ، وكان رابع خلفائه ، اغتاله عبد الرحمن بن ملجم سنة ٤٠هـ ، انظر أسد الغابة (١٠٠/٤).

١٢) هو أبو محمد على بن أحمد بن سعيد بن حزم الظاهري , ولد سنة ٣٨٤هـ ,عالم الأندلس في عصره وكانت له الوزارة ، فانصرف عنها إلى التأليف والعلم و من كتبه: المحلى وطوق الحمامة ومراتب الاجماع و توفي سنة ٤٥٦هـ ، انظر الأعلام للزركلي (٥٩/٥) والبداية والنهاية (٩٨/١٢).

١٣) المنتقى (١١٨/٤) ، المغني مع الشرح الكبير (٦٠٣/٧) ، المحلى(٥٨/٨) و (٥٨/١٠) ، الشرح الكبير (٥٦٩/٧).

١٤) انظر: الإفصاح (١٣٤/٢) ، فتح القدير (٢٩٧/٤) ، بدائع الضائع (٣٢٢/٢) ، المجموع (٢٧٧/١٦) ، المغني مع الشرح الكبير (٦٠٣/٧) ، المبسوط (١٠٠/٥) ، الإنصاف (١٨٦/٨) ، الأم (٤٠/٥) ، روضة القضاة وطريقة النجاة (١-٩٠٢/٢) ، المحلى (٥٨/١٠).

١٥) انظر : المرجع السابق.

١٦) بداية المجتهد (٢/٥٥).

١٧) انظر المنتقي (٤/١١٨) ، والمجموع (١٦/ ٢٨٠) .

١٨) هو عبد الرحمن بن الزَبِير بن باطا القرظي ، له صحبة ، روي حديثه عن ابن وهب عن مالك المسور بن رفاعة عن الزبير بن عبد الرحمن عن رفاعة بن سموأل طلق امرأته ، ولم يقولوا عن أبيه ، وهو المحفوظ .انظر تهذيب التهذيب(٦/١٧٠).

١٩) أخرجه البخاري في صحيحة بهذا المعنى(٧/٤٩). وأبو داود في سننه (٢/٢٩٤) وسكت عنه ، وذكره صاحب بدائع الصنائع (٢/٣٢٢).

٢٠) المالكية يرون أنه إذا اعترف الزوج فللزوجة الخيار بدون ضرب مدة ، انظر المنتقى (٤/١١٨).

٢١) هو أبو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر النمري القرطبي ، إمام عصره في الحديث والأثر ، وله كتب قيمة منها : التمهيد ، والاستذكار ، وهو فقيه محدث ، تولى قضاء الأشبونة وشنترين في أيام ملكها المظفر الأفطس ، توفي سنة ٤٦٣هـ ، في مدينة شاطبة ، شرق الأندلس وكان عمره ما يقارب ٩٥سنة ، انظر وفيات الأعيان (٧/٦٦).

٢٢) انظر بدائع الصنائع (٢/٣٢٣) ، المغني مع الشرح الكبير (٧/٦٠٣).

٢٣) سورة البقرة جزء من آية رقم : (٢٢٩) .

٢٤) انظر: بدائع الصنائع (٢/٣٢٣) ، فتح القدير (٤/٢٩٨).

٢٥) انظر: المجموع (١٦/ ٢٧٧) ، المغني مع الشرح الكبير (٧/٦٠٤) ، المبسوط للسرخسي (٥/١٠٠).

٢٦) انظر : بدائع الصنائع (٣/٣٢٣) ، المنتقى (٤/١١٨) ، المجموع (١٦/٢٧٧) .

٢٧) انظر: بدائع الصنائع (٢/٣٢٣) ، فتح القدير (٤/٢٩٨) ، المنتقى (٤/١١٨) ، المجموع (١٦/٢٧٧) ، المغني مع الشرح الكبير(٧/٦٠٤).

٢٨) سورة الكهف جزء من آية رقم : (٤٩) .

٢٩) أخرجه ابن ماجه في سننه (٢/٧٨٤) ، وقيل في إسناده جابر الجعفي وهو متهم ، ولكن الحديث مشهور ، وقاعدة من قواعد الشرع العامة التي تلقتها الأمة بالقبول.

٣٠) بدائع الصنائع (٢/٣٢٣).

٣١) انظر : فتح القدير (٢٩٧/٤) ، الكافي لابن عبد البر(٢٥٨) ، المبدع (١٠٢/٧).

٣٢) انظر : المنتقى (١١٨/٤).

٣٣) مغني المحتاج (٢٠٦/٣).

٣٤) انظر: المنتقى (١١٨/٤).

٣٥) انظر : ٥- ٨ المسألة بأقوالها وأدلتها .

٣٦) انظر :المنتقى (١١٨/٤) ، المغني مع الشرح الكبير (٦٠٣/٧) ، المحلى(٥٨/٨) و (٥٨/١٠) ، الشرح الكبير (٥٦٩/٧).

٣٧) انظر: الإفصاح (١٣٤/٢)؛ فتح القدير (٢٩٧/٤) ، بدائع الضائع (٣٢٢/٢) ، المجموع (٢٧٧/١٦) ، المغني مع الشرح الكبير (٦٠٣/٧) ، المبسوط (١٠٠/٥) ، الإنصاف (١٨٦/٨) ، الأم (٤٠/٥) ، روضة القضاة وطريقة النجاة (١-٢/٩٠٢) ، المحلى (٥٨/١٠).

٣٨) روضة الطالبين (٥٣٢/٥).

٣٩) روضة الطالبين (٥٣٢/٥) نُقِلَ عن المزني من الشافعية ، وضعفه النووي في الروضة .

٤٠) روضة الطالبين (٥٣٢/٥).

٤١) المغني مع الشرح الكبير (٦٠٦/٧) ، الإقناع (٣٥٩/٣) ، حاشية الروض المربع (٣٣٦/٦) ، الإقناع (٣٦١/٣) ، الشرح الكبير (٥٧١/٧).

٤٢) حيث أنه ينكر تأجيل العنين البالغ ، فمن باب أولى الصغير . المحلي (٥٩/١٠).

٤٣) المغني مع الشرح الكبير (٦٠٦/٧)

٤٤) روضة الطالبين (٥٣٢/٥).

٤٥) الإقناع (٣٥٩/٣).

٤٦) المغني مع الشرح الكبير (٦٠٦/٧) ، الإقناع (٣٦١/٣).

٤٧) روضة الطالبين (٥٣٢/٥) .

٤٨) روضة الطالبين (٥٣٢/٥) الإنصاف (١٩٢/٨).

٤٩) روضة الطالبين (٥٣٢/٥).

٥٠) روي عن القاضي من الحنابلة ، راجع الإنصاف (١٩٢/٨).

٥١) المحلى (٥٩/١٠).

٥٢) ذكره ابن عقيل ، راجع الإنصاف (١٩٢/٨) قال المرداوي : وهو الصواب ، راجع الإقناع (٣٦٠/٣).

٥٣) روضة الطالبين (٥٣٢/٥).

٥٤) حاشية الروض المربع لابن قاسم (٣٣٦/٦).

٥٥) روضة الطالبين (٥٣٢/٥) ، التاج والإكليل (٤٨٥/٣) ، التلقين (٢٩٦/١).

٥٦) انظر : الأم (٤٠/٥) ، روضة الطالبين (٥٣٢/٥) ، الهداية شرح البداية (٢٧/٢) ، فتاوى السعدي (٢٠٤/١) ، المغني مع الشرح الكبير (٦٠٦/٧).

٥٧) قال ابن قدامة: وهو ظاهر كلام الخرقي ، المغني مع الشرح الكبير (٦٠٦/٧).

٥٨) (٤٠/٥) .

٥٩) روضة الطالبين (٥٣٢/٥).

٦٠) المحلى (٥٩/١٠).

٦١) الهداية (٢٧/٢) .

المصادر والمراجع

١) **القرآن الكريم**

٢) **أسد الغابة في معرفة الصحابة** / لعلي بن محمد الجزي المعروف بابن الأثير، تحقيق عادل الرفاعي ، الطبعة الأولى١٤١٦هـ - دار إحياء التراث العربي بيروت .

٣) **الأعلام قاموس تراجم لأشهر الرجال والنساء من العرب والمستعربين والمستشرقين** /لخير الدين الزركلي ، طبع ونشر دار للملايين ، بيروت ، الطبعة الخامسة ١٩٨٠م .

٤) **الإفصاح عن معاني الصحاح** / ليحيى بن هبيرة ، المؤسسة السعودية ، الرياض ، ١٣٩٨هـ .

٥) **الإقناع لطالب الإنتفاع** / لموسى بن أحمد الحجّاوي ، تحقيق / د عبدالله التركي بالتعاون مع مركز البحوث بدار هجر ،هجر للطباعة والنشر ، الطبعة الأولى- ١٤١٨هـ .

٦) **الأم** / لمحمد بن إدريس الشافعي ، تحقيق محمد زهري النجار ، دار المعرفة ، بيروت ، الطبعة الثانية ١٣٩٣هـ .

٧) **الإنصاف في معرفة الراجح من الخلاف** / لعلي بن سليمان المرداوي ، تحقيق محمد بن حامد الفقي ، دار إحياء التراث العربي ، بيروت .

٨) **بداية المجتهد ونهاية المقتصد** / لمحمد بن أحمد بن راشد القرطبي ، تحقيق علي بن محمد وعادل بن أحمد بن عبدالوجود ، الطبعة الأولى ١٤١٦هـ ، دار الكتب العلمية بيروت لبنان .

٩) **البداية والنهاية** / لإسماعيل بن كثير الدمشقي — تحقيق مجموعة من الأساتذة ، الطبعة الأولى ، ١٤٠٨هـ ، دار الريان للتراث .

١٠) **بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع** / لعلاء الدين الكاساني ، الطبعة الثانية ، دار الكتاب العربي ، بيروت لبنان ١٩٨٢م .

١١) **التاج والإكليل لمعرفة مختصر خليل** / لمحمد بن يوسف العيدري ، الطبعة الثانية ، دار الفكر بيروت لبنان .

١٢) **التلقين في الفقه المالكي** / لعبدالوهاب بن علي المالكي ، تحقيق محمد بن ثابت الغاني ، الطبعة الأولى ١٤١٥هـ ، المكتبة التجارية مكة المكرمة .

١٣) **تهذيب التهذيب** / لأحمد بن حجر العسقلاني ، الطبعة الأولى – ١٣٢٥هـ .

١٤) **الروض المربع مع حاشية ابن قاسم** / لمنصور البهوتي ، الطبعة الخامسة ، ١٤١٣هـ

١٥) **روضة الطالبين و عمدة المفتين** / ليحيى بن شرف النووي ، الطبعة الثانية ١٤٠٥هـ ، المكتب الإسلامي – بيروت لبنان .

١٦) **روضة القضاة وطريق النجاة** / لعلي بن محمد الرحبي السمنائي ، تحقيق د صلاح الناهي ، مؤسسة الرسالة بيروت لبنان ، الطبعة الثانية ١٤٠٤هـ .

١٧) **سنن ابن ماجة** /لمحمد بن يزيد القزويني ، تحقيق محمد فؤاد عبدالباقي ، دار الفكر، بيروت لبنان .

١٨) **سنن أبي داود** / لسليمان بن الأشعت أبو داود الجستاني / تحقيق محمد بن محي الدين عبدالحميد ، دار الفكر.

١٩) **الشرح الكبير مع الإنصاف والمقنع** / لعبدالرحمن بن محمد بن قدامة المقدسي ، تحقيق د. عبد الله بن عبد المحسن التركي ، الطبعة الأولى ١٤١٥هـ ، هجر للنشر والتوزيع .

٢٠) **شرح النووي على صحيح مسلم** / ليحيى بن شرف النووي – دار القلم – بيروت لبنان .

٢١) **صحيح البخاري** / لمحمد بن إسماعيل البخاري – مركز الدراسات الإسلامية و الإعلام ، دار إشبيليا ، الرياض.

٢٢) **صحيح مسلم** / لمسلم بن الحجاج القشيري – مطبعة محمد علي صبيح ومطبعة مصطفى البابي .

٢٣) **الفتاوى الهندية** / للشيخ نظام وجماعة من علماء الهند ، دار إحياء التراث العربي .

٢٤) **فتح الباري شرح صحيح البخاري** / لأحمد بن علي بن حجر العسقلاني ، دار المعرفة ، بيروت ، الطبعة الثانية .

٢٥) **فتح القدير** / لمحمد بن عبدالواحد المعروف بابن الهمام – الطبعة الثانية ، دار الفكر ، بيروت لبنان .

٢٦) **الكافي في فقه أهل المدينة** / ليوسف بن عبدالله بن عبدالبر القرطبي ، الطبعة الأولى ١٤١٢هـ ، دار الكتب العلمية – بيروت .

٢٧) **لسان العرب/** لابن منظور ، اعتنى بها أمين عبد الوهاب و محمد العبيدي ، الطبعة الثانية ١٤١٧هـ ، دار إحياء التراث العربي ، بيروت لبنان .

٢٨) **المبدع في شرح المقنع** / لإبراهيم بن محمد بن مفلح الحنبلي ، المكتب الإسلامي ، بيروت لبنان ، عام ١٤٠٠هـ .

٢٩) **المبسوط** / لمحمد بن أسهل السرخسي ، دار المعرفة ، بيروت لبنان ، ١٤٠٦هـ .

٣٠) **المجموع شرح المهذب** / ليحيى بن شرف النووي ، دار الفكر .

٣١) **المحلى** / لعلي بن أحمد بن حزم الظاهري ، تحقيق لجنة إحياء التراث العربي ، دار الآفاق الجديدة ، بيروت لبنان .

٣٢) **مغني المحتاج إلى معرفة ألفاظ المنهاج** / لمحمد الخطيب الشربيني ، دار الفكر ، بيروت .

٣٣) **المغني مع الشرح الكبير** / لعبدالله بن أحمد بن قدامة ، دار الكتاب العربي ، بيروت لبنان .

٣٤) **المنتقى شرح موطأ الإمام مالك** / لسليمان بن خلف الباجي ، مطبعة السعادة ، مصر ، الطبعة الأولى ، ١٣٣١ هـ .

٣٥) **الهداية شرح البداية** /لعلي بن أبي بكر المرغباني ، المكتبة الإسلامية ، بيروت لبنان
الهداية مع فتح القدير / لعلي بن أبي بكر المرغباني – دار الفكر ، الطبعة الثانية ، بيروت .

٣٦) **وفيات الأعيان وأبناء الزمان** / لأحمد بن محمد بن خلكان ، دار صادر ، بيروت لبنان .

****

مظاهر الرّحمة في شخصيّة الرّسول ﷺ

Aspect of mercy in personality of Prophet ﷺ

الدكتورعبد الحميد عبد القادر خرّوب*

ABSTRACT

Those who abused the Prophet ﷺ, and accused him of violence, slander and falsely, had never listened to the call of the mind. They should never ignore the one of the most important verses of the holy book revealed from the Creator, Allah Almighty, that Prophet Muhammad ﷺ has been sent to the mankind purely for offering mercy. How can they neglect the fact that the Prophet ﷺ himself said if he was a leader without mercy, people around him did not accompany him.

When we study the life of Prophet ﷺ, we observe that all factions of the society, whether they are slaves or independent, Muslims or non-Muslims, men or women, beloved friends or worst enemies; they were behaved not only with extreme justice, but with utmost mercy. So we find that it was a mercy in everything, in education, in advocacy and in legislation, in war and peace, in the family and society, and in all walks of life, etc.

In this article, aspect of mercy in the personality of holy Prophet Muhammad ﷺ has been discussed in detail. Opinions of the Orientalists are also presented in the article. Aspect of mercy was not only an ingredient of the personality of Prophet ﷺ, but He ﷺ also made mercy a part of his followers' personalities. So history witnesses that there was an elongated reign of peace in the world, whenever Muslim Rulers were in power.

Keywords: Mercy, Personality, Justice, Fields of life, Muslim Rulers

* أستاذ مساعد بكلية أصول الدين، الجامعة الإسلامية العالمية، إسلام آباد

إنّ الذين أساؤوا للرّسول ﷺ،واتّهموه بالعنف بهتانا وزورا، لم يستمعوا لنداء العقل الذي طالما ادّعوا أنّهم أصحابه وأربابه،وتحلّلوا من الموضوعية التي يتغنّون بها في كلّ محفل،وانقادوا وراء أحقادهم الدّفينة،وتركوها تعمل عملها،وإلاّ فإنّ ما اتّصفت به شخصية الرّسول ﷺ من عفو لا نظير له،ورحمة لا سابقة لها،أوضح من الشمس في رابعة النّهار،وقد أقرّ بها العدوّ قبل الصّديق،ولا يجحدها إلاّ مكابر،فرحمته ﷺ لم تختزل عنده في الدّموع والآهات والحسرات،بل تحوّلت إلى حركة في الحياة تختزن في داخلها عمق المعنى الإنساني،فقد كانت رحمته ﷺ مراعية لأحوال النّاس أجمعين شاملة للقريب والبعيد،الصّديق والعدوّ،المؤمن والكافر،المسلمين واليهود والنّصارى،الإنسان والحيوان والأشياء، فصفة الرّحمة في شخصيته ﷺ استوعبت كلّ شيء،لأنّه كان رحمة في كلّ شيء في التربية والتعليم،في الدّعوة والتشريع،في الحرب والسّلم،في الأسرة والمجتمع،وفي ميادين الحياة كلّها،فرحمته لكلّ العوالم،كيف لا وقد قال فيه ربّه:﴿**وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلاّ رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ**﴾.

مرّت البشرية بأحلك فتراتها التاريخية في القرنين الخامس والسادس من ميلاد المسيح عليه السّلام،إذ كان المعنى الإنساني في تلك الفترة أسفل سافلين،وقد كان هذا الوضع البشع،القدر المشترك بين أحوال النّاس في مختلف الأقطار.

فالأديان أفرغت من محتواها الحقيقي،ونضب معينها الرّوحي عن العطاء،واختلطت الحقائق بالخرافات والأساطير،وتوارى نور الفطرة السليمة،وتنوعت الآلهة التي لاتحصى،وصار اقتناء الوثن روح التدين،ومضى الإنسان في طريقه،يسير خبط عشواء،فسقط في ظلام الدّجل والشعوذة،ولم تتحرّك لإنقاذه تلك الأنظمة السّائدة،فقد كانت هي الأخرى رزية كبرى،قد استعملت بحكمها المتسلط،كلّ وسيلة أتيحت لها،لامتهان الإنسان الذي عاش في ظلّها بين سوط الجلاد ودرهم النخّاس،وشرّعت القوانين النّظام الطبقي،وتحكمت في المعنى الإنساني،توزعه كيفما تشاء على من تشاء،فطبقة مقدّسة يجري في عروقها دم الآلهة،وأخرى مدنسة ترعى

كما ترعى الهوام،وغاب صوت الإنسانية عن الحياة،وصار الناس في مجتمع الغاب،فالقوي يأكل الضعيف،والغني يستعبد الفقير،فيزداد القوي قوة،والغني غنى،ويزداد الضّعيف ضعفا،والفقير فقرا،وكثر الهرج،واندلعت حروب دامية،تغذيها الاختلافات السياسية والدينية،وأحيانا داحس و بسوس،وتستمر عقودا طويلة،يضيع فيها الحرث ويهلك النسل،ويتبختر الباطل.

ومأساة المرأة لاتبقي ولاتذر،فقد تجرّعت على اختلاف مواقعها،القسط الأوفر من كأس الإنسانية الممتهنة،وغدت سلعة رخيصة في سوق الشّهوات،تهيج لها الغرائز التي لم تعرف لها حدودا،وانتشرت حركات تبيح الشّهوات،والزواج بالمحرمات،بل إنّ بعض الأمم ترددت في الحكم على المرأة بالانتماء لبني الإنسان،وأخرى حرمتها حق الحياة،وأخمدت صوتها بالوأد.

وأمّا المعارف التي اكتسبتها البشرية في هذه الفترة،فقد علا عليها سوط الاستبداد،وصوت الخرافة،والروحانيات التي تخفف من شقاء الإنسان وعنائه،قد شابها الغلوّ،والذوق الجمالي أفسدته الشهوات،وألقت به في مستنقع آسن.

وسفينة الإنسانية المعذبة،قد أثقلها الجهل والعادات والتقاليد،ظلمات بعضها فوق بعض،حتى إذا فتّشت عن معنى الإنسان فيها،لم تجد منه إلا صورته.

تمخر وأمواج الضياع تتقاذفها يمينا وشمالا،وعواصف الفساد قد أحاطت بها من كلّ جهة،ولسان حالها يصرخ قائلا: هل من منقذ؟ هل من مخلص ؟ النجدة ....النجدة..

يقول " وينسون" في كتابه " الحركات كأساس للحضارة": وفي القرنين الخامس والسادس،كان العالم المتمدين على شفا جرف هار من الفوضى،لأن العقائد التي كانت تعين على إقامة الحضارة كانت قد انهارت،ولم يك ثم مايعتد به مما يقوم مقامها،وكان يبدو إذ ذاك أنّ المدنية الكبرى التي قامت بعد جهود أربعة آلاف سنة مشرفة على التفكك والإنحلال،وإنّ البشرية توشك أن ترجع ثانية إلى

ماكانت عليه من الهمجية،إذ القبائل تتحارب وتتناحر،ولاقانون ولانظام،أما النظم التي خلفتها المسيحية،فكانت تعمل على الفرقة والانهيار بدلا من الاتحاد والنظام،وكانت المدنية كشجرة ضخمة متفرعة،امتد ظلها إلى العالم كله واقفة تترنح،وقد تسرب إليها العطب حتى اللباب،وبين مظاهر هذا الفساد الشّامل ولد الرّجل الذي وحّد العالم جميعه"(١).

ولم تكن مكة الغراء التي احتضنت مولد الهادي،أحسن حالا من بقية البقاع،فقد نالها ما نال غيرها من الفساد،فالعدالة قد تلطخت بظلم الجهل والأعراف المجحفة والتقاليد البالية،والحرية تئنّ تحت وطأة الفوضى واللامبالاة،والشجاعة مزجت بالتهور والاعتداء،وفضيلة الحكمة والأمثال،قد خالطها الخصام والجدال،وحبّ النصرة قد شابه الطغيان،وشرف النسب قد غلبه الفخر والكبرياء،ومجالس الأنس تتخبط في الغواية.

إنّ معنى الإنسانية المنكسر،يستثير الرحمة والشفقة،وإنّ القلوب التي تتقطع عليه حزنا وأسفا،والزفرات التي ترتفع حسرة وألما،كلّ تلك الرحمات لن تجبر كسره،إنه بحاجة إلى رحمة منقذة،تنجده من التيه الذي هو فيه،وتسير به نحو الرشاد.

إنّ البشرية المتعبة،ماكان يزيل متاعبها،من يجهل حقيقتها،إنّها بحاجة إلى من يعرف مفتاح نفسها،فيفتح بابها ويتغلغل في أعماقها،ويقرأ خباياها،ويعيد ضبط أجهزتها،ويوجّهها الوجهة الصّحيحة.

ولقد أجاد العقّاد في التعبير عن حاجة البشرية لرسول ينقذها من الضّياع بقوله: أما العلامة التي لا التباس فيها ولا سبيل إلى إنكارها فهي علامة الكون وعلامة التاريخ .

قالت حوادث الكون : لقد كانت الدّنيا في حاجة إلى رسالة .

وقالت حقائق التاريخ : لقد كان محمّد هو صاحب تلك الرّسالة ...

ولا كلمة لقائل بعد علامة الكون وعلامة التاريخ"(٢).

ولاتحسبنّ رحمته ﷺ حالة إنسانية عابرة،أوحرارة عاطفة خاطفة،أو فيض دموع ساخنة،إنّ رحمته كانت حركة دائبة،كانت روحا لمنهج استوعب معنى الإنسان في أبعاده كلّها.

يقول المستشرق الإسباني جان ليك في كتابه" العرب" مؤكّداً هذه الحقيقة: وحياة محمّد التاريخية لا يمكن أن توصف بأحسن مما وصفها الله نفسه بألفاظ قليلة،بين بها سبب بعث النّبي (محمّد) ﴿**وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلاّ رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ**﴾(٣).

وقد برهن بنفسه على أنّ لديه أعظم الرّحمات لكلّ ضعيف،ولكلّ محتاج إلى المساعدة،كان محمّد رحمة حقيقة لليتامى والفقراء وابن السبيل والمنكوبين والضعفاء والعمال وأصحاب الكد والعناء،وإنّي بلهفة وشوق لأن أصلّي عليه وعلى أتباعه"(٤).

ولقد أدرك هذه الحقيقة المستشرق روبرت اسمث فقال: لقد كان العرب قبل الإسلام على جانب من الغلظة والخشونة،ويعيشون عن طريق الغزو،و قد نزعت الرّحمة من صدورهم،وكانوا يعبدون الأصنام،ولكلّ قبيلة صنم حتى جمعوا في كعبتهم ثلاثمائة وستين صنما،وجاء محمّد في أواخر القرن السادس فدعاهم إلى الإسلام،وأعلن أنّه لا يجوز أن تتخذوا أصنامكم أربابا من دون الله،وكان محمّد على خلق عظيم فاتبعوه بعد أن لاقى منهم الأذى،حيث دعاهم إلى دينه القويم وعرفوا أنه دين لا يصادم الخير والإنسانية وأنه جاء لصلاح المجتمع"(٥).

في هذا الليل الذي طال ظلامه،واشتدّت وطأته على البشرية المحتضرة،وبعد شهرين من حادثة الفيل(٦) التي تحطّم فيها طغيان الجيوش العاتية،ونصر فيها المستضعفون،وفي فصل الرّبيع،يوم الإثنين ١٢ ربيع الأوّل سنة ٥٧١ من ميلاد المسيح عليه السّلام،ولد محمّد بن عبد الله بن عبد المطلب في بيت هو أشرف بيوتات العرب،ومن نسب لايدانيه فيه نسب(٧).

وحين ينزع الإنسان عن ناظريه الحجاب،وينظر نظرة موضوعية عميقة في شخصية الرّسول ﷺ،بدءا من ميلاده إلى مماته،لن يتردّد لحظة واحدة في اعتبار هذه الشخصية فريدة ومتميزة ولا مثيل لها،ولايمكن أن تكون إلاّ رحمة مرسلة من ربّ العالمين.

ومظاهر الرّحمة في شخصية محمّد ﷺ لم تختزل في الدموع والآهات والحسرات،بل تحولت إلى حركة في الحياة،تختزن في داخلها عمق المعنى الإنساني،كيف لا وقد قال فيه عزّ من قائل: ﴿**وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلاّ رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ**﴾(٨).

ولذلك استحقّ هذا الرّسول الكريم أن يكون أعظم إنسان في تاريخ الإنسانية،وأن تقدّم له التحية الخالدة،من كلّ إنسان عاقل،درس التاريخ البشري بإنصاف،وهاهو الدكتور مايكل هارت في كتابه" المائة الأوائل"بعد بحث طويل وجهد كبير في أهمّ رجالات التاريخ،يعلن بإنصاف،سبب اختياره لمحمّد ﷺ على رأس المائة الأوائل فيقول: إن اختياري محمّداً ليكون الأول في قائمة أهمّ رجال التاريخ،ربما أدهش كثيراً من القرّاء إلى حدّ قد يثير بعض التساؤلات،ولكن في اعتقادي أنّ محمّداً ﷺ كان الرّجل الوحيد في التاريخ الذي نجح بشكل أسمى وأبرز في كلا المستويين الديني والدنيوي.

لقد أسّس محمّد ﷺ ونشر أحد أعظم الأديان في العالم،وأصبح أحد الزعماء العالميين السياسيين العظام،ففي هذه الأيام وبعد مرور ثلاثة عشر قرناً تقريباً على وفاته،لا يزال تأثيره قوياً عارماً"(٩).

إنّ ظاهرة الرحمة في سيرة المصطفى ﷺ تزلزل شكوك المتردد في نبوته وتجتثها من أعماقه،وتغرس في نفسه شجرة اليقين،ولايقف في طريق إعلان هذه الحقيقة إلاّ الجحود الذي ابتليت به نفس الإنسان ﴿**وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا**﴾(١٠).

ولقد شملت رحمته ﷺ القريب والبعيد،الصديق والعدو،المؤمن والكافر،المسلمين واليهود والنّصارى،الإنسان والحيوان والأشياء،فصفة الرّحمة في شخصيته ﷺ استوعبت كلّ شيء،فقد كان رحمة في كلّ شيء،ولعلّ التركيز على هذه الصّفة،في قراءة سيرته ﷺ،يجليها جلاء واضحا،وإن كانت أوضح من الشّمس في رابعة النّهار،وهذه بعض مظاهرها:

حرية الرقيق:

كان أبولهب عمّ الرّسول ﷺ من صناديد قريش،والعتاة الظالمين الذين وقفوا بعد ذلك في وجه الحق،واستكبروا استكبارا كبيرا،وكانت عنده مولاة تسمى ثويبة،فعندما بشرته بولادة الرّسول أراد أن يكافئها على هذه البشرى السارّة،فأعتقها من الرقّ،وتشرّفت بإرضاع الرّسول في أيّامه الأولى(١١)،ولك أن تتخيّل مدى الفرحة التي غمرت نفسها،والسعادة التي أحست بها،والحبّ الذي ملأ قلبها،لهذا المولود الذي تسبب في حريتها،إنّه لاشيء أجمل لنفس الإنسان،من أن يكون حرّا طليقا،يشعر بكرامته،ويتصرّف برغبته،ويختار بإرادته،ويعيش إنسانيته،وقد كان الرّسول ﷺ أفضل من يكافىء على المعروف،فكان بعد ذلك يسأل عنها وعن ابنها مسروح،ويرسل إليها من المدينة وهي بمكة،الهدايا ويصلها حتى توفيت(١٢).

رغد العيش

كان من عادة العرب الأشراف أن يلتمسوا لمواليدهم المرضعات،ويتخيروا لهم البوادي الجيدة،حتى يجمعوا بين سلامة الأبدان وفصاحة اللسان،وينشأوا نشأة قوية حسنة،وقد تشرفت حليمة السّعدية بإرضاع الرّسول ﷺ مع أنّها عزفت عنه بداية،وطلبت غير يتيم،رجاء يسر والديه،ولم تكن تعلم أي خير تركت،ولما أزف الرحيل،ورأت صويحباتها قد عدن وكلّ واحدة منهن تحتضن رضيعا،شقّ عليها أن تعود صفر اليدين،فرجعت إليه وأخذته،واستمع إليها وهي تتحدث عن الرّحمة التي

نزلت بها،مما جعلها تحرص عليه حرصا شديدا،وتلح على والدته بعد فصامه أن تتركه عندها،فتقول:

" ...ثُمّ قَدِمْنَا مَنَازِلَنَا مِنْ بِلادِ بَنِي سَعْدٍ وَمَا أَعْلَمُ أَرْضًا مِنْ أَرْضِ اللّهِ أَجْدَبَ مِنْهَا،فَكَانَتْ غَنَمِي تَرُوحُ عَلَيّ حِينَ قَدِمْنَا بِهِ مَعَنَا شِبَاعًا لُبّنًا،فَنَحْلُبُ وَنَشْرَبُ وَمَا يَحْلُبُ إنْسَانٌ قَطْرَةَ لَبَنٍ وَلَا يَجِدُهَا فِي ضَرْعٍ حَتّى كَانَ الْحَاضِرُونَ مِنْ قَوْمِنَا يَقُولُونَ لِرُعْيَانِهِمْ وَيْلَكُمْ اسْرَحُوا حَيْثُ يَسْرَحُ رَاعِي بِنْتِ أَبِي ذُؤَيْبٍ،فَتَرُوحُ أَغْنَامُهُمْ جِيَاعًا مَا تَبِضّ بِقَطْرَةِ لَبَنٍ وَتَرُوحُ غَنَمِي شِبَاعًا لُبّنًا،فَلَمْ نَزَلْ نَتَعَرّفُ مِنْ اللّهِ الزّيَادَةَ وَالْخَيْرَ حَتّى مَضَتْ سَنَتَاهُ وَفَصَلْتُهُ وَكَانَ يَشِبّ شَبَابًا لا يَشِبّهُ الْغِلْمَانُ فَلَمْ يَبْلُغْ سَنَتَيْهِ حَتّى كَانَ غُلَامًا جَفْرًا،قَالَتْ فَقَدِمْنَا بِهِ عَلَى أُمّهِ وَنَحْنُ أَحْرَصُ شَيْءٍ عَلَى مُكْثِهِ فِينَا،لِمَا كُنّا نَرَى مِنْ بَرَكَتِهِ،فَكَلّمْنَا أُمّهُ وَقُلْت لَهَا:لَوْ تَرَكْت بُنَيّ عِنْدِي حَتّى يَغْلُظَ فَإِنّي أَخْشَى عَلَيْهِ وَبَاء مَكّةَ،قَالَتْ فَلَمْ نَزَلْ بِهَا حَتّى رَدّتْهُ مَعَنَا"(١٣).

جلاء الكرب

حينما تحبس عيون السّماء،وتغيب الابتسامة عن وجه الأرض،تضيق حياة الإنسان،وتزداد الصّعوبات في طريقه،فيتحرّك بحثا عن الوسائل التي تذلّل له العقبات،وتوفّر له قسطا من العيش الرغيد،فإن أعياه الأمر،واشتدّ به الحال،وضاقت به السّبل،تلاشت أسجاف الظّلام الجاثم على نفسه،وأضاء نور الفطرة أعماقه،وارتفع صوته عاليا،مستغيثا بفاطر السّماء والأرض،فالق الحبّ والنّوى،موقنا بقدرته على نجدته وإنقاذه إذا يشاء،فيرفع يديه إليه خاشعا متضرّعا،راجيا الغوث،فإذا انكشفت غمّته،وزالت مصيبته،عاودته ظلمة النّفس،وغلبته شقوته،ومضى في طريق الضّلالة فرحا فخورا،كأنّ شيئا لم يكن.

وقد حدث مرّة انقطاع المطر،وأصاب النّاس قحط شديد،فهرع النّاس إلى عمّ الرّسول أبي طالب وهو سيّد من سادات قريش،لينظر فيما أصابهم،فتوجه

للكعبة البيت المقدس،وفي صحبته ابن أخيه اليتيم،وألصق ظهره بالكعبة،ورفع أصبعه ودعا،فسقوا،وانكشف الغمّ عن الناس،وعرفوا لهذا الغلام اليتيم المبارك،قدره،وأنزلوه منزلته،كيف لا،وقد نزلت عليهم الرّحمة حين توسلوا به،وإذا كان لكل أمّة ديوان تسجّل فيه أيّامها ومآثرها،وتحفظ فيه لعظمائها ذكراهم،فإنّ الشعر هو ديوان العرب.

يقول ابن عساكر:

"...قدمت مكة،وهم في قحط،فقالت قريش:يأبا طالب أقحط الوادي،وأجدب العيال،فهلم فاستعد!فخرج أبو طالب،ومعه غلام،كأنه شمس دجن،تجلت عنه سحابة قتماء،حوله أغيلمة،فأخذه أبو طالب فألصق ظهره بالكعبة،ولاذ بإصبعه الغلام،وما في السماء قزعة،فأقبل السحاب من ههنا وههنا،وأغدق واغدودق،وانفجر الوادي،وأخصب النادي والبادي وإلى هذا أشار أبو طالب حين قال:

وأبيض يستسقى الغمام بوجهه * * ثمال اليتامى عصمة للأرامل"[١٤].

حقن الدّماء

إنّ توفيق الله تعالى للرّسول في حلّ مشكلة وضع الحجر الأسود،كان رحمة بالنّاس،إذ اشتدّ نزاع القبائل فيه،كل قبيلة تريد أن تنال شرف إعادته إلى موضعه،فاتفقوا أخيرا على أن يحتكموا إلى أول رجل يدخل من الباب فدخل الرسول ﷺ من باب الصفا،فهتفوا جميعا قائلين: هذا محمد الأمين قد رضينا به حكما،وعرضوا عليه الأمر،فبسط ثوبا على الأرض،وأمرهم أن يضعوا فيه الحجر الأسود،ويأخذ كل ممثل لقبيلته من طرف الثوب،فتكون كلّ القبائل قد شاركت في شرف وضع الحجر في الركن اليماني،فلما وصلوا به إلى مكانه،استلمه النّبي ﷺ، ووضعه بيده،وحاز هو كل الشرف.

ففي هذه الحادثة،تجلت العناية الإلهية بالرّسول،حيث أكرمه الله تعالى بأن يكون حكما بينهم،إذ كان أول الداخلين،ووفّقه في حلّ مشكلة عويصة،كادت تزهق أرواحا كثيرة،بأسلوب سهل بسيط،رضيت به جميع القبائل.

أفلا يكون الإنسان الذي يصون الدماء،ويحفظ الأرواح،ويحلّ المشكلات،ويحكم بالعدل،ويأمنه الناس،رحمة للعالمين؟

يقول الدكتور أبو فارس: طريقة فضّ التّنازع كانت موفقة وعادلة،ورضي بها الجميع وحقنت دماء كثيرة وأوقفت حروبًا طاحنة، وكان من عدل حكمه أن رضيت به جميع القبائل,ولم تنفرد بشرف وضع الحجر قبيلة دون الأخرى، وهذا من توفيق الله لرسوله ﷺ وتسديده قبل البعثة،إنّ دخول رسول الله ﷺ من باب الصفا كان قدرًا من الله،لحل هذه الأزمة المستعصية،التي حُلت نفسيًّا قبل أن تحل على الواقع،فقد أذعن الجميع لما يرتضيه محمد ﷺ،فهو الأمين الذي لا يظلم وهو الأمين الذي لا يحابي ولا يفسد,وهو الأمين على البيت والأرواح والدماء"(١٥).

وقد اعتبر " أتيين دينيه " أنّه لأوّل مرّة في تاريخ العرب،ظهرت فيه سياسة رشيدة،أرضت كبرياء زعماء القبائل العربية،وأنقذتهم من إسالة الدماء،فقال: وزال الخلاف بفضل بديهة محمد الحاضرة،فقد أرضاهم جميعا دون أن يفضل أحدهم على الآخر،ووفق لأوّل مرّة في تاريخ العرب،بين كبرياء رؤساء القبائل،فمنعهم من إسالة الدماء،واحتفظ لنفسه بجانب من شرف وضع الحجر الأسود،ولم ينازعه فيه منازع"(١٦).

رحمة التوحيد

تعدّ رسالة التوحيد التي جاء بها الرّسول ﷺ،أعظم رحمة للبشرية،حيث دعت الإنسان للتحرّر من ظلم وظلام الوثنية،التي أفسدت فطرته،وأعمت بصيرته،وعكّرت معيشته،وحجبت عنه نور الحق المبين،وقد كان ﷺ يدعو بنظرة عميقة،وعزيمة قوية،ونفس ثابتة،ولهجة صادقة،وبعد أن خالطت بشاشة الإسلام

قلب " أتيين دينيه" وأعلن إسلامه،تحدّث عن طبيعة هذه الرّسالة،والرّسول الداعية الذي يحبّ الخير للناس،ويسعى لإخراجهم من الظلمات إلى النّورفقال: وكان مظهر الدّين الجديد في بساطته وعظمته،وفي انسجامه مع ماتتطلع إليه الفطر السليمة،يجعلهم يشعرون بنفور شديد من عبادة الأصنام التي عاشوا عليها طيلة ماضيهم،ومع كل،فهذا الدين الجديد إنّما هو دين جدّهم إبراهيم الذي يحملون أثره،بطريقة لاشعورية،في قلوبهم وكان من السهل عليهم لذلك أن يدينوا به من جديد،وكانت لهجة الداعي إليه،تلك اللهجة التي تسمو فوق حدود الإنسانية،وكانت نظرته التي يشعّ منها الضياء،تخرجهم من الظلمات إلى النور،فيسرعون إلى اعتناق الإسلام بين يديه"(١٧).

وحياته ﷺ كلّها دعوة للحق،ورحمة بالخلق،فقد كان في دعوته يخاطب عقل الإنسان،هذا العقل الذي هو من أكبر النعم التي أنعم الله بها على الإنسان،كان يدعوه إلى التأمّل والتفكير في نفسه وفي الكون،كان يدعوه إلى الحوار،ويعرض عليه دعوته واضحة وضوح الشمس،ليسأل الإنسان نفسه:كيف يصنع الناس أصناما بأيديهم ثم يسجدون لها،ويتمسحون بها ويرجون مباركتها في حلّهم وترحالهم ؟هل تغني تلك الحجارة عنهم شيئا ؟ هل تدفع عنهم ضرّا أو تجلب لهم نفعا ؟

ولكنّ عقل الإنسان غارق في سبات عميق،ممّا جعله يستلذّ المهزلة التي هو فيها،ويصنع من التقليد الأعمى والجهالة والتعصّب،سلاح مقاومته،حتى صار منظره الرّث،يستثيرالعاطفة والحنان،ويرقّ له قلب المهتدي،فيسعى لخلاصه،لقد طلب الرّسول الرّحيم من الإنسان أن يتحرر من هذه القيود التي صنعتها يداه،دعاه إلى الخروج من الظلام الذي يتخبّط فيه،دعاه إلى أن ينتفض من الركود الذي أثقل حركته،دعاه إلى أن يطرح الأغطية الثقيلة التي جعلته يغط في نوم عميق،دعاه إلى نهضة هو رائدها إلى فجر جديد.

ولقد خاض الإنسان في شتى ميادين المعرفة،واقتحم ساحة الغيبيات مجرّدا من وسائلها،فلم يجن إلاّ التعب،وظل مستمرا في تيهه،مدفوعا بحبه للمعرفة،واكتشاف المجهول،ولكنه تعثر وخلص إلى نظريات هي للخرافة والأساطير أقرب منها للعلم والحقيقة.

وظلّ العقل حائرا في مأساته،يتطلع إلى من يرحمه ويخلصه من شقاوته في الغيب والشهادة،ويوجهه الوجهة الصحيحة،يوجهه إلى الميدان الذي ينتج فيه ويبدع،فجاء ﷺ، وأرشد العقل إلى ميادين التفكير النافعة المجدية،وأنقذه من التيه والضياع الذي كان فيه،يقول توماس كاريل: ونظر محمّد من وراء أصنام العرب الكاذبة،ومن وراء مذاهب اليونان واليهود ورواياتهم وبراهينهم ومزاعمهم وقضاياهم،نظر ابن القفار والصحارى بقلبه البصير الصّادق وعينه المتقدة الجلية إلى لباب الأمر وصميمه فقال في نفسه: الوثنية باطل،وهذه الأصنام التي تصقلونها بالزيت والدهن فيقع عليها الذباب أخشاب لاتضرّ ولاتنفع،وهي منكر فضيع وكفر لو تعلمون،إنما الحق أن لا إله إلا الله وحده لاشريك له،له خلقنا وبيده حياتكم وموتكم وهو أرأف بكم منكم،وما أصابكم من شيء فهو خير لكم لو كنتم تفقهون"(١٨).

إنّ هذه الدعوة التي تكافح كي تستقر في الأعماق،ليست غريبة على فطرة الإنسان،إنّها تذكرة ورحمة،وصوتها الذي دوّى في الأرجاء،صوت قلب رحيم.

وما أجمل التشبيه الذي شبهه به السيّد محمّد علي حين قال: وهكذا ظهر الرّسول الذي كان " رحمة للعالمين" "وحرّر الإنسانية من أصفاد الجهل والخرافة والفساد،وإنما كان الأنبياء السابقون أشبه بمصابيح إلهية كثيرة ذات ضياء يكفي هذه الحجرة أو تلك،ومن هنا أمست الحاجة إلى مصابيح مختلفة تطابق مختلف المناطق الجغرافية والقومية،لقد سفحت نورها حولها،فإذا بكل ما هو واقع ضمن نطاقها مشرق،متألق،ولكن ما إن بزغت الشّمس من رمال بلاد العرب حتى أمست

البشرية في غير حاجة إلى تلك المصابيح،ولكن ضياء الشّمس لا يمكن أن يحلّ محلّه أيما ضياء آخر،وهو كاف لإنارة العالم إلى يوم يبعثون"(١٩).

الرفق في كلّ شيء

كان الرّسول ﷺ رفيقا بالناس،وأكّد على الرّفق في كلّ الأمور،وفي كلّ الأحوال،لأنّ الرّفق سبب لكلّ خير،فهو ينمي الرحمة في قلب الإنسان،ويبعده عن القساوة والعنف والتشدّد،فأراد ﷺ،أن يتحلّى الإنسان بهذا الخلق العالي،الذي يجعل الإنسان يحب أخاه الإنسان،وخاصة من ولي شيئا من أمور النّاس،ولذلك شدّد على هذا الصنف،الذي يجعل من مكانته،وسيلة للعنف وإرهاق النّاس.

فالرّفق سبب لكلّ خير،لأنه يحصل به من الأغراض ويسهل من المطالب ومن الثواب،ما لا يحصل بغيره،وما لا يأتي من ضدّه(20)

فعن أبي الدرداء رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال:" من أُعطيَ حظه من الرفق فقد أعطي حظه من الخير،ومن حُرِمَ حظه من الرفق فقد حرم حظه من الخير"(٢١).

وقال ﷺ:" إنّ الرّفق لا يكون في شيء إلا زانه،ولا يُنْزع من شيء إلاّ شانه"(٢٢).

وقال أيضا: يا عائشة إنّ الله رفيق يُحب الرفق،ويُعطي على الرفق ما لا يُعطي على العُنْف،وما لا يُعطي على ما سواه "(٢٣).

وهذه التوجيهات الكريمة،جعلها النّبي الرّحيم صورة حيّة متحركة،يراها النّاس صباح مساء،في كلّ أحواله،ومع النّاس أجمعين،فقد كان يترفق بمن يسلقه بلسانه،ويظهر له العداوة المضمرة في قلبه،ويتمنّى له الموت،وهو ﷺ في مقام رفيع،صاحب قوة،يأمر فيطاع،ولكنه كان أرحم الناس بالناس" فعَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ دَخَلَ رَهْطٌ مِنْ الْيَهُودِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالُوا السَّامُ عَلَيْكُمْ قَالَتْ عَائِشَةُ فَفَهِمْتُهَا فَقُلْتُ وَعَلَيْكُمْ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ

قَالَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَهْلًا يَا عَائِشَةُ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَدْ قُلْتُ وَعَلَيْكُمْ"(٢٤).

وعن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: بينما نحن في المسجد مع رسول الله ﷺ إذ جاء أعرابي،فقام يبول في المسجد،فقال أصحاب رسول الله ﷺ: مَه مَهْ(٢٥)، قال: قال رسول الله ﷺ :لا تزرموه(٢٦) ،دعوه،فتركوه حتى بال،ثمّ إنّ رسول الله ﷺ دعاه فقال له: إنّ هذه المساجد لا تصلح لشيء من هذا البول،ولا القذر،إنما هي لذكر الله،والصلاة وقراءة القرآن" قال:فأمر رجلا من القوم فجاء بِدَلْوٍ من ماءٍ فشنّه عليه(٢٧) وقال لأصحابه:"إنما بُعثتم مُيسِّرين،ولم تُبعثوا مُعسِّرين "(٢٨).

إنّه ليس فقط عفا عن الرجل،بل إنّه لم يعنّفه،وأكثر من ذلك أمر من ثارت ثائرتهم عليه،أن لايقاطعوه حتى ينتهي من قضاء حاجته،كي لايتضرّر،أو يزداد الضرر،ثم يطهروا المكان بالماء،وأقبل على الرّجل يعلّمه برفق ولين،يقول الأعرابي بعد أن فقه:" فقام النبيّ ﷺ إليّ بأبي وأمي فلم يسبّ،ولم يؤنّب،ولم يضرب"(٢٩).

حرصه على هداية النّاس

بعد أن أعرض المشركون عن الاستجابة للرّسول وخذلوه واضطهدوه،وتفنّنوا في إلحاق الأذى به وبأصحابه خرج من مكّة إلى الطّائف لعلّه يجد آذانا صاغية وقلوبا واعية،مشى مسافة كلم في حرّ الشّمس،وجلس إلى أشرافهم ودعاهم إلى الحقّ المبين،ولكنّهم أصرّوا على جهلهم،واستكبروا على دعوته،وأغروا به سفهاءهم وعبيدهم وصبيانهم،يسبّونه ويرمونه بالحجارة،ورفيق سفره زيد بن حارثة يتصدى للقوم من غير سلاح،ويقيه بجسمه ويدعوهم للكف دون جدوى،حتى أدموا قدميه الشريفتين،فلجأ إلى بستان في طريقه حزينا على القوم الذين كافؤوه على الخير الذي جاءهم به،بالحجارة والسخرية والاستهزاء،فأين يذهب بعد أن أخرجته مكة وطردته الطائف ؟ إنّه لجأ إلى ربّه متضرعا إليه

بالدعاء،فقال: :اللّهُمّ إلَيْك أَشْكُو ضَعْفَ قُوّتِي،وَقِلّةَ حِيلَتِي وَهَوَانِي عَلَى النّاسِ يَاأَرْحَمَ الرّاحِمِينَ أَنْتَ رَبّ الْمُسْتَضْعَفِينَ وَأَنْتَ رَبّي،إلَى مَنْ تَكِلُنِي ؟ إلَى بَعِيدٍ يَتَجَهّمُنِي ؟ أَمْ إلَى عَدُوّ مَلّكْتَهُ أَمْرِي ؟ إنْ لَمْ يَكُنْ بِك عَلَيّ غَضَبٌ فَلَا أُبَالِي،وَلَكِنّ عَافِيَتَك هِيَ أَوْسَعُ لِي،أَعُوذُ بِنُورِ وَجْهِك الّذِي أَشْرَقَتْ لَهُ الظّلُمَاتُ وَصَلُحَ عَلَيْهِ أَمْرُ الدّنْيَا وَالْآخِرَةِ مِنْ أَنْ تُنْزِلَ بِي غَضَبَك،أَوْ يَحِلّ عَلَيّ سُخْطُكَ لَك الْعُتْبَى حَتّى تَرْضَى،وَلا حَوْلَ وَلَا قُوّةَ إلا بِك "(٣٠).

ومع كلّ مالحقه من أذى،فقد دعا لهم بالهداية،وبقي محبّا لهم الخير،يرجو لهم الحياة السعيدة،فما أرحمه من إنسان !وما أوسع الرحمة التي فاض بها قلبه!

في هذا الموقف الذي تنقبض فيه النّفس،وتقسو على غلاظ القلوب،وتتوعّد الجفاة المعتدين،نرى الرّسول الرّحيم،ينقش في جبين التاريخ المثل الأعلى في رقة القلب وحنانه،وسعة رحمته بالخلق،وحبّه الخير للنّاس أجمعين،لقد توجّه إلى ربّه يستلهم منه القوة والرشاد،ويدعوه بكلمات تذيب الحجارة وأشدّ منها،فيستجيب له ربّه،ويرسل لنصرته الأشدّاء الأقوياء،ويجعلهم رهن إشارته لينتقموا له من المسيئين إليه،ولكن الداعية الرحيم لايعرف الانتقام،ولئن كان جسمه يقطر بالدماء،فإنّ قلبه يسيل بالرحمات،إنّه عفوّ متسامح، يحزن حين يرى الجاهلين هلكى يتدحرجون في الهاوية،إنه جاء لإنقاذهم،جاء ليأخذ بأيديهم،فلن يخذلهم حتى لو ناصبوه العدواة،إنّه يرجو أن يأتي اليوم الذي تشرق فيه قلوبهم،ولذلك أبى أن يدعو عليهم بالهلاك،بل طلب لهم الهداية والمغفرة.

روى البخاري بسنده فقال:"عن عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا قَالَتْ لِلنَّبِيِّ ﷺ هَلْ أَتَى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ أَشَدَّ مِنْ يَوْمِ أُحُدٍ قَالَ لَقَدْ لَقِيتُ مِنْ قَوْمِكِ مَا لَقِيتُ وَكَانَ أَشَدَّ مَا لَقِيتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ إِذْ عَرَضْتُ نَفْسِي عَلَى ابْنِ عَبْدِ يَالِيلَ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ فَلَمْ يُجِبْنِي إِلَى مَا أَرَدْتُ فَانْطَلَقْتُ وَأَنَا مَهْمُومٌ عَلَى وَجْهِي فَلَمْ أَسْتَفِقْ إِلَّا وَأَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا أَنَا

بِسَحَابَةٍ قَدْ أَظَلَّتْنِي فَنَظَرْتُ فَإِذَا فِيهَا جِبْرِيلُ فَنَادَانِي فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَمَا رَدُّوا عَلَيْكَ وَقَدْ بَعَثَ إِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَأْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيهِمْ فَنَادَانِي مَلَكُ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَيَّ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ فَقَالَ ذَلِكَ فِيمَا شِئْتَ إِنْ شِئْتَ أَنْ أُطْبِقَ عَلَيْهِمْ الْأَخْشَبَيْنِ،فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ بَلْ أَرْجُو أَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ وَحْدَهُ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا"(٣١).

إنه أبى أن يتعامل بأسلوب الاستئصال،مع الذين رفضوا الإيمان به،ومنعوه من أن يقول كلمته،وصمّوا آذانهم في وجهه،ولم يفكّروا في محاورته،وتصدوا له بأنواع الأذى،ولقد كان هذا الأسلوب جاريا مع الأقوام السابقين كقوم نوح وعاد وثمود ولوط وقوم صالح،،لما طغوا في الأرض وتجبّروا،وأكثروا فيها الفساد،استأصل الله شأفتهم.

قال تعالى:" فَكُلاًّ أَخَذْنَا بِذَنبِهِ فَمِنْهُم مَّن أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُم مَّنْ أَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ وَمِنْهُم مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الأَرْضَ وَمِنْهُم مَّنْ أَغْرَقْنَا وَمَا كَانَ اللهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَكِن كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ"(٣٢).

ولكنّ الرسول الرحيم،استمع إلى مقترح ملك الجبال،ثمّ اختار الصّبر على ظلمهم،ودعوتهم بالحكمة والموعظة الحسنة،وجدالهم بالتي هي أحسن،شفقة ورحمة بهم.

فهل بعد هذا يقال إنّ دعوته انتشرت بالسّيف؟ هل كان السّيف في يد الدّاعية الرّحيم أم في أيدي المدعوين المستكبرين ؟وهل كان يشهر لنشر الدّعوة أم يشهر في وجهها ؟وهل الدّاعية الرحيم أخرج قريشا من ديارها،وصادر أموالها؟أم هي التي فعلت ذلك به وبأصحابه ؟

إنّ من يريد أن يلبس الدّاعية الرّحيم،ثوب القساوة،زاعما أنّه نشر دعوته بالسيف والعنف والإرهاب،فإنّا ندعوه إلى قراءة السّيرة النّبوية،قراءة

متأنيّة،وأن ينظر فيها بعمق وإنصاف،ويتجرّد من الأحكام المسبقة،وأن تكون الحقيقة مطلبه،فهل يجد ما يعضّد هذا الزعم أم مايفنّده؟

ولقد بيّن العقاد تهافت الذين يدّعون أن الإسلام انتشر بالسّيف والعنف والإرهاب،فقال في كتابه"عبقرية محمّد ": أيّ إرهاب وأيّ سيف؟ إنّ الرّجل حين يقاتل من حوله إنّما يقاتلهم بالمئات والألوف...وقد كان المئات والألوف الذين دخلوا في الدّين الجديد يتعرّضون لسيوف المشركين ولا يعرضون أحداً لسيوفهم،وكانوا يلقون عنتاً ولا يصيبون أحداً بعنت،وكانوا يخرجون من ديارهم لياذاً بأنفسهم وأبنائهم من كيد الكائدين ونقمة الناقمين،ولا يخرجون أحداً من داره.

فهم لم يسلموا على حدّ السّيف خوفاً من النّبي الأعزل المفرد بين قومه الغاضبين عليه،بل أسلموا على الرّغم من سيوف المشركين ووعيد الأقوياء المتحكمين،ولما تكاثروا وتناصروا حملوا السيف ليدفعوا الأذى،ويبطلوا الإرهاب والوعيد،ولم يحملوه ليبدأوا أحداً بعدوان أو يستطيلوا على الناس بالسلطان،فلم تكن حرب من الحروب النّبوية كلها حرب هجوم ولم تكن كلها إلاّ حروب دفاع وامتناع"(٣٣).

ولما استمرّوا في تكذيبهم وعنادهم واضطهادهم للنبي وأتباعه،وفي كل مرّة يطالبوه بمعجزة،استهزاء به،دعا عليهم،فأصيبوا بسنة قحط،أكلوا فيها الميتة،فهرعوا إليه،يقولون له: إنك تزعم أنّك بعثت رحمة،فادعو الله أن يرفع عنّا هذه المصيبة،فما كان من الداعية الرحيم،إلا أن دعا لهم الله،فسقوا،وقال لهم: إنّكم عائدون،روى مسلم بسنده "أَنَّ قُرَيْشًا لَمَّا اسْتَعْصَتْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ دَعَا عَلَيْهِمْ بِسِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ فَأَصَابَهُمْ قَحْطٌ وَجَهْدٌ حَتَّى جَعَلَ الرَّجُلُ يَنْظُرُ إِلَى السَّمَاءِ فَيَرَى بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا كَهَيْئَةِ الدُّخَانِ مِنْ الْجَهْدِ وَحَتَّى أَكَلُوا الْعِظَامَ فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اسْتَغْفِرْ اللَّهَ لِمُضَرَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوا فَقَالَ لِمُضَرَ إِنَّكَ لَجَرِيءٌ

قَالَ فَدَعَا اللَّهَ لَهُمْ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ:" إِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيلًا إِنَّكُمْ عَائِدُونَ"(٣٤).

قَالَ فَمُطِرُوا فَلَمَّا أَصَابَتْهُمْ الرَّفَاهِيَةُ قَالَ عَادُوا إِلَى مَا كَانُوا عَلَيْهِ قَالَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿**فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ يَغْشَى النَّاسَ هَذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ**﴾" (٣٥)(٣٦).

قال: فأصابتهم سنة حتى حصت كلّ شئ،حتى أكلوا الجيف والميتة،وحتى أن أحدهم كان يرى ما بينه وبين السّماء كهيئة الدخان من الجوع،ثم دعا فكشف الله عنهم،ثم قرأ عبدالله هذه الآية " إنّا كاشفوا العذاب قليلا إنّكم عائدون " قال فعادوا فكفروا فأخروا إلى يوم القيامة، أو قال فأخروا إلى يوم بدر،قال عبدالله: إن ذلك لو كان يوم القيامة كان لا يكشف عنهم " يوم نبطش البطشة الكبرى إنّا منتقمون " قال: يوم بدر"(٣٧).

وفي سيرة ابن كثير" لما رأى رسول الله ﷺ من النّاس إدبارا قال:" اللّهم سبع كسبع يوسف " فأخذتهم سنة حتى أكلوا الميتة والجلود والعظام،فجاءه أبو سفيان وناس من أهل مكة فقالوا: يا محمّد إنّك تزعم أنّك بعثت رحمة وإنّ قومك قد هلكوا، فادع الله لهم،فدعا رسول الله ﷺ فسقوا الغيث،فأطبقت عليهم سبعا فشكا النّاس كثرة المطر،فقال:" اللّهم حوالينا ولا علينا " فانجذب السّحاب عن رأسه فسقى النّاس حولهم"(٣٨).

هذا غيض من فيض رحمته ﷺ، وللحديث بقية،وصلّى الله على محمّد وعلى آله وصحبه وسلّم تسليما.

الهوامش والإحالات

١) زكريا هاشم زكريا . المستشرقون والإسلام ،لجنة التعريف بالإسلام ، المجلس الأعلى للشؤون الإسلامية ،الكتاب العشرون ١٩٦٥م، ص: ٢٩٦

٢) عباس محمود العقاد . عبقرية محمد . ص: ٢٦

٣) سورة الأنبياء: ١٠٧

٤) جان ليك ، العرب ، ص: ٤٣

٥) روبرت اسمث ، أحوال العرب قبل الاسلام و بعده . ص: ١٧- ١٨

٦) السيرة النبوية . ابن هشام . عمر عبد السلام تدمري، دار الريان للتراث . القاهرة ١٩٨٧م، ص: ١/ ١٨٣

٧) السيرة النبوية. ابن هشام، ص: ١ / ١١ . ١٦

٨) سورة الأنبياء: ١٠٧

٩) مايكل هارت ، المائة الأوائل ص: ٢٩

١٠) سورة النمل: ١٤

١١) البخاري . الجامع الصحيح . .كتاب النكاح، باب "وأمهاتكم الّتي أرضعنكم" سورة النساء ٢٣. ، دار السلام . الرياض١٩٩٩م ، رقم الحديث :٥١٠١ ص٩١٢: " عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ أَبِي سُفْيَانَ أَخْبَرَتْهَا أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ انْكِحْ أُخْتِي بِنْتَ أَبِي سُفْيَانَ فَقَالَ أَوَتُحِبِّينَ ذَلِكِ فَقُلْتُ نَعَمْ لَسْتُ لَكَ بِمُخْلِيَةٍ وَأَحَبُّ مَنْ شَارَكَنِي فِي خَيْرٍ أُخْتِي فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّ ذَلِكِ لَا يَحِلُّ لِي قُلْتُ فَإِنَّا نُحَدَّثُ أَنَّكَ تُرِيدُ أَنْ تَنْكِحَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ بِنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ قُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ لَوْ أَنَّهَا لَمْ تَكُنْ رَبِيبَتِي فِي حَجْرِي مَا حَلَّتْ لِي إِنَّهَا لَابْنَةُ أَخِي مِنْ الرَّضَاعَةِ أَرْضَعَتْنِي وَأَبَا سَلَمَةَ ثُوَيْبَةُ فَلَا تَعْرِضْنَ عَلَيَّ بَنَاتِكُنَّ وَلَا أَخَوَاتِكُنَّ قَالَ عُرْوَةُ وثُوَيْبَةُ مَوْلَاةٌ لِأَبِي لَهَبٍ كَانَ أَبُو لَهَبٍ أَعْتَقَهَا فَأَرْضَعَتْ النَّبِيَّ ﷺ فَلَمَّا مَاتَ أَبُو لَهَبٍ أُرِيَهُ بَعْضُ أَهْلِهِ بِشَرِّ حِيبَةٍ قَالَ لَهُ مَاذَا لَقِيتَ قَالَ أَبُو لَهَبٍ لَمْ أَلْقَ بَعْدَكُمْ غَيْرَ أَنِّي سُقِيتُ فِي هَذِهِ بِعَتَاقَتِي ثُوَيْبَةَ"قال ابن حجر: (وَثُوَيْبَة مَوْلَاة لِأَبِي لَهَب) قُلْت : ذَكَرَهَا اِبْن مَنْدَهْ فِي " الصَّحَابَة " وَقَالَ : اُخْتُلِفَ فِي إِسْلَامهَا وَقَالَ أَبُو نُعَيْم : لَا نَعْلَم أَحَدًا ذَكَرَ إِسْلَامهَا غَيْره ، وَالَّذِي فِي السِّيَر أَنَّ النَّبِيّ ﷺ كَانَ يُكْرِمهَا ، وَكَانَتْ تَدْخُل عَلَيْهِ بَعْدَمَا تَزَوَّجَ خَدِيجَة ، وَكَانَ يُرْسِل إِلَيْهَا الصِّلَة مِنْ الْمَدِينَة ، إِلَى أَنْ كَانَ بَعْد فَتْح خَيْبَر مَاتَتْ وَمَاتَ اِبْنهَا مَسْرُوح .

١٢) قَوْله (وَكَانَ أَبُو لَهَب أَعْتَقَهَا فَأَرْضَعَتْ النَّبِيّ ﷺ) ظَاهِره أَنَّ عِتْقه لَهَا كَانَ قَبْل إِرْضَاعهَا ، وَالَّذِي فِي السِّيَر يُخَالِفهُ ، وَهُوَ أَنَّ أَبَا لَهَب أَعْتَقَهَا قَبْل الْهِجْرَة وَذَلِكَ بَعْد الْإِرْضَاع بِدَهْرٍ طَوِيل وَحَكَى السُّهَيْلِيُّ أَيْضًا أَنَّ عِتْقهَا كَانَ قَبْل الْإِرْضَاع). فتح الباري لابن حجر،ص: ٦ / ٢٦٤، دار المعرفة بيروت ٢٠٠٥م وقال ابن كثير: "قالوا لأنه لما بشرته ثويبة بميلاد ابن أخيه محمد بن عبد الله أعتقها من ساعته فجوزي بذلك لذلك". البداية والنهاية لابن كثير ، المعرفة بيروت ٢٠٠١م ، ص: ٦٧٢/١

١٣) السيرة النبوية . ابن هشام، ت عمر عبد السلام تدمري ، دار الريان للتراث . القاهرة ١٩٨٧م، ص:١ / ١٨٩.

١٤) سبل الهدى والرشاد، ص: ١ / ٨، وروى البخاري في صحيحه بسنده فقال: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو قُتَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَتَمَثَّلُ بِشِعْرِ أَبِي طَالِبٍ وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ ثِمَالُ الْيَتَامَى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ ،وَقَالَ عُمَرُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا سَالِمٌ عَنْ أَبِيهِ رُبَّمَا ذَكَرْتُ قَوْلَ الشَّاعِرِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى وَجْهِ النَّبِيِّ ﷺ يَسْتَسْقِي فَمَا يَنْزِلُ حَتَّى يَجِيشَ كُلُّ مِيزَابٍ ،وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ – ثِمَالُ الْيَتَامَى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ ،وَهُوَ قَوْلُ أَبِي طَالِبٍ" صحيح البخاري ص ١٦٢ باب سؤال الناس الإمام الاستسقاء إذا قحطوا . رقم (١٠٠٨ . ١٠٠٩)

١٥) عبد القادر أبو فارس . السيرة النبوية ص: ١٢٥ ،. وانظر العمري ، السيرة النبوية الصحيحة ،ص: ١ /١١٦

١٦) أتيين دينيه . محمد رسول الله ص: ١٠٠ ،. ترجمة د / عبد الحليم محمود،ومحمد عبد الحليم محمود ، دار المعارف القاهرة. ١٩٧٩م، ص: ١٠٠

١٧) محمد رسول الله ص: ١١٧

١٨) الكتاب التذكاري للمؤتمر العالمي الرابع للسيرة والسنّة النبوية الشريفة ملف خاص عن النبي محمد ﷺ القاهرة . ١٩٨٥م، ص:٥٧٤

١٩) مولانا محمد علي . محمد رسول الله ص: ٢٨٠-٢٨٢.

٢٠) انظر النووي . شرح صحيح مسلم،ص: ١٤٥/١٦ . وانظر فتح الباري بشرح صحيح البخاري ،ص:٤٤٩/١٠ . وتحفة الأحوذي بشرح سنن الترمذي،ص: ١٥٤/٦.

٢١) الترمذي . الجامع الصحيح . في كتاب البر والصلة . باب ما جاء في الرفق " وقال : حديث حسن صحيح" دار السلام . الرياض ١٩٩٩م ، . رقم ٢٠١٣،ص:٤٦٤

٢٢) مسلم،الجامع الصحيح، كتاب البر والصلة والآداب،باب فضل الرفق،رقم ٦٦٠١، ص:

١١٣٣

٢٣) مسلم . الجامع الصحيح . كتاب البر والصلة والآداب . باب فضل الرفق . رقم ٦٦٠٢ . ص ١١٣٣.

٢٤) صحيح البخاري . كتاب الأدب، باب الرفق في الأمر كله . رقم ٦٠٢٤ . ص: ١٠٥٣

٢٥) مه: كلمة زجر، وهو اسم مبني على السكون، معناه: اسكت. وقيل: أصلها: ما هذا؟ انظر: شرح النووي،ص: ١٩٣/٣.

٢٦) لا تزرموه: أي لا تقطعوا عليه بوله. والإزرام: القطع. انظر: المرجع السابق،ص: ١٩٠/٣.

٢٧) مسلم . الجامع الصحيح، كتاب الطهارة، باب وجوب غسل البول وغيره من النجاسات إذا حصلت في المسجد وأن الأرض تطهر بالماء من غير حاجة إلى حفرها،ص: ٢٣٦/١ . رقم ٢٨٥ . والبخاري مع الفتح، بمعناه مختصراً في كتاب الوضوء، باب ترك النبي صلى الله عليه وسلم والناس الأعرابي حتى فرغ من بوله في المسجد ٣٢٢/١، برقم ٢١٩، وروايات بول الأعرابي في البخاري مع الفتح في عدة مواضع ٢٢٣/١، ٤٤٩/١٠، ٥٢٥/١٠.

٢٨) البخاري . الجامع الصحيح . كتاب الأدب . باب الرفق في الأمر كله . رقم ٦٠٢٥ . ص ١٠٥٣ و أخرجه الترمذي في كتاب الطهارة . باب ما جاء في البول يصيب الأرض رقم ١٤٧ . ص: ٤١ وأخرجه أحمد في المسند بترتيب أحمد شاكر واللفظ لأحمد،ص: ٢٤٤/١٢ . رقم ٧٢٥٤ . وأخرجه أحمد أيضاً مطولاً،ص: ١٣٤/٢٠ برقم ١٠٥٤٠ . وأبو داود مع العون،ص: ٣٩/٢.

٢٩) الإمام أحمد . المسند بترتيب أحمد شاكر من رواية أبي هريرة رضي الله عنه ١٣٤/٢٠ . رقم ١٠٥٤٠ . وابن ماجه ،ص:١٧٥/١ . رقم ٥٢٩، ٥٣٠

٣٠) السيرة النبوية . ابن هشام،ص: ٢ / ٦٧

٣١) البخاري . الجامع الصحيح . كتاب بدء الخلق . باب "إذا قال أحدكم آمين ..."رقم ٣٢٣١،ص ٥٣٩، . وانظر مسلم . الجامع الصحيح . كتاب الجهاد . باب مالقي النبي من أذى المشركين والمنافقين"رقم الحديث ٤٦٥٣، ص: ٨٠٠ .

٣٢) سورة العنكبوت: ٤٠

٣٣) عباس محمود العقاد . عبقرية محمّد . ص: ٣٥

٣٤) سورة الدخان: ١٥

٣٥) سورة الدخان: ١١

٣٦) مسلم، صحيح مسلم، كتاب صفات المنافقين . باب الدخان" ، رقم ٧٠٦٧، ص: ١٢١٩

٣٧) ابن كثير ـ السيرة النبوية، ص: ٢/٩٠

٣٨) ابن كثير، السيرة النبوية، ص: ٢/٩٠

٣٩) سورة الأنبياء : ١٠٧

****

جوانب مختلفة من أهمية الرجاء في حياة المسلم

Various aspects of the importance of hope in the life of a Muslim

الدكتور محمد إلياس*

ABSTRACT

Everyone knows that 'hope' or 'expectation' has a pivotal role in the life of a human being. It is a virtue that may produce boost in an individual's life. All revealed religions urge to their followers to please the Almighty God, and in return they should keep ***hope*** from Allah Almighty that He would compensate and reward then in the life thereafter. It is also a matter of fact that there are various aspects of importance of hope in the life of a Muslim. These aspects are discussed in this article in detail. In today's word, when there are hopeless attitude is found everywhere, this article would present a very positive impact on the society.

The article under discussion aims at different aspects of Al-Raja'a (Hope) in the life of a Muslim and its importance for having blessings of ALLAH Almighty. Main ingredients are as follow:

- Wideness of blessings of ALLAH Almighty and forgiveness by Him if a person believes in Him and has full commitment on Him.
- Self-accountability of a person and his regrets upon his wrong doings and to endeavor adoption of a Right Path.
- This belief of Hope pleases one's self and it brings happiness apparently and inside of this person.
- Islam does completely prohibit false beliefs and halfhearted weak faith. In the same way Islam also condemns despondency.

Keywords: Hope, Despondency, Faith, Virtue, Submission to Allah, Forgiveness

---

* أستاذ مساعد بكلية أصول الدين ، الجامعة الإسلامية العالمية، اسلام آباد

لا يخفي على من له معرفة بالدين الإسلامي أنه يحث على الرجاء من الله تعالى، وأن الرجاء من أهم مطالب هذا الدين ، وإن التعاليم الإسلامية كلها ترتبط بعضها مع البعض الآخر بنظام مستحكم، وإن دراسة هذا النظام وكيفية ارتباط بعض الأحكام بالأخري مما يستحق عناية الباحثين، والرجاء له علاقة وثيقة بالأحكام والنظريات الإسلامية المختلفة، وإدراك هذه الأحكام والأصول يعين كثيرا في فهم أهمية الرجاء في الإسلام، كما يعين على اكتشاف علاقة أحكام الدين بعضها مع البعض، ومن هنا نحاول في الصفحات القادمة تسليط الضوء على الرجاء من ناحية تلك الأحكام والنظريات أو العقائد الإسلامية ، وهي تتلخص فيما يلي:

١- سعة رحمة الله تعالى

٢- حسن الظن بالله تعالى

٣- سعة مغفرة الله تعالى

٤- الاحتساب وتوقع الثواب مطلوب في العمل الصالح ويزيد من حسنه

٥- الرجاء يؤدي إلى طيب النفس والبشاشة وهو أمر مطلوب في الإسلام

٦- الإسلام ينهى عن التشاؤم و يحث على التفاؤل

الجانب الأول: سعة رحمة الله تعالى

الرجاء يتعلق برحمة الله تعالى ورحمة الله واسعة، فكلما كان الإيمان بسعة رحمة الله تعالى قويا يكون الرجاء أكثر، وقد جاء بيان سعة رحمة الله تعالى في غير واحد من نصوص كتاب الله والسنة النبوية الشريفة، ونحن نذكرشيئا منها:

سعة رحمة الله تعالى في القرآن الكريم:

١. قال الله تعالى:﴿**وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ**﴾[1] ،قال الإمام الطبري رحمه الله تعالى في تفسير هذه الآية:

"فقال بعضهم: مخرجه عامٌّ، ومعناه خاص، والمراد به ورحمتي وَسِعت المؤمنين بي من أمة محمّدٍ ﷺ، واستشهد بالذي بعده من الكلام، وهو قوله: "فسأكتبها للذين يتقون"(٢).

ثم ذكر رحمه الله تعالى حديث ابن عباس فقال:"حدثني المثني قال، حدثنا أبو سلمة المنقري قال، حدثنا حماد بن سلمة قال أخبرنا عطاء بن السائب، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس أنه قرأ: "ورحمتي وسعت كل شيء فسأكتبها للذين يتقون"، قال: جعلها الله لهذه الأمة" (٣)

وقال الإمام ابن كثير رحمه الله تعالى:(٤)

وقوله تعالى: ﴿**وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ**﴾ " آية عظيمة الشمول والعموم، كقوله إخبارا عن حملة العرش ومن حوله أنهم يقولون: ﴿**رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَعِلْمًا**﴾ (٥)، وقال الإمام أحمد: حدثنا عبد الصمد، حدثنا أبي، حدثنا الجريري، عن أبي عبد الله الجشمي، حدثنا جندب هو ابن عبد الله البجلي، رضي الله تعالى عنه قال: جاء أعرابي فأناخ راحلته ثم عقلها، ثم صلى خلف رسول الله ﷺ، فلما صلى رسول الله ﷺ أتى راحلته فأطلق عقالها، ثم ركبها، ثم نادى: اللّهم ارحمني ومحمدا، ولا تشرك في رحمتنا أحدا، فقال رسول الله ﷺ: "أتقولون هذا أضل أم بعيره؟ ألم تسمعوا ما قال؟" قالوا: بلى، قال: "لقد حظرت رحمة واسعة، إن الله عز وجل، خلق مائة رحمة، فأنزل رحمة واحدة يتعاطف بها الخلق، جنها وإنسها وبهائمها، وأخر عنده تسعا وتسعين رحمة، أتقولون هو أضل أم بعيره؟" (٦)

قال الإمام الآلوسي رحمه الله تعالى:

﴿**وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ**﴾ "أي شأنها أنها واسعة تبلغ كل شيء، ما من مسلم ولا كافر ولا مطيع ولا عاص إلا وهو متقلب في الدنيا بنعمتي، وفي نسبة الإصابة إلى العذاب بصيغة المضارع ونسبة السعة إلى الرحمة بصيغة الماضي إيذان بأن الرحمة مقتضي الذات، وأما العذاب فمقتضى معاصي العباد، والمشيئة معتبرة في جانب

الرحمة أيضاً، وعدم التصريح بها، قيل: تعظيما لأمر الرحمة، وقيل: للإشعار بغاية الظهور، ألا ترى إلى قوله تعالى: ﴿فَسَأَكْتُبُهَا﴾ فإنه متفرع على اعتبار المشيئة كما لا يخفى، كأنه قيل: فإذا كان الأمر كذلك أي كما ذكر من إصابة عذابي وسعة رحمتي لكل من أشاء فسأثبتها إثباتا خاصا"(٧)

قال الإمام ابن عاشور رحمه الله تعالى:

وقوله: ﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾مقابل قول موسى ﴿وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا﴾، وهو وعد تعريض بحصول الرحمة المسؤولة له ولمن معه من المختارين، لأنها لما وسعت كل شيء فهم أرجى الناس بها، وأن العاصين هم أيضاً مغمورون بالرحمة، فمنها رحمة الإمهال والرزق، ولكن رحمة الله عباده ذات مراتب متفاوتة، والرحمة المرجوءة في هذه الآية بمعنى الرضى أي رضي الله تعالى، كمايشير إلى ذلك الإمام ابن عاشور حيث يقول: "وذكر خوف العذاب بعد رجاء الرحمة، للإشارة إلى أنهم في موقف الأدب مع ربهم فلايزيدهم القرب من رضاه إلا إجلالا له وخوفا من غضبه"(٨).

٢. قال الله تعالى:﴿وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِنَ الْمُحْسِنِينَ﴾ (٩) قال الإمام ابن جرير الطبري رحمه الله تعالى:

﴿وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا﴾، "يقول: وأخلصوا له الدعاء والعمل، ولا تشركوا في عملكم له شيئًا غيره من الآلهة والأصنام وغير ذلك، وليكن ما يكون منكم في ذلك خوفًا من عقابه، وطمعًا في ثوابه، وإنّ مَن كان دعاؤه إياه على غير ذلك، فهو بالآخرة من المكذبين، لأنّ من لم يخف عقابَ الله ولم يرجُ ثوابه، لم يبال ما ركب من أمر يسخَطه الله ولا يرضاه"(١٠)

ثم قال الإمام ابن جرير الطبري رحمه الله تعالى: ﴿إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِنَ الْمُحْسِنِينَ﴾، يقول تعالى ذكره: "إن ثواب الله الذي وعد المحسنين على إحسانهم في الدنيا، قريب منهم، وذلك هو رحمته، لأنه ليس بينهم وبين أن يصيروا إلى ذلك من رحمته، وما أعدّ لهم من كرامته، إلا أن تفارق أرواحهم أجسادهم"(١١)

ثم قال رحمه الله تعالى: ﴿قَرِيبٌ﴾ "ولم يقل: قريبة، لأنه ضمن الرحمة معنى الثواب، أو لأنها مضافة إلى الله، فلهذا قال: قريب من المحسنين،وقال مطر الوراق: تنجزوا موعود الله بطاعته، فإنه قضى أن رحمته قريب من المحسنين، رواه ابن أبي حاتم" (١٢)

وقال الإمام ابن كثير رحمه الله تعالى:

"إن رحمة الله قريب من المحسنين" أي: إن رحمته مرصدة للمحسنين، الذين يتبعون أوامره ويتركون زواجره، كما قال تعالى: **﴿وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ (١٣)﴾** (١٤)

سعة رحمة الله تعالى في أحاديث النبي ﷺ

هناك أحاديث كثيرة تدل على سعة رحمة الله تعالى نذكر بعض هذه الأحاديث ومنها:

١- عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: ((جَعَلَ اللَّهُ الرَّحْمَةَ مِائَةَ جُزْءٍ فَأَمْسَك عِنْدَهُ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ جُزْئًا وَأَنْزَلَ فِي الْأَرْضِ جُزْئًا وَاحِدًا فَمِنْ ذَلِك الْجُزْءِ يَتَرَاحَمُ الْخَلْقُ حَتَّى تَرْفَعَ الْفَرَسُ حَافِرَهَا عَنْ وَلَدِهَا خَشْيَةَ أَنْ تُصِيبَهُ)) (١٥)

ففي هذه الحديث الشريفة الآتية دلالة واضحة على سعة رحمة الله تعالى، قال الإمام ابن حجر رحمه الله تعالى: قوله: ((فَمِنْ ذَلِك الْجُزْءِ يَتَرَاحَمُ الْخَلْقُ حَتَّى تَرْفَعَ الْفَرَسُ حَافِرَهَا)) "خص الفرس بالذكر لأنّها أشد الحيوان المألوف الذي يعاين المخاطبون حركته مع ولده، ولما في الفرس من الخفة والسرعة في التنقل، ومع ذلك تتجنب أن يصل الضرر منها إلى ولدها"(١٦)

وقال الإمام القرطبي رحمه الله تعالى: مقتضى هذا الحديث أنّ الله علم أنّ أنواع النعم التي ينعم بها على خلقه مائة نوع، فأنعم عليهم في هذه الدنيا بنوع واحد انتظمت به مصالحهم وحصلت به مرافقهم، فإذا كان يوم القيامة كمل لعباده المؤمنين ما بقي فبلغت مائة وكلها للمؤمنين، وإليه الإشارة بقوله تعالى:

﴿**وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا**﴾(١٧)، فإنّ رحيماً من أبنية المبالغة التي لا شيء فوقها، ويفهم من هذا أنّ الكفار لا يبقى لهم خط من الرحمة لا من جنس رحمات الدنيا ولا غيرها، إذا كمل كل ما كان في علم الله من الرحمات للمؤمنين، وإليه الإشارة بقوله تعالى: ﴿**فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ**﴾(١٨)

قال الإمام النووي رحمه الله تعالى:

"هذه الأحاديث من أحاديث الرجاء والبشارة للمسلمين، قال العلماء: لأنه إذا حصل للإنسان من رحمة واحدة في هذه الدار- المبنية على الأكدار - بالإسلام والقرآن والصلاة والرحمة في قلبه وغير ذلك مما أنعم الله تعالى به، فكيف الظن بمائة رحمة في الدار الآخرة، وهي دار القرار ودار الجزاء، والله أعلم، هكذا وقع في نسخ بلادنا جميعا (جعل الله الرحمة مائة جزء) وذكر القاضي (جعل الله الرحم) بحذف الهاء وبضم الراء، قال: ورويناه بضم الراء ويجوز فتحها ومعناه الرحمة "(١٩)

قال الشيخ المباركفوري رحمه الله تعالى:

"قال الطيبي: رحمة الله تعالى لا نهاية لها، فلم يرد بما ذكره تحديدا، بل تصويرا للتفاوت بين قسط أهل الإيمان، منها في الآخرة وقسط كافة المربوبين في الدنيا" (٢٠)

٢- وعن أَبِى ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ أَبْيَضُ وَهُوَ نَائِمٌ ثُمَّ أَتَيْتُهُ وَقَدْ اسْتَيْقَظَ فَقَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ثُمَّ مَاتَ عَلَى ذَلِكَ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قُلْتُ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قُلْتُ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ عَلَى رَغْمِ أَنْفِ أَبِي ذَرٍّ وَكَانَ أَبُو ذَرٍّ إِذَا حَدَّثَ بِهَذَا قَالَ وَإِنْ رَغِمَ أَنْفُ أَبِي ذَرٍّ " (٢١)

٣- عَنْ جَابِرٍ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْمُوجِبَتَانِ فَقَالَ مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ"(٢٢)

٤- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَدْخُلُ النَّارَ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ وَلَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرِيَاءَ (٢٣)

٥- عَنْ عُبَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَأَنَّ عِيسَى عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ عَلَى مَا كَانَ مِنْ الْعَمَلِ (٢٤)

٦- عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ سَبْيٌ فَإِذَا امْرَأَةٌ مِنْ السَّبْيِ قَدْ تَحْلُبُ ثَدْيَهَا تَسْقِي إِذَا وَجَدَتْ صَبِيًّا فِي السَّبْيِ أَخَذَتْهُ فَأَلْصَقَتْهُ بِبَطْنِهَا وَأَرْضَعَتْهُ فَقَالَ لَنَا النَّبِيُّ ﷺ أَتُرَوْنَ هَذِهِ طَارِحَةً وَلَدَهَا فِي النَّارِ قُلْنَا لَا وَهِيَ تَقْدِرُ عَلَى أَنْ لَا تَطْرَحَهُ فَقَالَ لَلَّهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ هَذِهِ بِوَلَدِهَا (٢٥)

قال الإمام ابن حجر رحمه الله تعالى: قوله " إِذَا وَجَدَتْ صَبِيًّا فِي السَّبْيِ "، عرف من سياقه أنّها كانت فقدت صبياً أرضعته ليخف عنها، فلما وجدت صبياً بعينه أخدته فالتزمته، قوله "أترون" أي أتظنون، قوله "قلنا لا" أي لا تطرحه طائعة أبداً، قوله: "لله أرحم بعباده" كان المراد بالعباد هنا من مات على الإسلام، ويؤيده ما أخرجه الحاكم عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ صَبِيٌّ عَلَى ظَهْرِ الطَّرِيقِ فَمَرَّ النَّبِيُّ ﷺ وَمَعَهُ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَلَمَّا رَأَتْ أُمُّ الصَّبِيِّ الْقَوْمَ خَشِيَتْ أَنْ يُوطَأَ ابْنُهَا فَسَعَتْ وَحَمَلَتْهُ وَقَالَتْ ابْنِي ابْنِي قَالَ فَقَالَ الْقَوْمُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا كَانَتْ هَذِهِ لِتُلْقِيَ ابْنَهَا فِي النَّارِ قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا وَلَا يُلْقِي اللَّهُ حَبِيبَهُ فِي النَّارِ"، فالتعبير بحسبه يخرج الكافر، وكذا من شاء إدخاله ممن لم يتب من مرتكبي الكبائر"(٢٦)

٧- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَمَّا خَلَقَ اللَّهُ الْخَلْقَ كَتَبَ فِي كِتَابِهِ وَهُوَ يَكْتُبُ عَلَى نَفْسِهِ وَهُوَ وَضْعٌ عِنْدَهُ عَلَى الْعَرْشِ إِنَّ رَحْمَتِي تَغْلِبُ غَضَبِي (٢٧)

قال الشيخ محمد بن عبد الوهاب رحمه الله تعالى:

"قال أبو سليمان الخطابي: أراد بالكتاب أحد شيئين: إما القضاء الذي قضاه وأوجبه كقوله سبحانه وتعالى: ﴿**كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي**﴾(٢٨)، أي قضى

اللَّه ويكون معنى قوله: "فهو عنده فوق العرش"، أي فعلم ذلك عند اللَّه فوق العرش لا ينساه ولا ينسخه ولا يبدله، كقوله سبحانه وتعالى: ﴿**قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي فِي كِتَابٍ لَا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنْسَى**﴾(٢٩)، وإما أن يكون أراد بالكتاب اللوح المحفوظ الذي فيه ذكر الخلق وبيان أمورهم وذكر آجالهم وأرزاقهم والأقضية النافذة فيهم ومآل عواقب أمورهم(٣٠).

قال الإمام النووي رحمه الله تعالى:

وفي رواية: (سبقت رحمتي غضبي)، قال العلماء: غضب الله تعالى ورضاه يرجعان إلى معنى الإرادة، فإرادته الإثابة للمطيع، ومنفعة العبد تسمى رضا ورحمة، وإرادته عقاب العاصي وخذلانه تسمى غضبا، وإرادته سبحانه وتعالى صفة له قديمة يريد بها جميع المرادات، قالوا: والمراد بالسبق والغلبة هنا كثرة الرحمة وشمولها، كما يقال: غلب على فلان الكرم والشجاعة إذا كثرا منه(٣١)

قال الشيخ المباركفوري رحمه الله تعالى:

قال الجزري: "قوله: إن رحمتي تغلب غضبي هو إشارة إلى سعة الرحمة وشمولها الخلق، كما يقال غلب على فلان الكرم أي هو أكثر خصاله، وإلا فرحمة الله وغضبه صفتان راجعتان إلى إرادته للثواب والعقاب، وصفاته لا توصف بغلبة إحداهما الأخرى وإنما على سبيل المجاز للمبالغة،وقال الطيبي: أي لما خلق الخلق حكم حكما جازما، ووعد وعدا لازما، لا خلف فيه بأن رحمتي سبقت غضبي، فإن المبالغ في حكمه إذا أراد إحكامه عقد عليه سجلا وحفظه، ووجه المناسبة بين قضاء الخلق وسبق الرحمة أنهم مخلوقون للعبادة شكرا للنعم الفائضة عليهم، ولا يقدر أحد على أداء حق الشكر، وبعضهم يقصرون فيه، فسبقت رحمته في حق الشاكر، بأن وفى جزاءه وزاد عليه ما لا يدخل تحت الحصر، وفي حق المقصر إذا تاب ورجع بالمغفرة والتجاوز، ومعنى سبقت رحمتي تمثيل لكثرتها وغلبتها على الغضب بفرسي رهان تسابقتا فسبقت إحداهما الأخرى"(٣٢)

الجانب الثاني: حسن الظن بالله تعالى

الرجاء بالله يعني أن المؤمن يحسن الظن بالله، وحسن الظن بالله مما أمر به الشرع وندب إليه القرآن والسنة، ونذكر هنا شيئا من النصوص الدالة على ذلك:

١- عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ قَبْلَ وَفَاتِهِ بِثَلَاثٍ يَقُولُ لَا يَمُوتَنَّ أَحَدُكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ بِاللَّهِ الظَّنَّ)) (٣٣)

قال الإمام النووي رحمه الله تعالى:"قال العلماء: هذا تحذير من القنوط، وحث على الرجاء عند الخاتمة، وقد سبق في الحديث الآخر قوله سبحانه وتعالى: (أنا عند ظن عبدي بي)، قال العلماء: معنى (حسن الظن بالله تعالى) أن يظن أنه يرحمه ويعفو عنه (٣٤)

٢- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَصْرٌ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ حُسْنُ الظَّنِّ مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَةِ (٣٥)

قال الشيخ العظيم آبادي رحمه الله تعالى: "قوله (حسن الظن): أي بالمسلمين، وبالله تعالى (من حسن العبادة): أي من جملة حسن العبادة التي يتقرب بها إلى الله تعالى، وفائدة هذا الحديث الإعلام بأن حسن الظن عبادة من العبادات الحسنة، كما أن سوء الظن معصية من معاصي الله تعالى، كما قال تعالى {إن بعض الظن إثم} أي وبعضه حسن من العبادة كذا في السراج المنير"(٣٦)

٣- عن وَاثِلَةَ بْنَ الْأَسْقَعِ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: " يَقُولُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي، فَلْيَظُنَّ بِي مَا شَاءَ (٣٧)

٤- عَنْ حَيَّانَ أَبِي النَّضْرِ قَالَ خَرَجْتُ عَائِدًا لِيَزِيدَ بْنِ الْأَسْوَدِ فَلَقِيتُ وَاثِلَةَ بْنَ الْأَسْقَعِ وَهُوَ يُرِيدُ عِيَادَتَهُ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ فَلَمَّا رَأَى وَاثِلَةَ بَسَطَ يَدَهُ وَجَعَلَ يُشِيرُ إِلَيْهِ فَأَقْبَلَ وَاثِلَةُ حَتَّى جَلَسَ فَأَخَذَ يَزِيدُ بِكَفَّيْ وَاثِلَةَ فَجَعَلَهُمَا عَلَى وَجْهِهِ فقَالَ لَهُ وَاثِلَةُ كَيْفَ ظَنُّكَ بِاللَّهِ قَالَ ظَنِّي بِاللَّهِ وَاللَّهِ حَسَنٌ قَالَ فَأَبْشِرْ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ قَالَ اللَّهُ جَلَّ وَعَلَا "أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي إِنْ ظَنَّ خَيْرًا وإن ظن شرا" (٣٨)

٥- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: "إِنَّ اللَّهَ جَلَّ وَعَلَا يَقُولُ أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي إِنْ ظَنَّ خَيْرًا فَلَهُ وَإِنْ ظَنَّ شَرًّا فله (٣٩)

قال الإمام ابن حجر رحمه الله تعالى: "أي: قادرٌ على أن أعمل به ما ظن أنّي عامل به، وقال الكرماني: وفي السياق إشارة إلى ترجيح جانب الرجاء على الخوف، وكأنّه أخذه من جهة التسوية، فإنّ العاقل إذا سمع ذلك لا يعدل إلى ظنّ إيقاع الوعيد، وهو جانب الخوف، لأنّه لا يختار لنفسه بل يعدل إلى ظن وقوع الوعد وهو جانب الرجاء، وهو كما قال أهل التحقيق بالمستحضر، ويؤيّد ذلك حديث: "لا يموتنّ أحدكم إلا وهو يحسن الظن بالله"(٤٠)

الجانب الثالث: سعة مغفرة الله

من أنواع الرجاء ومواقعه أن العبد إذا صدر منه ذنب توجه إلى الله تعالى واستغفره وتاب إليه، وهذا إنما يكون إذا اعتقد العبد أن الله تعالى واسع المغفرة يغفر الذنوب جميعا، وقد بين الله تعالى في غير واحد من مواضع من القرآن الكريم كما بينه النبي ﷺ في عدد غير قليل من الأحاديث، ونحن نذكر هنا شيئا من هذه الآيات الكريمة و الأحاديث الشريفة:

سعة مغفرة الله في القرآن الكريم:

١- قال الله تعالى:

﴿**الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا اللَّمَمَ إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ**﴾(٤١)

قال الإمام ابن كثير رحمه الله تعالى: "قال ابن جرير: حدثني سليمان بن عبد الجبار، حدثنا أبو عاصم، حدثنا زكريا بن إسحاق، عن عمرو بن دينار، عن عطاء، عن ابن عباس:﴿**الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا اللَّمَمَ**﴾ قال: هو الرجل يلم بالفاحشة ثم يتوب وقال: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنْ تَغْفِرْ اللَّهُمَّ تَغْفِرْ جَمًّا وَأَيُّ عَبْدٍ لَكَ لَا أَلَمَّا(٤٢)

ثم قال ابن جرير: حدثنا محمد بن عبد الله بن بزيع، حدثنا يزيد بن زريع، حدثنا يونس، عن الحسن، عن أبي هريرة، أراه رفعه: {الذين يجتنبون كبائر الإثم والفواحش إلا اللمم} قال: "اللمة من الزنا ثم يتوب ولا يعود، واللمة من السرقة ثم يتوب ولا يعود، واللمة من شرب الخمر ثم يتوب ولا يعود"، قال: "ذلك الإلمام"،

وحدثنا ابن بشار، حدثنا ابن أبي عدي، عن عوف، عن الحسن في قول الله: {الذين يجتنبون كبائر الإثم والفواحش إلا اللمم}، قال: اللمم من الزنا أو السرقة أو شرب الخمر، ثم لا يعود،

وحدثني يعقوب، حدثنا ابن علية، عن أبي رجاء، عن الحسن في قول الله: ﴿الذين يجتنبون كبائر الإثم والفواحش إلا اللمم﴾، قال: كان أصحاب رسول الله ﷺ يقولون: هو الرجل يصيب اللمة من الزنا، واللمة من شرب الخمر، فيجتنبها ويتوب منها، وقال ابن جرير، عن عطاء، عن ابن عباس: {إلا اللمم} يلم بها في الحين. قلت: الزنا؟ قال: الزنا ثم يتوب(٤٣)

٢- وقال الله تعالى:

﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾(٤٤)،

قال الإمام ابن كثير رحمه الله تعالى: (٤٥) وقال البخاري: حدثنا إبراهيم بن موسى، أخبرنا هشام بن يوسف، أن ابن جريج أخبرهم قال يعلى إن سعيد بن جبير أخبره عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أن ناسا من أهل الشرك كانوا قد قتلوا فأكثروا، وزنوا فأكثروا، فأتوا محمدا ﷺ فقالوا إن الذي تقول وتدعو إليه لحسن، لو تخبرنا أن لما عملنا كفارة، فنزل **﴿وَالَّذِينَ لا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلا بِالْحَقِّ وَلا يَزْنُونَ﴾**(٤٦)، ونزلت **﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ﴾**(٤٧)

وقال الإمام الآلوسي رحمه الله تعالى:

الأول: نداؤهم بعنوان العبودية فإنها تقتضي المذلة وهي أنسب بحال العاصي إذا لم يتب واقتضاؤها للترحم ظاهر.

الثاني: الاختصاص الذي تشعر به الإضافة إلى ضميره تعالى فإن السيد من شأنه أن يرحم عبده ويشفق عليه.

الثالث: تخصيص ضرر الإسراف المشعرة به "على" بأنفسهم فكأنه قيل ضرر الذنوب عائد عليهم لا عليّ، فيكفي ذلك من غير ضرر آخر كما في المثل أحسن إلى من أساء كفى المسيء إساءته، فالعبد إذا أساء ووقف بين يدي سيده ذليلا خائفا عالما بسخط سيده عليه ناظرا لإكرام غيره ممن أطاع لحقه ضرر إذ استحقاق العقاب عقاب عند ذوي الألباب.

الرابع: النهي عن القنوط مطلقا عن الرحمة فضلا عن المغفرة وإطلاقها.

الخامس: إضافة الرحمة إلى الاسم الجليل المحتوي على جميع معاني الأسماء على طريق الالتفات، فإن ذلك ظاهر في سعتها وهو ظاهر في شمولها التائب وغيره.

السادس: التعليل بقوله تعالى "إن الله...الخ"، فإن التعليل يحسن مع الاستبعاد وترك القنوط من الرحمة مع عدم التوبة أكثر استبعادا من تركه مع التوبة.

السابع: وضع الاسم الجليل فيه موضع الضمير لإشعاره بأن المغفرة من مقتضيات ذاته لا لشيء آخر من توبة أو غيرها.

الثامن: تعريف الذنوب فإنه في مقام التمدح ظاهر في الاستغراق فتشمل الذنب الذي يعقبه التوبة والذي لا تعقبه.

التاسع: التأكيد بالجميع.

العاشر: التعليل بأنه "هو...الخ".

الحادي عشر: التعبير بالغفور فإنه صيغة مبالغة وهي إن كانت باعتبار الكم شملت المغفرة جميع الذنوب أو باعتبار الكيف شملت الكبائر بدون توبة.

الثاني عشر: حذف معمول "الغفور"، فإن حذف المعمول يفيد العموم.

الثالث عشر: إفادة الجملة الحصر، فإن من المعلوم أن الغفران قد يوصف به غيره تعالى فالمحصور فيه سبحانه إنما هو الكامل العظيم وهو ما يكون بلا توبة.

الرابع عشر: المبالغة في ذلك الحصر.

الخامس عشر: الوعد بالرحمة بعد المغفرة فإنه مشعر بأن العبد غير مستحق للمغفرة لولا رحمته وهو ظاهر فيما إذا لم يتب.

السادس عشر: التعبير بصيغة المبالغة فيها.

السابع عشر: إطلاقها، ومنع المعتزلة مغفرة الكبائر والعفو عنها من غير توبة وقالوا: إنها وردت في غير موضع من القرآن الكريم مقيدة بالتوبة، فإطلاقها هنا يحمل على التقييد لاتحاد الواقعة وعدم احتمال النسخ، وكون القرآن في حكم كلام واحد[٤٨]

وقال الإمام أحمد بن حنبل رحمه الله تعالى:

حدثنا حسن، حدثنا ابن لهيعة، حدثنا أبو قبيل قال سمعت أبا عبد الرحمن المري يقول سمعت ثوبان – مولى رسول الله ﷺ يقول سمعت رسول الله ﷺ يقول: "ما أحب أن لي الدنيا وما فيها بهذه الآية: ﴿يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ إلى آخر الآية﴾، فقال رجل يا رسول الله! فمن أشرك؟ فسكت النبي ﷺ، ثم قال: "ألا ومن أشرك ثلاث مرات"[٤٩]

ويقول الإمام ابن أبي الدنيا رحمه الله تعالى:"حدثني محمد بن الحسين، حدثنا يعلى بن عبيد، حدثني الأعمش، عن أبي سعيد، عن أبي الكنود، قال: مر عبد الله على قاص يذكر النار فقال: يا مذكر، لم تقنط الناس؟ ثم قرأ ﴿ **قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ** ﴾[٥٠]

ويقول الإمام ابن أبي الدنيا رحمه الله تعالى:

حدثنا إسحاق بن إسماعيل، حدثنا جرير، عن منصور، عن الشعبي، عن شتير، قال: سمعت عبد الله، يقول: إن أكبر آية في القرآن فرجا آية في سورة الغرف: ﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ﴾ فقال مسروق: صدقت(٥١)

ويقول الإمام الغزالي رحمه الله تعالى بعد ذكر هذه الآية:

وفي أخبار يعقوب صلى الله عليه وآله وسلم أن الله تعالى أوحى إليه: أتدري لم فرّقت بينك وبين يوسف؟ لأنك قلت أخاف أن يأكله الذئب وأنتم عنه غافلون، لم خفت الذئب ولم ترجني؟ ولم نظرت إلى غفلة أخوته ولم تنظر إلى حفظي له(٥٢)

سعة مغفرة الله في أحاديث النبي ﷺ

١- عن أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّك مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ عَلَى مَا كَانَ فِيكَ وَلَا أُبَالِي يَا ابْنَ آدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ وَلَا أُبَالِي يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ لَوْ أَتَيْتَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيتَنِي لَا تُشْرِكُ بِي شَيْئًا لَأَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً (٥٣)

٢- عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ....وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيَغْفِرَنَّ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَغْفِرَةً يَتَطَاوَلُ لَهَا إِبْلِيسُ رَجَاءَ أَنْ تُصِيبَهُ»(٥٤)

٣- عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ أَصَابَ فِي الدُّنْيَا ذَنْبًا فَعُوقِبَ بِهِ، فَاللَّهُ أَعْدَلُ مِنْ أَنْ يُثَنِّيَ عُقُوبَتَهُ عَلَى عَبْدِهِ، وَمَنْ أَذْنَبَ ذَنْبًا فِي الدُّنْيَا فَسَتَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ، فَاللَّهُ أَكْرَمُ مِنْ أَنْ يَعُودَ فِي شَيْءٍ قَدْ عَفَا عَنْهُ» (٥٥)

٤- عَنْ معاذ بن جبل رضي الله عنه: قال رسول الله ﷺ: إن شئتم أنبأتكم ما أول ما يقول الله عز وجل للمؤمنين يوم القيامة، وما أول ما يقولون له إن الله عز وجل يقول للمؤمنين: هل أحببتم لقائي؟ فيقولون: نعم يا رب! فيقول: لم؟ فيقولون: رجونا عفوك ومغفرتك، فيقول عز وجل: قد وجبت لكم مغفرتي(٥٦)

الجانب الرابع: الاحتساب وتوقع الثواب من الأمور المطلوبة في الأعمال

هناك أمور كثيرة مطلوبة في أعمال الطاعة من حسن النية وكون العمل موافقا لسنة النبي ﷺ، من هذه الأمور المطلوبة هو الاحتساب أي أن يعمل المؤمن عمل الخير وهو يتوقع ثوابه من ربه عزوجل، وهذا يزيد العملَ خشوعا وإحسانا، من النصوص الدالة على ذلك:

١- قال الله تعالى: ﴿وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَتَثْبِيتًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَآتَتْ أُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَإِنْ لَمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾(٥٧)،قال الإمام ابن جرير الطبري رحمه الله تعالى: "إنما عنى الله جل وعز بذلك: أن أنفسهم كانت موقنة مصدقة بوعد الله إياها فيما أنفقت في طاعته بغير منّ ولا أذى، فثبّتَتْهم في إنفاق أموالهم ابتغاء مرضاة الله، وصححت عزمهم وآراءهم، يقينًا منها بذلك، وتصديقًا بوعد الله إياها ما وعدها، ولذلك قال من قال من أهل التأويل في قوله:(وتثبيتًا)، وتصديقًا - ومن قال منهم: ويقينًا - لأن تثبيت أنفس المنفقين أموالَهم ابتغاء مرضاة الله إياهم، إنما كان عن يقين منها وتصديق بوعد الله"(٥٨)

٢- عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: "من يقم ليلة القدر إيمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه(٥٩)

٣- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال: "من اتّبع جنازة مسلم إيمانا واحتسابا وكان معه حتي يصلى عليها ويفرغ من دفنها فإنه يرجع من الأجر بقيراطين، كل قيراط مثل أحد، ومن صلى عليها ثم رجع قبل أن تدفن فإنه يرجع بقيراط"(٦٠)

٤- عن عبدالرحمن بن عوف رضي الله تعالى عنه عن رسول الله ﷺ قال: "إن الله عز وجل فرض صيام رمضان، وسننت قيامه، فمن صامه وقامه احتسابا خرج من الذنوب كيوم ولدته أم(٦١)

٥- عن أسماء بنت يزيد أن رسول الله ﷺ قال: "الخيل في نواصيها الخير معقود أبدا إلى يوم القيامة، فمن ربطها عدة في سبيل الله، وأنفق عليها احتسابا في سبيل الله، فإن شبعها وجوعها وريها وظمأها وأرواثها وأبوالها فلاح في موازينه يوم القيامة، ومن ربطها رياء وسمعة وفرحا ومرحا، فإن شبعها وجوعها وريها وظمأها وأرواثها وأبوالها خسران في موازينه يوم القيامة(٦٢)

٦- عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال: "انتدب الله لمن خرج في سبيله لا يخرجه إلا إيمان بي وتصديق برسلي، أن أرجعه بما نال من أجر أو غنيمة أوأدخله الجنة، ولولا أن أشق على أمتي ما قعدت خلف سرية، ولوددت أني أقتل في سبيل الله ثم أحيا ثم أقتل ثم أحيا ثم أقتل(٦٣)

الجانب الخامس: الرجاء يؤدي إلى طيب النفس والبشاشة

الرجاء يبعث المؤمن على أن يؤدي عمله فرحا مستبشرا، ومثل هذا الفرح والبشاشة مطلوبان، قال الله تعالى: ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ﴾(٦٤)، وقال تعالى:﴿إِنَّمَا النَّجْوَى مِنَ الشَّيْطَانِ لِيَحْزُنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيْسَ بِضَارِّهِمْ شَيْئًا إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾(٦٥)، فإذا كان الشيطان يريد حزن المؤمنين فإن معناه أن الرحمن يريد فرحهم وسرورهم، ولا يخفى أن طيب النفس في إنما يحصل إذا كان المؤمن يرجو الله في عمله، ومن النصوص الدالة على أن طيب النفس في العمل مطلوب، منها:

١. عن أبي موسى الأشعري رضي الله تعالى عنه قال: قال النبي ﷺ: "الخازن الأمين الذي يؤدي ما أمر به طيبة نفسه أحد المتصدقين"(٦٦)

٢. عن أبي الدرداء رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله ﷺ: "خمس من

جاء بهن مع إيمان دخل الجنة، من حافظ على الصلوات الخمس على وضوئهن وركوعهن وسجودهن ومواقيتهن، وصام رمضان، وحج البيت إن استطاع إليه سبيلا، وأعطى الزكاة طيبة بها نفسه، وأدى الأمانة، قالوا يا أبا الدرداء! وما أداء الأمانة؟ قال الغسل من الجنابة"(٦٧).

٣. عن عبدالله بن معاوية الغاضري من غاضرة قيس قال: قال النبي ﷺ: "ثلاث من فعلهن فقد طعم طعم الإيمان، من عبد الله وحده وأنه لا إله إلا الله، وأعطى زكاة ماله طيبة بها نفسه رافدة عليه كل عام، ولا يعطي الهرمة ولا الدرنة ولا المريضة ولا الشرط اللئيمة ولكن من وسط أموالكم، فإن الله لم يسألكم خيره ولم يأمركم بشره"(٦٨).

الجانب السادس: إن الإسلام نهى عن التشاؤم و استحسن التفاؤل

إن الله سبحانه وتعالى يحب أن يعيش عباده المؤمنين حياة سعيدة لا حزن فيها ولا كدورة النفس، نهى النبي ﷺ عن الطيرة، وكان يحب الفأل، ومن الدليل على أن طيب النفس وارتياح القلب أمر مطلوب، وهناك أحاديث كثيرة تدل على جواز الفأل الحسن والنهي عن الطيرة والتشاؤم، نذكر منها الحديثين الشريفين فقط على سبيل المثال: منها:

١. عن معاذ بن عبد الله بن خبيب عن أبيه عن عمه قال كنا في مجلس، فجاء النبي ﷺ وعلى رأسه أثر ماء، فقال له بعضنا نراك اليوم طيب النفس، فقال: أجل والحمد لله، ثم أفاض القوم في ذكر الغنى، فقال لا بأس بالغنى لمن اتقى والصحة لمن اتقى خير من الغنى، وطيب النفس من النعيم(٦٩)

قال الملا علي القارئ رحمه الله تعالى في المرقاة في شرح الحديث المذكور:

"فقلنا يا رسول الله! نراك طيب النفس، أي ظاهر البشر والسرور ومنشرح الخاطر على ما يتلألأ منك من النور........، وطيب النفس أي انشراح الصدر، المقتضي للشكر والصبر، المستوي عنده الغنى والفقر من النعيم، أي من جملة النعيم

الذي يعبر عنه بجنة نعيم، على ما قاله بعض العارفين في قوله تعالى ﴿ولمن خاف مقام ربه جنتان﴾(٧٠)، الرحمان جنة في الدنيا وجنة في العقبى، وقيل من النعيم المسؤول عنه المذكور، في قوله تعالى ﴿ثم لتسألن يومئذ عن النعيم﴾(٧١)، وهو لا ينافي ما ذكرناه فإنه الفرد الأكمل من جنس النعيم الذي لا ينبغي أن يقال لغيره بالنسبة إليه إنه النعيم، فإن ما عداه قد يعد كونه من الماء الحميم أو من عذاب الجحيم"(٧٢)

١. عن أبي هريرة قال سمعت رسول الله ﷺ يقول: "لا طيرة وخيرها الفأل، قالوا وما الفأل؟ قال الكلمة الصالحة يسمعها أحدكم"(٧٣)،

قال الشيخ سليمان بن عبد الله بن محمد بن عبد الوهاب رحمه الله تعالى:

"قوله قالوا وما الفأل؟ قال الكلمة الطيبة، بين لهم ﷺ أن الفأل يعجبه، فدل أنه ليس من الطيرة المنهي عنها، قال ابن القيم ليس في الإعجاب بالفأل، ومحبته شيء من الشرك بل ذلك إبانة عن مقتضى الطبيعة، ومن حب الفطرة الانسانية التي تميل إلى ما يوافقها ويلائمها، كما أخبرهم أنه حبب اليه من الدنيا النساء والطيب، وكان يحب الحلوى والعسل ويحب حسن الصوت بالقرآن والأذان ويستمع اليه، ويحب معالى الاخلاق ومكارم الشيم، وبالجملة يحب كل كمال وخير وما يفضي اليهما، والله سبحانه وتعالى قد جعل في غرائز الناس الإعجاب بسماع الاسم الحسن ومحبته وميل نفوسهم اليه، وكذلك جعل فيها الارتياح والاستبشار والسرور باسم الفلاح والسلام والنجاح والتهنئة والبشرى والفوز والظفر ونحو ذلك، فإذا قرعت هذه الاسماء الأسماع استبشرت بها النفس وانشرح لها الصدر وقوي بها القلب، وإذا سمعت اضدادها أوجب لها ضد هذه الحال فأحزنها ذلك وأثار لها خوفا وطيرة

وانكماشا وانقباضا عما قصدت له وعزمت عليه فأورث لها ضررا في الدنيا ونقصا في الايمان ومقارفة للشرك، وقال الحليمي وإنما كان صلى الله عليه وآله وسلم يعجبه الفأل، لأن التشاؤم سوء ظن بالله تعالى بغير سبب محقق، والتفاؤل حسن ظن به والمؤمن مأمور بحسن الظن بالله تعالى على كل حال"(٧٤)

الهوامش والإحالات

١) سورة الأعراف، جزء من الآية برقم (١٥٦).

٢) جامع البيان في تأويل القرآن للإمام ابن جرير الطبري، (١٥٦/١٣).

٣) المرجع السابق.

٤) تفسير القرآن العظيم للإمام ابن كثير، (٤٧١/٣).

٥) سورة غافر، جزء من الآية برقم (٧).

٦) أخرجه الإمام أحمد في مسنده، أول مسند الكوفيين، حديث جندب البجلي برقم (١٨٠٤٦)، وأخرجه الإمام أبوداود أيضاً في سننه برقم (٤٢٤١)،كلاهما من حديث جندب بن عبدالله البجلي رضي الله تعالى عنه.

٧) روح المعاني للإمام الآلوسي، (٧٦/٩).

٨) التحرير والتنوير للإمام ابن عاشور، (٣١١/٨).

٩) سورة الأعراف، جزء من الآية برقم (٥٧).

١٠) جامع البيان في تأويل القرآن للإمام ابن جرير الطبري، (٤٨٧/١٣).

١١) المرجع السابق.

١٢) المرجع السابق.

١٣) سورة الأعراف، الآية برقم (١٥٦).

١٤) تفسير القرآن العظيم للإمام ابن كثير، (٤٢٩/٣).

١٥) أخرجه الإمام البخاري في صحيحه، كتاب الأدب، باب جعل الله الرحمة مائة جزء برقم (٥٥٤١)،والإمام مسلم أيضاً في صحيحه، كتاب التوبة، باب سعة رحمة الله تعالى برقم (٤٩٤٢)،وأخرجه الإمام الترمذي أيضاً في جامعه، أبواب الدعوات عن رسول الله، باب خلق الله مائة رحمة برقم (٣٤٦٤)، كلهم من حديث أبي هريرة رضي الله تعالى عنه.

١٦) فتح الباري شرح صحيح البخاري للإمام ابن حجر، (١٣٣/١٧).

١٧) سورة الأحزاب، جزء من الآية برقم (٤٣).

١٨) سورة الأعراف، جزء من الآية برقم (١٥٦).

١٩) النووي شرح صحيح مسلم للإمام النووي، (١١٨/٩).

٢٠) تحفة الأحوذي شرح جامع الترمذي للشيخ عبدالرحمن المباركفوري، (٤٣٨/٨).

٢١) أخرجه الإمام البخاري في صحيحه، كتاب اللباس، باب الثياب البيض برقم (٥٣٧٩)،وأخرجه الإمام مسلم أيضاً في صحيحه، كتاب الإيمان، باب من مات لا يشرك بالله شيئاً دخل الجنة برقم (١٣٨).

٢٢) أخرجه الإمام البخاري في صحيحه، كتاب الجنائز، باب ما جاء في الجنائز ومن كان آخر كلامه لا إله إلا الله برقم (١١٦٢)،وأخرجه الإمام مسلم أيضاً في صحيحه، كتاب الإيمان، باب من مات لا يشرك بالله شيئاً دخل الجنة برقم (١٣٥).

٢٣) أخرجه الإمام مسلم في صحيحه، كتاب الإيمان، باب تحريم الكبر وبيانه برقم (١٣٢)،وأخرجه الإمام الترمذي أيضاً في جامعه، أبواب البر والصلة عن رسول الله برقم (١٩٢١)، وأخرجه الإمام أبوداود أيضاً في سننه، كتاب اللباس برقم (٣٥٦٨)،وأخرجه الإمام ابن ماجة أيضاً في سننه، كتاب الزهد برقم (٤١٦٣)،وأخرجه الإمام أحمد أيضاً في مسنده، مسند المكثرين من الصحابة برقم (٣٧١٨)،كلهم من حديث عبدالله بن مسعود رضي الله تعالى عنه.

٢٤) أخرجه الإمام البخاري في صحيحه، كتاب حديث الأنبياء، باب قوله يا أهل الكتاب لاتغلوا في دينكم برقم (٣١٨٠)،وأخرجه الإمام مسلم أيضاً في صحيحه، كتاب الإيمان، باب الدليل على أن من مات على التوحيد دخل الجنة قطعاً برقم (٤١)،كلاهما من حديث عبادة بن الصامت رضي الله تعالى عنه.

٢٥) أخرجه الإمام البخاري في صحيحه، كتاب الأدب، باب رحمة الوالد وتقبيله ومعانقته برقم (٥٥٤٠)،وأخرجه الإمام مسلم أيضاً في صحيحه، كتاب التوبة، باب في سعة رحمة الله تعالى وأنها سبقت غضبه، (٤٩٤٧)،كلاهما من حديث عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه.

٢٦) فتح الباري شرح صحيح البخاري للإمام ابن حجر، (٤٣١/١٠).

٢٧) أخرجه الإمام البخاري في صحيحه، كتاب بدء الخلق، باب ما جاء في قول الله تعالى وهو الذي يبدء الخلق برقم (٢٩٥٥)،وأخرجه الإمام مسلم أيضاً في صحيحه، كتاب التوبة، باب في سعة رحمة الله تعالى وأنها سبقت غضبه برقم (٤٩٣٩)،وأخرجه الإمام الترمذي أيضاً في جامعه برقم (٣٤٦٦)،وأخرجه الإمام ابن ماجة أيضاً في سننه برقم (٤٢٨٥)،وأخرجه الإمام أحمد أيضاً في مسنده برقم (٨٣٤٦)،كلهم من حديث أبي هريرة رضي الله تعالى عنه.

٢٨) سورة المجادلة، جزء من الآية برقم (٢١).

٢٩) سورة طه، جزء من الآية برقم (٥٢).

٣٠) أصول الإيمان للشيخ محمد بن عبد الوهاب، (١/٥٣)، تحقيق باسم فيصل الجوابرة، ط ١ / ١٤٢٩هـ، دار الراية، الرياض، المملكة العربية السعودية.

٣١) النووي شرح صحيح مسلم للإمام النووي، (٩/١١٥).

٣٢) تحفة الأحوذي شرح جامع الترمذي للشيخ المباركفوري، (٩/٥٢٨).

٣٣) أخرجه الإمام مسلم في صحيحه، كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب الأمر بحسن الظن بالله عندالموت برقم (٥١٢٤ و ٥١٢٥)،وأخرجه الإمام أبو داود أيضاً في سننه برقم (٢٧٠٦)،وأخرجه الإمام أحمد أيضاً في مسنده برقم (١٤٦٦٤)،كلهم من حديث جابر بن عبدالله الأنصاري رضي الله تعالى عنه.

٣٤) النووي شرح صحيح مسلم للإمام النووي، (٩/٢٥٦).

٣٥) أخرجه الإمام أبو داود في سننه، كتاب الأدب، باب في حسن الظن بالله برقم (٤٣٤١)،وأخرجه الإمام الترمذي أيضاً في جامعه، أبواب الدعوات عن رسول الله برقم (٣٥٣٣)،وأخرجه الإمام أحمد أيضاً في مسنده، كتاب باقي مسند المكثرين، مسند أبي هريرة برقم (٧٦١٥)، كلهم من حديث أبي هريرة رضي الله تعالى عنه.

٣٦) عون المعبود شرح سنن أبي داود للشيخ شمس الحق العظيم آبادي، (١٣/٢٣٠).

٣٧) أخرجه الإمام أحمد في مسنده، كتاب مسند المكيين، باب حديث واثلة بن الأسقع من الشاميين برقم (١٥٤٤٢)،وأخرجه الإمام الدارمي أيضاً في سننه، كتاب الرقاق، باب في حسن الظن بالله برقم (٢٦١٥).

٣٨) أخرجه الإمام أحمد في مسنده، مسند المكيين، حديث واثلة بن الأسقع برقم (١٥٤٤٢).

٣٩) أخرجه الإمام أحمد في مسنده، باقي مسند المكثرين، باقي المسند السابق برقم (٨٧١٥).

٤٠) فتح الباري شرح صحيح البخاري للإمام ابن حجر، (١٣/٣٨٥).

٤١) سورة النجم، جزء من الآية برقم (٣٢).

٤٢) أخرجه الإمام الترمذي في جامعه، باب ومن سورة النجم برقم (٣٢٨٤)،

٤٣) تفسير القرآن العظيم للإمام الحافظ ابن كثير، (٧/٤٦١).

٤٤) سورة الزمر، الآية برقم (٥٣).

٤٥) تفسير القرآن العظيم للإمام الحافظ ابن كثير، (١٠٦/٧).

٤٦) سورة الفرقان، جزء من الآية برقم (٦٨).

٤٧) أخرجه الإمام البخاري في صحيحه، كتاب تفسير القرآن، باب قوله تعالى يا عبادي الذين أسرفوا على أنفسهم لا تقنطوا برقم (٤٤٣٦)،وأخرجه الإمام مسلم أيضاً في صحيحه، كتاب الإيمان، باب كون الإسلام يهدم ما قبله وكذا الحج والهجرة برقم (١٧٤)،كلاهما من حديث عبدالله بن عباس رضي الله تعالى عنهما.

٤٨) روح المعاني للإمام الآلوسي، (١٤/٢٤).

٤٩) أخرجه الإمام أحمد في مسنده، باقي مسند الأنصار ومن حديث ثوبان برقم (٢١٣٢٨).

٥٠) حسن الظن بالله للإمام ابن أبي الدنيا، (٦١/١).

٥١) حسن الظن بالله للإمام ابن أبي الدنيا، (٧٩/١).

٥٢) إحياء علوم الدين للإمام الغزالي، (٢٤٦/٣).

٥٣) أخرجه الإمام الترمذي في جامعه، أبواب الدعوات، باب في فضل التوبة والاستغفار وما ذكر من رحمة الله لعباده برقم (٣٤٦٣)، وقال هذا حديث حسن غريب.

٥٤) المعجم الكبير للطبراني، برقم (٣٠٢٢)

٥٥) أخرجه الإمام ابن ماجة أيضاً في سننه برقم (٢٦٠٤)

٥٦) حسن الظن بالله للإمام ابن أبي الدنيا، (٢٣/١).

٥٧) سورة البقرة، الآية برقم (٢٦٥).

٥٨) جامع البيان في تأويل القرآن للإمام ابن جرير الطبري، (٥٣١/٥).

٥٩) أخرجه الإمام البخاري في صحيحه، كتاب الإيمان، باب قيام ليلة القدر من الإيمان برقم (٣٤)،وأخرجه الإمام مسلم أيضاً في صحيحه، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب الترغيب في قيام رمضان وهو التراويح برقم (١٢٦٩)،كلاهما من حديث أبي هريرة رضي الله تعالى عنه.

٦٠) أخرجه الإمام البخاري في صحيحه، كتاب الإيمان، باب اتباع الجنائز من الإيمان برقم (٤٥)،وأخرجه الإمام مسلم أيضاً في صحيحه، كتاب الجنائز، باب فضل الصلاة على الجنازة واتباعها برقم (١٥٧١)،كلاهما من حديث أبي هريرة رضي الله تعالى عنه.

٦١) أخرجه الإمام النسائي في سننه، كتاب الصيام، باب ذكر اختلاف يحيى بن أبي كثيروالنضر بن شيبان برقم (٢١٨٠)،وأخرجه الإمام ابن ماجة أيضاً في سننه، كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء في قيام شهر رمضان برقم (١٣١٨)،وأخرجه الإمام أحمد أيضاً في مسنده، مسند العشرة المبشرة بالجنة، من حديث عبدالرحمن بن عوف برقم (١٥٧٢)،كلهم من حديث عبدالرحمن بن عوف رضي الله تعالى عنه.

٦٢) أخرجه الإمام أحمد في مسنده، مسند القبائل، من حديث أسماء ابنة يزيد برقم (٢٦٢٩٣).

٦٣) أخرجه الإمام البخاري في صحيحه، كتاب الإيمان، باب الجهاد من الإيمان برقم (٢٥)، وكتاب الجهاد والسير، باب تمنى الشهادة برقم (٢٥٨٨)، وكتاب التمنى، باب ما جاء في التمنى ومن تمنى الشهادة برقم (٦٦٨٥ و ٦٦٨٦).

٦٤) سورة يونس، الآية برقم (٥٨).

٦٥) سورة المجادلة، الآية برقم (١٠).

٦٦) أخرجه الإمام البخاري في صحيحه، كتاب الإجارة، باب استئجار الرجل الصالح برقم (٢١٠٠)، وكتاب الزكاة، باب أجر الخادم إذا تصدق بأمر صاحبه غير مفسد برقم (١٣٤٨)، كتاب الوكالة، باب وكالة الأمين في الخزانة ونحوها برقم (٢١٥١)،وأخرجه الإمام مسلم أيضاً في صحيحه، كتاب الزكاة، باب أجر الخازن الأمين إذا تصدقت من بيت برقم (١٦٩٩)،كلاهما من حديث أبي موسى الأشعري رضي الله تعالى عنه.

٦٧) أخرجه الإمام أبوداود في سننه، كتاب الصلاة، باب المحافظة على الصلوات برقم (٣٦٥).

٦٨) أخرجه الإمام أبوداود في سننه، كتاب الزكاة، باب في زكاة السائمة برقم (١٣٤٩).

٦٩) أخرجه الإمام ابن ماجه في سننه، كتاب التجارات، باب الحث على المكاسب برقم (٢١٣٢)،وأخرجه الإمام أحمد في مسنده، باقي مسند الأنصار، حديث أبي جبيرة الضحاك بن الضحاك عن عمومة له برقم (٢٢١٤٤)،كلاهما من حديث معاذ بن عبد الله بن خبيب عن أبيه عن عمه رضي الله تعالى عنه.

٧٠) سورة الرحمن، الآية برقم (٤٦).

٧١) سورة التكاثر، الآية برقم (٨).

٧٢) مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح للإمام الملا علي القارئ، (٢٠١/١٥).

٧٣) أخرجه الإمام البخاري في صحيحه، كتاب الطب، باب الطيرة برقم (٥٣١٣)، وباب الفأل برقم (٥٣١٤)،وأخرجه الإمام مسلم في صحيحه، كتاب السلام، باب الطيرة والفأل وما يكون فيه من الشؤم برقم (٤١٢٢)،كلاهما من حديث أبي هريرة رضي الله تعالى عنه.

٧٤) تيسير العزيز الحميد في شرح كتاب التوحيد للشيخ سليمان بن عبد الله بن محمد بن عبد الوهاب، (٢/٥٧).

****

حد الزاني البكر والمحصن

Sentence of Married & Unmarried Fornicator (*Zani*)

الدكتور طاهر محمود محمد يعقوب*

ABSTRACT

Islam is a complete code of life and it provides complete guidance in every field of life. Islamic law provides protection to the human wisdom, race and respect. Spiritual purity, sacred heart and environmental cleanliness, is one of the important persistence of Islamic sharia. Every act which leads us towards ignorance, contradiction, ambiguity and vulgarity is prohibiting in human societies. *Zina* has destroyed the spiritual values of individuals, families, societies and even nations. This ruthless deed is not only prohibited and sentenced in Islam, but also rather detested by other heavenly religions as well. Without discrimination of any religion, many scholars considered this hated act as the source of unrest and anarchy. Physically, ethically, medically, socially and even religiously *zina* has infinite hindrances in the society.

Islam has provided various teachings and precautions to shun from this major sin for the protection of greatness and superiority of humanity. One of the important teachings is punishment for committing this sin, which is known as "*Hadd*" in Islamic sharia. In the current book, the punishments of married and unmarried (Fornicator) *zani* have been described in the light of *Sunnah* and Quran. The important purpose of *Qisas* and *Hadd* is the correction of societies, protection of life, respect and wealth, not the humiliation of people. To punish the criminals is the source of rectification for others.

Key words: Fornicator (*Zani*), Hadd, Spiritual values, married/unmarried

* أستاذ مساعد في قسم الدراسات الإسلامية بجامعة أردو الفيدرالية للفنون والعلوم والتكنالوجيا بإسلام آباد

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين وعلى آله وأصحابه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد؛ فهذا بحث متواضع على موضوع "حد الزاني البكر والمحصن". قسمت البحث إلى مقدمة وثلاثة فصول، و خاتمة.

فالفصل الأول: في تعريف الزنا وحرمته

والفصل الثاني: في ذكر الأحاديث وتخريجها في الموضوع.

الفصل الثالث: في الأحكام الثابتة من هذه الأحاديث واختلاف أقوال العلماء فيها.

ثم **الخاتمة:** بينت فيها النتائج المهمة التي توصلت إليها من خلال دراسة هذا الموضوع.

الفصل الأول

في تعريف الزنا وحرمته

قال اللحياني: الزنى (مقصور) لغة أهل الحجاز، والزناء (ممدود) لغة بني تميم[1].ومعناه في اللسان والشرع واحد.

تعريف الزنا شرعا:

قد اختلف أقوال العلماء، وتعددت تعبيراتهم، وتنوعت آراؤهم في حد الزنا شرعا.

التعريف عند الحنفية:

ذكر الحنفية تعريفا مطولا بين ضوابط الزنا الموجب للحد فقالوا: "هو الوطء الحرام في قبل المرأة الحية المشتهاة في حالة الاختيار في دار العدل، ممن التزم أحكام الإسلام الخالي عن حقيقة الملك، وحقيقة النكاح، وعن شبهة الملك، وعن شبهة النكاح، وعن شبهة الاشتباه في موضوع الاشتباه في الملك والنكاح جميعا"[2].

عند الشافعية:

"وهو أن يأتي رجل وامرأة بفعل الجماع بغير أن تكون بينهما علاقة الزوجية المشروعة"(٣).

عند الحنابلة:

"وهو فعل الفاحشة في قبل أو دبر، وهو من الكبائر العظام"(٤).

عند المالكية:

"وهو كل وطء وقع على غير نكاح صحيح ولا شبهة نكاح ولا ملك يمين"(٥).

وقال ابن رشد: وهذا متفق عليه بالجلمة من علماء المسلمين.

وقال الشيخ السيد السابق رحمه الله تعالى في تعريف الزنا الموجب للحد:

"ويتحقق الزنا الموجب للحد بتغييب الحشفة(٦) ، أو قدره من مقطوعها في فرج محرم(٧) ، مشتهى بالطبع(٨) ، من غير شبهة النكاح(٩)، ولو لم يكن معه إنزال"(١٠) .

الأدلة على تحريم الزنا

اتفقت الأديان السماوية الثلاثة، اليهودية والنصرانية والإسلام على تحريم الزنا وكونه فعل الشناعة والقبح عقلا وشرعا. سأذكر بعض نماذج من هذه النصوص الدالة على تحريم الزنا.

تحريم اليهودية للزنا:

جاء في كتاب اليهودية "المقدس" -عند زعمهم-: "وأي رجل زنى بامرأة قريبة فليقتل الزاني والزانية وإن ضاجع أحد زوجة أبيه فقد كشف سوء أبيه فليقتلا كلاهما، دمهما عليهما"(١١) .

تحريم النصرانية للزنا:

يعد الزنا من الكبائر في الديانة النصرانية وقد تكرر النهي عنه في الإنجيل

في كثير من الآيات. فقد جاء النهي عن الزنا ضمن الوصايا العشر في آية نصها: "لقد عرفت الوصايا، لا تقتل، ولا تزن، لا تسرق، ولا تشهد بالزور..." (١٢).

الزنا قبح عقلا:

من المقرر في الإسلام أن الزنا قبح عقلا، قال تعالى:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا﴾(١٣). الفاحشة: أي قبيحة زائدة على القبح(١٤).

فوصف الله الزنا بأنه فاحشة من دون تخصيص قبل ورود النهي أو بعده.

قال الإمام أبو بكر الجصاص في تفسير الآية: "وفيه دليل على أن الزنا قبيح في العقل قبل ورود السمع لأن الله سماه فاحشة ولم يخصص به حالة قبل ورود السمع أو بعده" (١٥).

تحريم الإسلام للزنا:

قد حرم الله تعالى بعض المنكرات بالتدريج كحرمة الخمر نزلت على ثلاث مراحل، أما الزنا فقد حرمه الله من أول الأمر، وهذا يدل على شناعة الزنا وعظم جريمته في نظر الإسلام

قال تعالى: ﴿وَاللَّاتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِن نِّسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنكُمْ ۖ فَإِن شَهِدُوا فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّىٰ يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا وَاللَّذَانِ يَأْتِيَانِهَا مِنكُمْ فَآذُوهُمَا ۖ فَإِن تَابَا وَأَصْلَحَا فَأَعْرِضُوا عَنْهُمَا ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيمًا﴾ (١٦)

الفاحشة: المراد بها: الزنا(١٧).

قال الإمام أبوبكر الجصاص في تفسير الآية الأولى: "لم يختلف السلف في أن ذلك كان حد الزانية في بدء الإسلام" ثم يقول: "وعن ابن عباس في هذه الآية وفي قوله تعالى: ﴿ وَاللَّذَانِ يَأْتِيَانِهَا مِنكُمْ فَآذُوهُمَا ﴾ قال: كانت المرأة إذا زنت حبست في البيت حتى تموت، وكان الرجل إذا زنى أوذي بالتعيير وبالضرب

وبالنعال" (١٨)

وقال الإمام أبوبكر ابن العربي: "إن الجلد بالآية والرجم بالحديث نسخ هذا الإيذاء في الرجال..." (١٩).

الزنا من أكبر الكبائر: يعتبر الإسلام الزنا من أكبر الكبائر فجاء ترتيبه بعد الإشراك بالله وقتل النفس بغير الحق في قوله تعالى: ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ﴾ (٢٠)

قال الإمام القرطبي في تفسير هذه الآية: "ودلت هذه الآية على أنه ليس بعد الكفر أعظم من قتل بغير الحق ثم الزنا" (٢١).

وعن النبيﷺ أنه إذا سأله عبدالله بن مسعود أَيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ؟ قَالَ: «أَنْ تَجْعَلَ لِلَّهِ نِدًّا، وَهُوَ خَلَقَكَ»، قُلْتُ: إِنَّ ذَلِكَ لَعَظِيمٌ، قُلْتُ: ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ: «ثُمَّ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ تَخَافُ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ»، قُلْتُ: ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ: «ثُمَّ أَنْ تُزَانِيَ بِحَلِيلَةِ جَارِكَ (٢٢).

وجاء في الحديث المرفوع أن النبي ﷺ قال: "إذا زنى الرجل خرج منه الإيمان" (٢٣).

وحذّر النبي ﷺ من شناعة هذه الجريمة ونقمته قائلا: "إذا ظهر الزنا في قرية فقد أحلوا بأنفسهم عذاب الله" (٢٤).

الفصل الثاني: في ما جاء في رجم الزاني المحصن وجلد البكر وتغريبه

ذكر الأحاديث في الباب وتخريجها:

الحديث الأول:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ، وَشِبْلٍ قَالُوا: كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: أَنْشُدُكَ اللَّهَ، إِلَّا قَضَيْتَ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللَّهِ، فَقَالَ خَصْمُهُ وَكَانَ أَفْقَهَ مِنْهُ: اقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللَّهِ، وَأْذَنْ لِي حَتَّى أَقُولَ، قَالَ: «قُلْ» . قَالَ: إِنَّ ابْنِي كَانَ عَسِيفًا عَلَى هَذَا، وَإِنَّهُ زَنَى بِامْرَأَتِهِ، فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ

وَخَادِمٍ، فَسَأَلْتُ رِجَالًا مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، فَأُخْبِرْتُ أَنَّ عَلَى ابْنِي جَلْدَ مِائَةٍ وَتَغْرِيبَ عَامٍ، وَأَنَّ عَلَى امْرَأَةِ هَذَا الرَّجْمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللَّهِ، الْمِائَةُ الشَّاةُ وَالْخَادِمُ رَدٌّ عَلَيْكَ، وَعَلَى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ، وَاغْدُ يَا أُنَيْسُ، عَلَى امْرَأَةِ هَذَا، فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا (٢٥) .

شرح الحديث:

١- (أنشدك الله إلا قضيت لي بكتاب الله) معنى أنشدك وأسألك رافعا صوتي، وقوله: بكتاب الله أي بما تضمنه كتاب الله.

٢- (وهو أفقه منه) قال العلماء: يجوز أنه أراد أنه بالإضافة أكثر فقها منه، ويحتمل أن المراد أفقه منه في القضية لوصفه إياها على وجهها. ويحتمل أنه لأدبه واستئذانه في الكلام. وحذره من الوقوع في النهي في قوله تعالى ﴿لا تقدموا بين يدي الله ورسوله﴾ بخلاف خطاب الأول في قوله: أنشدك الله، فإنه من جفاء الأعراب.

٣- (عسيفا) العسيف هو الأجير، وجمعه عسفاء كأجير وأجراء أو فقيه وفقهاء.

٤- (على هذا) يشير إلى خصمه وهو زوج مزنية ابنه. وكان الرجل استخدمه فيما تحتاج إليه امرأته من الأمور فكان ذلك سببا لما وقع له معها.

٥- (فافتديت) أي أنقذت ابني منه بفداء مائة شاة ووليدة، أي جارية، وكأنه زعم أن الرجم حق لزوج المزنى بها، فأعطاه ما أعطاه.

٦- (الوليدة والغنم رد) أي مردودة. ومعناه يجب ردها إليك. وفي هذا أن الصلح الفاسد يرد. وأن أخذ المال فيه باطل يجب رده. وأن الحدود لا تقبل الفداء.

٧- (واغد يا أنيس) قال الإمام النووي رحمه الله تعالى: "واعلم أن بعث أنيس محمول عند العلماء من أصحابنا وغيرهم على إعلام المرأة بأن هذا الرجل قذفها بابنه، فيعرفها بأن لها عند حد القذف تتطالب به أو تعفو عنه إلا أن تعترف بالزنا فلا يجب عليه حد القذف بل يجب عليها حد الزنا، وهو الرجم لأنها كانت محصنة. فذهب إليها أنيس، فاعترفت بالزنا، فأمر النبي ﷺ برجمها، فرجمت. ولابد

من هذا التأويل لأن ظاهره أنه بعث لإقامة حد الزنا، وهذا غير مراد، لأن حد الزنا لا يحتاط له بالتجسس والتفتيش عنه، بل لو أقر به الزاني، استحب أن يلقن الرجوع(٢٦) .

دلالة الحديث:

و في الحديث دليل على وجوب الحد على الزاني غير المحصن مائة جلدة وعليه دل القرآن وأنه يجب عليه تغريب عام وهو زيادة على ما دل عليه القرآن. ودليل على أنه يجب الرجم على الزاني المحصن، وعلى أنه يكفي في الاعتراف بالزنا مرة واحدة كغيره من سائر الأحكام(٢٧) .

الحديث الثاني:

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «خُذُوا عَنِّي، خُذُوا عَنِّي، قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا. الْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ سَنَةٍ، وَالثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ وَالرَّجْمُ (٢٨)

شرح الحديث:

١- (قد جعل الله لهن سبيلا) إشارة إلى قوله تعالى: {فامسكوهن في البيوت حتى يتوفاهن الموت أو يجعل الله لهن سبيلا} فبين النبي ﷺ أن هذا هو ذلك السبيل، واختلف العلماء في هذه الآية. فقيل هي محكمة وهذا الحديث مفسر لها. وقيل: منسوخة بالآية التي في أول سورة النور. وقيل: إن آية النور في البكرين وهذه الآية في الثيبين(٢٩) .

2- (البكر بالبكر... والثيب بالثيب) ليس هو على سبيل الاشتراط، بل حد البكر هو الجلد والتغريب سواء زنى ببكر أو ثيب. وحد الثيب الرجم سواء زنى بثيب أم ببكر. فهو شبه بالتقييد الذي يخرج على الغالب(٣٠) .

دلالة الحديث:

وفي الحديث دليل على وجوب الحد على الزاني البكر بمائة جلدة ونفي

سنة وعلى الثيب الزاني بمائة جلدة والرجم.

الحديث الثالث:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ: أَتَى رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ رَسُولَ اللهِ ﷺ، وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ، فَنَادَاهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي زَنَيْتُ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، فَتَنَحَّى تِلْقَاءَ وَجْهِهِ، فَقَالَ لَهُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي زَنَيْتُ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، حَتَّى ثَنَّى ذَلِكَ عَلَيْهِ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ، فَلَمَّا شَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ دَعَاهُ رَسُولُ اللهِﷺ، فَقَالَ: " أَبِكَ جُنُونٌ؟ " قَالَ: لَا، قَالَ: " فَهَلْ أَحْصَنْتَ؟ " قَالَ: نَعَمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ " اذْهَبُوا فَارْجُمُوهُ(٣١) .

شرح الحديث:

١- (فتنحى تلقاء وجهه) أي تحول الرجل من الجانب الذي أعرض عنه النبي صلى الله عليه وسلم إلى الجانب الآخر.

2- (حتى ثنى ذلك عليه أربع مرات) هو بتخفيف النون أي كرره أربع مرات(٣٢) .

دلالة الحديث: الحديث يشتمل على مسائل:

الأولى: أنه وقع منه إقرار أربع مرات، فاختلف العلماء هل يشترط تكرار الإقرار الزنا، أربعا أم لا. وليس هذا الموضع لبسط هذا الكلام.

الثانية: دلت ألفاظ الحديث على أنه يجب على الإمام الاستفصال عن الأمور التي يجب معها الحد(٣٣) .

الثالثة: الحديث يدل على الرجم للزاني المحصن.

الحديث الرابع:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ، يَقُولُ: «إِذَا زَنَتْ أَمَةُ أَحَدِكُمْ، فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا، فَلْيَجْلِدْهَا الحَدَّ، وَلاَ يُثَرِّبْ عَلَيْهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ

فَلْيَجْلِدْهَا الحَدَّ، وَلاَ يُثَرِّبْ، ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ، فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعَرٍ [٣٤].

شرح الحديث:

١- (فليجدها الحد) أي الحد اللائق بها، المبين في الآية، وهي قوله تعالى {فإذا أتين بفاحشة فعليهن نصف ما على المحصنات من العذاب}.

٢- (ولا يثرب عليها) التثريب التوبيخ واللوم على الذنب[٣٥].

دلالة الحديث:

استدل بهذا الحديث القائلون بعدم وجوب التغريب مع الجلد على الزاني البكر لعدم ذكره في الحديث. وفي الحديث مسائل أخرى ويمنعنا عن التطرق إليها عدم علاقتها بموضوعنا في هذا البحث.

الحكم على الأحاديث:

الأحاديث كلها صحيحة ثابتة قد أخرجها الشيخان أو أحدهما وأصحاب السنن الأربعة.

الفصل الثالث:في الأحكام الثابتة من هذه الأحاديث واختلاف أقوال العلماء فيها

هذه الأحاديث وردت في حد الزاني وهو إما أن يكون بكرا أو محصنا ولكل منهما حكم يخصه.

أولا– حد الزاني البكر غير المحصن:

اتفق الفقهاء على أن البكر الحر إذا زنا فإنه يجلد مائة جلدة سواء في ذلك الرجال والنساء لقول الله سبحانه وتعالى ﴿ٱلزَّانِيَةُ وَٱلزَّانِي فَٱجْلِدُوا۟ كُلَّ وَٰحِدٍ مِّنْهُمَا مِا۟ئَةَ جَلْدَةٍ﴾[٣٦].

والأحاديث تدل على ذلك أيضا.

الجمع بين الجلد والتغريب:

اختلف العلماء في النفي، فهل يجمع بين الجلد والتغريب على الزاني البكر أم لا؟

– مذهب الحنفية:

قال الحنفية: لا يضم التغريب أي النفي إلى الجلد، لأن الله تعالى جعل الجلد جميع حد الزنا، فلو أوجبنا معه التغريب، كان الجلد بعض الحد. فيكون زيادة على النص، والزيادة عليه نسخ. ولا يجوز نسخ النص بخبر الواحد. ولأن التغريب تعريض للمغرَّب على الزنا، لعدم استحيائه من معارفه وعيشرته.

فالنفي عندهم ليس بحد، وإنما هو منكول إلى رأي الإمام، إن رآي مصلحة في النفي فعل كما أن له حبسه حتى يتوب(٣٧) .

استدل الحنفية بما يلي:

١-**عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ، «أَنَّ رَجُلًا أَتَاهُ فَأَقَرَّ عِنْدَهُ أَنَّهُ زَنَى بِامْرَأَةٍ سَمَّاهَا لَهُ، فَبَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى الْمَرْأَةِ، فَسَأَلَهَا عَنْ ذَلِكَ، فَأَنْكَرَتْ أَنْ تَكُونَ زَنَتْ، فَجَلَدَهُ الْحَدَّ وَتَرَكَهَا** (٣٨) . قالوا: لو كان التغريب واجبا لما أخل به النبي ﷺ.

٢- حديث "إذا زنت أمة أحدكم فليجلدها" لكون عدم ذكر التغريب فيه، وهو ناسخ للتغريب.

– مذهب المالكية والأوزاعي:

قالوا: يجب تغريب البكر الحر الزاني، دون المرأة البكر الحرة الزانية فإنها لا تغرب لأنها عورة(٣٩) .

– مذهب الشافعية والحنابلة:

قال الشافعية والحنابلة يجمع بين الجلد والنفي أو التغريب عاما لمسافة تقصر فيها الصلاة، ولكن لا تغرب المرأة وحدها بل مع زوج أو محرم لقول النبي ﷺ

" **لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ** "(٤٠) .

وقد حكى القول بذلك صاحب البحر عن الخلفاء الأربعة وزيد بن علي والصادق وابن أبي ليلى والثوري ومالك -في الرجل دون المرأة- والشافعي وأحمد وإسحاق ويحيى وأحد قولي الناصر رحمهم الله تعالى.

وقد ادعى محمد بن نصر في كتاب الإجماع الاتفاق على نفي الزاني البكر إلا عن الكوفيين(٤١) .

استدل الجمهور بما يلي:

١- حديث عبادة بن الصامت رضي الله عنه وفيه: "البكر بالبكر جلد مائة ونفي سنة" (تقدم تخريجه) إلا أن الشق الثاني من هذا الحديث غير معمول به عند هؤلاء وغيرهم، وقالوا بوجوب الرجم على المحصن دون الجلد.

٢- قصة العسيف التي قضى النبي ﷺ فيها على الولد الأجير بجلد مائة وتغريب عام، وعلى المرأة بالرجم.

٣-وحديث أبي هريرة رضي الله عنه: "أن رسول الله ﷺ قضى فيمن زنا ولم يحض بنفي عام وإقامة الحد عليه (٤٢).

٤-واستدلوا أيضا بعمل الخلفاء الراشدين -ولم ينكره أحد- فالصديق غرب إلى فدك، والفاروق إلى الشام، وعثمان إلى مصر، وعلي إلى البصرة رضوان الله تعالى عليهم أجمعين(٤٣).

القول الراجح:

القول الراجح هو قول الجمهور -أعني القول الأخير- لوضوح النصوص الصحيحة الثابتة الدالة على إثبات تغريب عام.

الرد على الحنفية:

أما قول الحنيفة وأدلتهم فيجاب عنها بما يلي:

يجاب عن قولهم أن النفي أو التغريب لم يذكر في القرآن وهو زيادة عليه

بأن عدم ذكر التغريب في آية الجلد لا يدل على مطلق العدم، وقد جاء ذكر التغريب في الأحاديث الصحيحة باتفاق أهل العلم وهي مفسرة للقرآن، وليس بين هذا الذكر في الحديث وبين عدمه في الآية منافاة، وما أشبه هذا الاستدلال بما استدل به الخوارج على عدم ثبوت رجم المحصن فقالوا: لأنه لم يذكر في كتاب الله(٤٤) .

وما أحسن ما قال الإمام الشوكاني رحمه الله تعالى ردا عليهم: "والحاصل أن أحاديث التغريب تجاوزت حد الشهرة المعتبرة عند الحنفية فيما ورد من السنة زائدة على القرآن، فليس لهم معذرة عنها بذلك وقد عملوا بما هو دونها بمراحل كحديث نقض الوضوء بالقهقهة، وحديث جواز الوضوء بالنبيذ وهما زيادة على ما في القرآن وليست هذه الزيادة مما يخرج بها المؤيد عليه أن يكون مجزئا حتى تتجه دعوى النسخ"(٤٥) .

وأما استدلالهم بحديث سهل بن سعد عند أبي داود، وحديث "إذا زنت أمة أحدكم..." فأجاب عن ذلك الإمام الشوكاني حيث قال: "فيجاب عنه باحتمال أن يكون ذلك قبل مشروعية التغريب، غاية الأمر احتمال تقدمه وتأخره على أحاديث التغريب، والمتوجه عند ذلك المصير إلى الزيادة التي لم تقع منافية للمزيد، ولا يصلح ذلك للصرف عن الوجوب إلا على فرض تأخره ولم يعلم، وهكذا يقال في حديث: "إذا زنت أمة أحدكم..." وغاية الأمر أنا لو سلمنا تأخر حديث الأمة عن أحاديث التغريب كان معظم ما يستفاد منه أن التغريب في حق الإماء ليس بواجب ولا يلزم ثبوت مثل ذلك في حق غيرها، أو يقال: إن حديث الأمة المذكور مخصص لعموم أحاديث التغريب مطلقا على ما هو الحق من أنه يبني العام على الخاص تقدم أو تأخر أو قارن، ولكن ذلك التخصيص باعتبار عدم الوجوب في الخاص لا باعتبار عدم الثبوت مطلقا، فإن مجرد الترك لا يفيد مثل ذلك(٤٦) .

ويجاب عن قول مالك والأوزاعي أنه لا تغريب على امرأة بأن ظاهر أحاديث التغريب ثابت في الذكر والأنثى وكذلك لا فرق بين الحر والعبد.

المراد بالتغريب:

ظاهر الأحاديث المذكورة في الفصل الثاني أن التغريب هو نفي الزاني عن محله سنة، وإليه ذهب مالك والشافعي وغيرهما. والتغريب يصدق بما يطلق عليه اسم الغرابة شرعا، فلا بد من إخراج الزاني عن المحل الذي لا يصدق عليه اسم الغربة فيه، قيل وأقله مسافة قصر(٤٧) .

حد الزاني المحصن:

اتفق العلماء على أن حد الزاني المحصن هو الرجم(٤٨) ، بدليل ما ثبت بنص القرآن لحديث عمر عند الجماعة، وفي السنة المتواترة والإجماع والمعقول(٤٩).

قال الإمام الشوكاني رحمه الله تعالى:

"أما الرجم فهو مجمع عليه، وحكى في البحر عن الخوارج أنه غير واجب، وكذلك حكاه عنهم أيضا ابن العربي، وحكاه أيضا عن بعض المعتزلة كالنظام وأصحابه ولا مستند لهم إلا أنه لم يذكر في القرآن وهذا باطل، فإنه قد ثبت بالسنة المتواترة المجمع عليها"(٥٠).

استدل الفقهاء على وجوب الرجم للزاني المحصن بما يلي:

١- **عَنْ عَبْدَ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ" لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ: الثَّيِّبُ الزَّانِي، وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ وَتَارِكُ لِدِينِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ**(٥١).

٢- **قصة العسيف الذي زنى بامرأة فقال الرسول ﷺ لرجل من أسلم: "واغد يا أنيس إلى مرأة هذا فإن اعترفت فارجمها".**

٣- حديث عبادة بن الصامت رضي الله عنه عند مسلم وأبي داود والترمذي وفيه: " **الثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ وَالرَّجْمُ**".

٤- **عَنِ ابْنِ عبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِنَّ اللَّهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ، وَأَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ، فَكَانَ مِمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ آيَةُ الرَّجْمِ، فَقَرَأْنَاهَا، وَعَقَلْنَاهَا، وَوَعَيْنَاهَا، رَجَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، وَرَجَمْنَا بَعْدَهُ، وَأَخْشَى إِنْ طَالَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ أَنْ يَقُولَ قَائِلٌ: وَاللَّهِ مَا نَجِدُ آيَةَ الرَّجْمِ فِي كِتَابِ اللَّهِ، فَيَضِلُّوا بِتَرْكِ فَرِيضَةٍ أَنْزَلَهَا اللَّهُ، وَالرَّجْمُ فِي كِتَابِ اللَّهِ حَقٌّ عَلَى مَنْ زَنَى إِذَا أُحْصِنَ مِنَ الرِّجَالِ والنِّسَاء إِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ، أَوْ كَانَ الْحَبَلُ، أَوِ الاعْتِرَافُ"**(٥٢).

وهناك أحاديث أخرى تدل على وجوب حد الرجم للزاني المحصن يطول البحث بذكرها.

والمعقول يوجب مثل هذا العقاب لأن زنا المحصن غاية في القبح، فيجازى بما هو غاية من العقوبات الدنيوية(٥٣).

– الجمع بين الجلد والرجم:

إن الفقهاء إن اتفقوا على وجوب الرجم للزاني المحصن فإنهم قد اختلفوا في إضافة الجلد إليه. فذهب الإمام ابن حزم وإسحاق بن راهويه وعن التابعين الحسن البصري إلى أن المحصن يجلد مائة جلدة ثم يرجم حتى يموت، فيجمع له بين الجلد والرجم. واستدلوا بما رواه عبادة بن الصامت رضي الله عنه عن رسول الله ﷺ (٥٤):"الثيب بالثيب جلد مائة والرجم". وبما جاء عن علي رضي الله عنه: "أنه جلد شراحة يوم الخميس ورجمها يوم الجمعة ورد فيها الجمع بين الرجم والجلد.

وقال أبو حنيفة(٥٥) ومالك(٥٦) والشافعي(٥٧) رحمهم الله تعالى: "لا يجتمع الجلد والرجم وإنما الواجب الجلد خاصة".

وعن الإمام أحمد روايتان: أحدهما يجمع بينهما، وهذا أظهر الروايتين، واختارها الخرقي، والأخرى لا يجمع بينهما لمذهب الجمهور، واختارها ابن حامد(٥٨).

واستدلوا بأن النبي ﷺ رجم ماعزا والغامدية... ولم يجلد واحدا منهما، وقال ﷺ لأنيس الأسلمي: "فإن اعترفت فارجمها" ولم يأمر بالجلد وهذا آخر الأمرين، لأن أبا هريرة قد رواه –وهو متأخر في الإسلام– فيكون ناسخا لما سبق من الحدين –الجلد والرجم– ثم رجم الشيخان أبو بكر وعمر رضي الله عنهما في خلافتهما ولم يجمعا بين الجلد والرجم(٥٩) ، وقالوا إن عدم ذكر الجلد في هذه الأحاديث يدل على عدم وقوعه وعدم وقوعه يدل على عدم وجوبه.

رأي الشيخ ولي الله الدهلوي:

يرى الشيخ الدهلوي عدم التعارض، وأنه لا ناسخ ولا منسوخ، وإنما الأمر يفوض إلى الحاكم، قال: "الظاهر عندي أنه يجوز للإمام "الحاكم" أن يجمع بين الجلد والرجم، ويستحب له أن يقتصر علىالرجم لاقتصار النبي ﷺ. والحكمة في ذلك أن الرجم عقوبة تأتي على النفس، فأصل الزجر المطلوب حاصل به، والجلد زيادة عقوبة مرخص في تركها، فهذا هو وجه الاقتصار على الرجم عندي(٦٠)

– رأي الإمام الشوكاني:

إن الإمام الشوكاني رحمه الله تعالى قد رجح الرأي للفريق الأول ورد على الفريق الثاني بما يأتي:

١- إن الأحاديث الصحيحة الصريحة ورد فيها الجمع بين الجلد والرجم ولا سيما وردت هذه الأحاديث عن النبي صلى الله عليه وسلم في مقام البيان والتعليم لأحكام الشرع على العموم.

٢- أن المثبت أولى من النافي. يعني حديث الماعز والغامدية.

٣- لا يليق لعالم أن يدعي نسخ الحكم الثابت كتابا وسنة بمجرد ترك الراوي لذلك الحكم في قضية عين لا عموم لها. وقد جمع على رضي الله عنه الجلد والرجم فكيف يخفى على مثله الناسخ وعلى من بحضرته من الصحابة الأكابر؟

وأجاب عن اعتراضهم الأخير بمنع كون عدم الذكر يدل على عدم الوقوع،

لم لا يقال إن عدم الذكر لقيام أدلة الكتاب والسنة القاضية بالجلد، وأيضا عدم الذكر لا يعارض صرائح الأدلة القاضية بالإثبات، وعدم العلم ليس علما بالعدم ومن علم حجة على من لم يعلم(٦١) .

خاتمة البحث

أحمد الله تعالى على توفيقه لإكمال هذا البحث المتواضع.فالنتائج التي توصلت إليها من خلال دراسة هذا الموضوع كما يلي:

١- إن الزنا هو: "أن يأتي رجل وامرأة بفعل الجماع بغير أن تكون بينهما علاقة الزوجية المشروعة". واتفقت الأديان السماوية الثلاثة على تحريمه. وإنه من أكبر الكبائر.

٢- اتفق الفقهاء على حد الزاني البكر الحر أنه يجلد مائة جلدة، وعلى أن حد الزاني المحصن هو الرجم بأدلة صحيحة صريحة من القرآن والسنة.

٣- واختلفوا في الجمع بين الجلد والتغريب للزاني البكر وفي الجمع بين الرجم والجلد والراجح في كلتا المسألتين هو الجمع، وإن ذهب الجمهور إلى عدم الجمع بين الرجم والجلد.

الهوامش والإحالات

١) الأفريقي، ابن منظور،لسان العرب،المحيط،دار لسان العرب بيروت، ص: ٢/ ٤٣٣
٢) أبوبكر مسعود الكاساني،بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، دار الكتاب العربي بيروت، ١٣٩٤هـ ، ص: ٧/ ٣٣
٣) النووي، المجموع شرح المهذب، دار الفكر، ص: ٢٠/ ٤
٤) أحمد بن حنبل، الإقناع في فقه، شرف الدين موسى الحجاروي المقدسي، مكتبة الفارابي، ص: ٤/ ٢٥٠
٥) محمد بن رشد، بداية المجتهد، طبع: مطبعة البابي الحلبي بمصر، ص: ٢/ ٤٣٣
٦) رأس الذكر
٧) بخلاف فرج الزوجة فإنه حلال
٨) فتخرج فروج الحيوانات
٩) فالجماع الذي يحدث بسبب النكاح الذي فيه شبهة لا حد فيه
١٠) السيد السابق، فقه السنة، طبع:دار الكتاب العربي، بيروت،١٤٠٧هـ، ص:٢/ ٣٦٢
١١) الكتاب المقدس، ص: ٢/ ٣٢
١٢) المصدر السابق، ص:١٣٦/٣نقلا من كتاب"التدابير الواقية من الزنا"، ص:٣١
١٣) الإسراء: ٣١
١٤) الزمخشري، محمود بن عمرو، الكشاف، طبع: انتشارات آفتاب طهران، ص: ٢/ ٣٣٨
١٥) أبوبكر الجصاص، أحكام القرآن، طبع: دار الفكر بيروت ص: ٣/ ٣٠٠
١٦) النساء: ١٥- ١٦
١٧) القرطبي، محمد بن أحمد، أحكام القرآن، دار الكتاب العربي،القاهرة،١٣٨٧هـ ، ص:٥/ ٨٣
١٨) أحكام القرآن،للجصاص ص: ٢/ ١٠٥
١٩) أحكام القرآن،للقرطبي ص: ٤٦٥/١
٢٠) الفرقان: ٦٨
٢١) أحكام القرآن، للقرطبي، ص: ١٣/ ٧٦
٢٢) متفق عليه: البخاري، محمد بن إسماعيل البخاري، صحيح البخاري(مع الفتح)، طبع:دار المعرفة، بيروت، كتاب التوحيد، ص: ٢/ ١٠١٤، رقم الحديث: ٧٥٣٢، ومسلم، أبو الحسن مسلم بن الحجاج القشيري، صحيح مسلم، بتحقيق محمد فؤاد عبدالباقي، طبع:دار إحياء الكتب العربية، كتاب الإيمان، ص:٦٣/١ رقم الحديث: ٢٥٨

٢٣) أبو داود، سليمان بن الأشعث، سنن أبي داود، طبع:دار الحديث بيروت،١٣٩١هـ، كتاب السنة، باب الدليل على زيادة الإيمان ونقصانه.
٢٤) محمد بن عبدالله أبو عبدالله الحاكم النيسابوري، المستدرك على الصحيحين، طبع:دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، كتاب البيوع، باب أربى الربا عرض الرجل المسلم، ص:٢/٣٧.
٢٥) البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود، ص: ٥/ ٣٠١، رقم الحديث:٢٦٩٥-٢٦٩٦. ومسلم، واللفظ له، كتاب الحدود، باب من اعترف على نفسه بالزنا، ص: ٣/ ١٣٢٤، رقم الحديث:١٦٩٧.
٢٦) حاشية صحيح مسلم لفؤاد عبدالباقي، ص: ٣/ ١٣٢٥، وشرح النووي، ص: ١١/ ٢١٠
٢٧) محمد بن إسماعيل الصنعاني، سبل السلام شرح بلوغ المرام، طبع:دار الكتاب العربي، بيروت، ص: ٤/ ٨
٢٨) مسلم، كتاب الحدود، باب حد الزنا، ص: ٣/ ١٣١٦، رقم الحديث:١٦٩٠.
٢٩) محي الدين بن شرف النووي، شرح صحيح مسلم، طبع:دار الفكر، ص:٣/ ١٣١٦ ومعالم التزيل مع سنن أبي داود، ص: ٤/ ٥٦
٣٠) المصدر السابق الأول، ص: ٣/ ١٣١٦
٣١) البخاري، كتاب الطلاق، باب في الإغلاق والكره والسكران، ص: ٩/ ٣٨٩ ، رقم الحديث:٥٢٧، ومسلم، كتاب الحدود، باب من اعترف على نفسه بالزنا،ص: ٣/ ١٣١٨، رقم الحديث:١٦٩١.
٣٢) النووي، شرح صحيح مسلم، ص: ٣/ ١٣١٦
٣٣) سبل السلام، ص: ٤/ ١٣
٣٤) البخاري، كتاب الحدود، باب لا يشرب على الأمة إذا زنت، ص: ١٢/ ١٦٥، رقم الحديث:٦٨٣٩، ومسلم، كتاب الحدود، باب رجم اليهود أهل الذمة في الزنا، ص:٣/١٣٢٧ رقم الحديث: ١٧٠٣.
٣٥) نفس المصدر السابق، ص: ٣/ ١٣٢٨
٣٦) النور: ٢
٣٧) وهبه الزحيلي، الفقه الإسلامي وأدلته، طبع:دار الفكر بيروت،١٤٠٩هـ ، ص: ٦/ ٣٧
٣٨) أبو داود،كتاب الحدود، باب رجم ماعز بن مالك، ص: ٤/ ٥٨٦، رقم الحديث: ٤٤٣٧.
٣٩) مالك بن أنس، المدونة الكبرى ، طبع:دار الفكر بيروت، ص: ٤/ ٣٩٨

٤٠) البخاري، كتاب الجهاد، باب من اكتتب في حنين فخرجت امرأته حاجة وكان له عذر، ص: ٦/ ١٤٤، رقم الحديث:٣٠٠٦

٤١) الشوكاني، محمد بن على،نيل الأوطار، طبع:مطبعة مصطفى البابي بمصر، ص: ١٠١/٧، ١٠٠

٤٢) البخاري: رقم الحديث:٢٦٩٥-٢٦٩٦

٤٣) نيل الأوطار، وفقه السنة، ص: ٢/ ٣٦٤

٤٤) محمد بن عبدالكريم الشهرستاني، الملل والنحل، طبع:مطبعة مصطفى البابي بمصر١٣٩١ه، ص: ١/ ١٢١، عبدالقادر بن طاهر البغدادي، الفرق بين الفرق، طبع:دار المعرفة بيروت، ص: ٧٤

٤٥) نيل الأوطار، ص: ٧/ ١٠٠- ١٠١

٤٦) المصدر السابق

٤٧) المصدر السابق

٤٨) أصله: الرمي بالحجارة، وهي الحجارة الضخام وكل رجم في أحاديث الحد معناه: القتل (مبارك بن محمد الشهير بإبن الأثير الجزري، النهاية في غريب الحديث والأثر، طبع:المكتبة العلمية بيروت، ص: ٢/ ٢٠٥)

٤٩) محمد بن أحمد السرخسي، المبسوط، طبع:دار المعرفة، ص: ٩/ ٣٧، محمد بن عبدالواحد الشهير بابن الهمام الحنفي، فتح القدير شرح الهداية، طبع:دار الفكر بيروت، ص: ٥/ ٢٢٤

٥٠) نيل الأوطار، ص: ٧/ ١٠٢

٥١) رواه البخاري ومسلم، وروي بألفاظ أخرى عن عثمان وعائشة وأبي هريرة وجابر وعمار بن ياسر (عبدالله بن يوسف الحنفي الزيلعي، نصب الراية لأحاديث الهداية، طبع:دار الحديث القاهرة،١٣٢٩ه ، ص: ٣/ ٣١٧)

٥٢) البخاري، كتاب الحدود، باب رجم الحبلى في الزنا، ص: ١٢/ ١٤٤، رقم الحديث:٦٨٣٠،ومسلم،كتاب الحدود، باب رجم الثيب في الزنا، ص: ٣/ ١٣١٧، رقم الحديث:١٦٩١،وأبوداود، كتاب الحدود، باب في الرجم، ص: ٤/ رقم الحديث:٤٤١٨، محمد بن عيسى الترمذي، سنن الترمذي،كتاب الحدود، باب ما جاء في تحقيق الرجم، طبع:دار الكتب العلمية، بيروت،١٤٠٨ه ، ص: ٤/ ٣٨، رقم الحديث: ١٤٣٢.

٥٣) انظر الفقه الإسلامي وأدلته، ص: ٦/ ٤١

٥٤) علي بن أحمد،ابن حزم، المحلى الآثار، دار الكتاب العربية بيروت،١٤٠٨ه،ص: ١٢/ ١٧٤

٥٥) ابن الهمام،فتح القدير، ص: ٥/ ٢٢٦

٥٦) المدونة الكبرى، ص: ٤/ ٣٩٧

٥٧) المجموع، ص: ٢٠/ ١٤

٥٨) عبدالله بن أحمد، ابن قدامة، طبع: مكتبة القاهرة ، ص: ٩/ ٣٧

٥٩) فقه السنة، ص: ٢/ ٣٧٠

٦٠) الدهلوى، شاه ولي الله، حجة الله البالغة ، ص:١٥٥

٦١) نيل الأوطار، ص: ٧/ ١٠٣

المصادر والمراجع

١) **القرآن الكريم.**

٢) **أحكام القرآن**، الإمام أبوبكر الجصاص، ط دار الفكر بيروت.

٣) **أحكام القرآن**، الإمام أبوبكر محمد بن عبدالله المعروف بابن العربي، بتحقيق محمد عبدالقادر عطا، دار الكتب العلمية بيروت، ١٤٠٨هـ.

٤) **الإقناع في فقه الإمام أحمد بن حنبل**، شرف الدين موسى الحجاروي المقدسي، بتصحيح عبداللطيف محمد موسي السبكي، المطبعة المصرين بالأزهر، ط مكتبة الفارابي.

٥) **بداية الصنائع في ترتيب الشرائع**، الإمام أبوبكر مسعود الكاساني، دار الكتاب العربي بيروت، ١٣٩٤هـ

٦) **بداية المجتهد**، الإمام محمد بن رشد، مطبعة البابي الحلبي بمصر.

٧) **الجامع لأحكام القرآن**، الإمام أبو عبدالله محمد بن أحمد القرطبي، دار الكتاب العربي، القاهرة، ١٣٨٧هـ.

٨) **سنن أبي داود**، سليمان بن الأشعث، بتحقيق عزت عبيد الدعاس، دار الحديث بيروت، ١٣٩١هـ.

٩) **سنن ابن ماجه**، أبو عبدالله محمد بن يزيد القزويني، بتحقيق محمد فؤاد عبدالباقي، دار الريان للتراث.

١٠) **سنن الترمذي**، أبو عيسى محمد بن عيسى، بتحقيق كمال يوسف الحوت، دار الكتب العلمية، بيروت، ١٤٠٨هـ.

١١) **سنن النسائي**، أحمد بن عبدالرحمن أبو عبدالرحمن، بتحقيق عبدالفتاح أبو غدة، دار البشائر الإسلامية بيروت.

١٢) **سبل السلام شرح بلوغ المرام**، محمد بن إسماعيل الصنعاني، بتحقيق فؤاد أحمد زمرلي، دار الكتاب العربي، بيروت.

١٣) **شرح صحيح مسلم**، أبو زكريا محي الدين بن شرف النووي، دار الفكر

١٤) **صحيح البخاري (مع الفتح)** محمد بن إسماعيل البخاري، دار المعرفة بيروت

١٥) **صحيح مسلم**، أبو الحسن مسلم بن الحجاج القشيري، بتحقيق محمد فؤاد عبدالباقي، دار إحياء الكتب العربية.

١٦) **فقه السنة**، للسيد السابق، دار الكتاب العربي بيروت، ١٤٠٧هـ.

١٧) **الفقه الإسلامي وأدلته**، الدكتور وهبه الزحيلي، دار الفكر بيروت، ١٤٠٩هـ.

١٨) **الفرق بين الفرق**، عبدالقادر بن طاهر البغدادي، بتحقيق محمد عبدالحميد، دار المعرفة بيروت.

١٩) **فتح القدير شرح الهداية**، محمد بن عبدالواحد الشهير بابن الهمام الحنفي، دار الفكر بيروت.

٢٠) **الكشاف**، أبو قاسم محمود بن عمرو الزمخشري، طبع انتشارات آفتاب طهران.

٢١) **لسان العرب المحيط**، ابن منظور الأفريقي، دار لسان العرب بيروت.

٢٢) **المجموع شرح المهذب**، للنووي، دار الفكر.

٢٣) **المبسوط**، محمد بن أحمد السرخسي، دار المعرفة.

٢٤) **المحلى الآثار**، أبو محمد علي بن أ؛مد الشهير بابن حزم، بتحقيق الدكتور عبدالقادر سليمان البغدادي، دار الكتاب العربية بيروت، ١٤٠٨هـ.

٢٥) **مؤطا الإمام مالك بن أنس**، مطبعة الحلبي وأولاده بمصر ١٣٤٩هـ.

٢٦) **المدونة الكبرى**، مالك بن أنس، دار الفكر بيروت.

٢٧) **الملل والنحل**، محمد بن عبدالكريم الشهرستاني، بتحقيق محمد سعيد كيلاني، مطبعة مصطفى البابي بمصر ١٣٩١هـ.

٢٨) **المغني**، أبو محمد عبدالله بن أحمد الشهير بابن قدامة، بتحقيق محمد عبدالوهاب، مكتبة القاهرة.

٢٩) **نصب الراية لأحاديث الهداية**، أبو محمد عبدالله بن يوسف الحنفي الزيلعي، دار الحديث القاهرة، ١٣٢٩هـ.

٣٠) **النهاية في غريب الحديث والأثر**، أبو السعادات المبارك بن محمد الشهير بابن الأثير الجزري، بتحقيق طاهر أحمد الزاوي، المكتبة العلمية بيروت.

٣١) **نيل الأوطار** محمد بن علي الشوكاني، مطبعة مصطفى البابي بمصر.

****

Interpretation of the Prophetic way of Preaching

Dr. Syed Naeem Badshahi*

Dr. A G Bukhari **

ABSTRACT

Calling to the path of Allah has never been an easy task. It was in fact direct opposition of the prominent personalities of that time. The holy Prophet ﷺ conducted preaching (*Daa'wah*) in such a way that it is not monotonous for the listeners. The Prophet ﷺ did not make them sit for long and hear lengthy speeches. Preaching (*Daa'wah*) in today's world is not as successful and effective mainly because it is not carried out the way as prescribed and practiced by the holy Prophet ﷺ.

It is pertinent to mention here that way of preaching adopted by Prophet Muhammad ﷺ was the same as it had been the method of all Prophets before Him ﷺ. However, it can truly be said that Prophet Muhammad ﷺ developed these qualities to the extreme heights.

In this article, prophetic approach of preaching was discussed in a way that may guide the preachers of modern times in efficient as well effective way. These virtues were discussed as different traits in the personality of a preacher.

Keywords: Preaching (*Daa'wah)*, Traits of a preacher, Virtues, Prophetic Approach, Interpretation

* Assistant Professor, Islamia College University, Peshawar

** Assistant Professor NUML, Islamabad

The holy Prophet ﷺ conducted Daa'wah in such a way that it is not monotonous for listeners. It was not repulsive for others despite the fact that the lot sitting in front of him used to be those people who would willingly sacrifice, even their lives for the Prophet ﷺ not to mention the investment of time for Daa'wah. But the Prophet (SAW) kept their basic needs in mind and did not make them sit for long and hear lengthy speeches. As stated in Sahih Bukhari by Abdullah Ibn Masood

((كَانَ النَّبِيُّ يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ فِي الأَيَّامِ، كَرَاهَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا))[1]

The prophet ﷺ used to fix certain days for advice to us, so that the listeners are not bored

The Prophet ﷺ himself said

((يَسِّرُوا وَلاَ تُعَسِّرُوا، وَبَشِّرُوا، وَلاَ تُنَفِّرُوا))[2]

Make things easy for others and do not make them harder; give them the good news and do not frustrate them.

Daa'wah in today's world is not as successful and effective mainly because it is not carried out the way as prescribed and practiced by the holy Prophet ﷺ long and incessant speeches, recurrent advices and asking someone to shun a bad habit instantly is something against the psyche of modern and must be avoided at all costs.

The prophet ﷺ used to take immense care during Daa'wah that no body's self-respect is hurt. Whenever he saw anyone doing some bad acts how would not address him directly but would rather generally say, "What ways people are going these days when they do such and such acts." It would be addressed to a particular person

among the listeners but he would avoid his insult in the public and wrong doer used to repent on his act. Such a generalized address would benefit those who had not committed a wrong act even those who intended to do the same.

The same was the method of all Prophets before Prophet Muhammad ﷺ who never insulted or intended to do so while addressing individuals or groups for Daa'wah. They would discuss a type of bad act in general public address to make all listeners realize that such bad acts displease Allah and must be avoided at all cost. As the Qur'an states:

﴿وَمَا لِيَ لَآ أَعۡبُدُ ٱلَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيۡهِ تُرۡجَعُونَ﴾(3)

And why should I not worship Him (Allh Alone) who has created me and to whom you shall be returned.

<u>An important principle of Prophet's Daa'wah:</u>

An important principle observed by all prophets before Daa'wah was that they used to start Daa'wah from their family members and relative and then go outside. It is relatively easy to convince one's own family members and relatives that lead to a matter of trust for the people outside family. When the Ayah

﴿وَأۡمُرۡ أَهۡلَكَ بِٱلصَّلَوٰةِ وَٱصۡطَبِرۡ عَلَيۡهَا﴾(4)

Bid your family to perform Salah, and adhere to it yourself

Imam Al Qurtabi to bring to light interpretation of this verse

وكان عليه السلام بعد نزول هذه الآية يذهب كل صباح إلى بيت فاطمة وعلي رضوان الله عليهما فيقول " الصلاة.(5)

After the revelation of this verse The Prophet ﷺ went daily visit to Ali and Fatima (R.A)' shome and loudly say, "Time for prayers

Similarly, many prophet were blamed for different things but they did not let patience go away and bore everything without any complains for example the 'the hood nation' were shown miracles by the prophet 'hood' (A.S) but they refused to obey their Prophet's advice by saying that these miracles are illogical and that they will never believe in anything that stood against their forefathers' beliefs. They held their prophet to be insane as he had spoken against their fathers and them insanity was inflected upon him by natural forces. As the Qur'an has reflected their speech…:

﴿قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِۦٓ إِنَّا لَنَرَاكَ فِي سَفَاهَةٍ وَإِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ

الْكَاذِبِينَ. قَالَ يَاقَوْمِ لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ وَلَٰكِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (6)

The leaders of the Unbelievers among his people said: "Ah! we see thou art an imbecile!" and "We think thou art a liar!" He said: "O my people! I am no imbecile, but (I am) a messenger from the Lord and Cherisher of the worlds!

Hazrat Hood (A.S) did not call his nation crazy. Rather he bore everything with patience when the Qur'an reports him saying.

﴿فَقُولَا لَهُۥ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُۥ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ﴾(7)

But speak to him mildly; perchance he may take warning or fear (Allah).

Such were the patience and best manners and moral with which Hazrat Moosa and Hazrat Haroon (A.S) were sent to paraoh. As stated by Qur'an…

The holy Qur'an is replete with such instance of the prophet can be quoted in history when a Prophet can be quoted in history when a prophet responded to the abusive remarks of their nation with abuses.

Importance of Daa'wah to the non-believers:

It is a common principle that a teacher is always superior to his students. A sense of inferiority complex is natural to a student as against a teacher who enjoys superiority complex. The same goes with Daa'wah also a Daa'ee is always superior in knowledge to the one's he advise and that is why they readily get influenced in morals as well as in manners whether socially or politically. The Muhammadan nation has been declared as the best nation because they will call to the true path of Allah and forbid other from doing the bad. The main reason for assigning this great task to the Muhammad nation is their superiority in knowledge over other nations. In the present age, Muhammadan Nation is suffering cruelty and ill treatment at the hands of other nations due to the fact that they have turned inferior in knowledge. The main duty was to receive the treasure of knowledge left by their prophets and propagate it in humanity as prescribed but they left the path of their prophets and they became needy of advice. Consequently, they suffer from inferiority complex, which is natural.

The remedy for this is that they should recognize their own status as 'Umat-e-Muhammadi' and make 'Daa'wah ilal-khair' the very part and parcel of their life and get ready to spread the true message in the entire humanity to bring humans from the darkness to light. As Rabi bin Amir's invitations reveals:

((اللَّهُ ابْتَعَثْنَا لِنُخْرِجَ مَنْ شَاءَ مِنْ عِبَادَةِ الْعِبَادِ إِلَى عِبَادَةِ اللَّهِ وَمِنْ ضِيقِ الدُّنْيَا إِلَى سِعَتِهَا، وَمِنْ جَوْرِ الْأَدْيَانِ إِلَى عَدْلِ الْإِسْلَامِ)). (8)

Allah Aptosna to get out of wills from the worship of people to worship Allah, and to the minimum capacity constraints, and Gore religions to the justice of Islam

"When he went to see Rustam for Daa'wah, he was riding a mule with poor looks and dusty face, undone hair and his cloths were made up of different color patches. When he entered the court, it was well decorated with lavish carpets and pillows. He did not get impressed with the environment but rather impressed all with what he spoke. When Rustam asked the purpose of his visit, he spoke what all the followers of the Holy Prophet ﷺ will say "Allah has sent us to the world for a great cause; to get people free from the master hood of human and make them slaves of Allah; to get them out of this worldly hand to mouth life and let them enter the spacious and unending world of blessing i.e., paradise; and to free them from the chains or cruelty and save them. (9)

What a great way of delivering the true message; without any fear in front of the king. Reason is clear that his impact of Daa'wah always makes a Daa'ee confident. Even today if someone understands these words, they can conquer the whole world with Daa'wah .The Qur'an says ;

﴿وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا﴾ (10)

The bounties of thy Lord are not closed (to anyone).

For quite a while ,Adam's children stuck to the true path but latest on their minds gave way many such beliefs which resulted in heathen practices

﴿كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ (11)

Mankind was one single nation

This change abolished in their minds the difference between right and wrong which led to further confusion. In order to remove such confusion and to bring people back to the true path, Allah sent prophets, Holy Scriptures, and books to guide humankind.

﴿فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ
لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ
مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا
اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ
مُّسْتَقِيْمٍ﴾ (12)

Allah sent Messengers with glad tidings and warnings; and with them He sent the Book in truth, to judge between people in matters wherein they differed; but the People of the Book, after the clear Signs came to them, did not differ among themselves, except through selfish contumacy. Allah by His Grace Guided the believers to the Truth, concerning that wherein they differed. For Allah guided whom He will to a path that is straight.

﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
بَصِيْرٌ﴾ (13)

It is He who has created you; and of you are some that are Unbelievers, and some that are Believers: and Allah sees well all that ye do.

﴿بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ (14)

Nay, Most of them are faithless.

Allah has thus showed the true path to mankind through series of prophet in different ages until the chain stopped finally on

Prophet Muhammad on whom the Qur'an was revealed which is the last and comprehensive message of Allah

((تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ، لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ ﷺ)) (15)

When Allah ordered the Prophet ﷺ to spread the message of truth among mankind, as revealed;

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ بَلِّغۡ مَآ أُنزِلَ إِلَيۡكَ مِن رَّبِّكَۖ وَإِن لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ
رِسَالَتَهُۥۚ وَٱللَّهُ يَعۡصِمُكَ مِنَ ٱلنَّاسِۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهۡدِي ٱلۡقَوۡمَ ٱلۡكَٰفِرِينَ﴾ (16)

O Messenger! proclaim the (message) which hath been sent to thee from thy Lord. If thou didst not, thou wouldst not have fulfilled and proclaimed His mission. And Allah will defend thee from men (who mean mischief). For Allah guideth not those who reject Faith.

In another place, it is stated:

﴿فَلِذَٰلِكَ فَٱدۡعُۖ وَٱسۡتَقِمۡ كَمَآ أُمِرۡتَۖ وَلَا تَتَّبِعۡ أَهۡوَآءَهُمۡۖ وَقُلۡ ءَامَنتُ بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ مِن كِتَٰبٖۖ وَأُمِرۡتُ لِأَعۡدِلَ بَيۡنَكُمُۖ ٱللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمۡۖ لَنَآ أَعۡمَٰلُنَا وَلَكُمۡ أَعۡمَٰلُكُمۡۖ لَا حُجَّةَ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمُۖ ٱللَّهُ يَجۡمَعُ بَيۡنَنَاۖ وَإِلَيۡهِ ٱلۡمَصِيرُ﴾. (17)

Now then, for that (reason), call (them to the Faith), and stand steadfast as thou art not commanded, nor follow thou their vain desires; but say: "I believe in the Book which Allah has sent down; and I am commanded to judge justly between you. Allah is our Lord and your Lord: for us (is the responsibility for) our deeds, and for you for your deeds. There is no contention between us and you. Allah will bring us together, and to Him is (our) Final Goal.

In a Ayath it is stated;

﴿فَذَكِّرۡ بِٱلۡقُرۡءَانِ مَن يَخَافُ وَعِيدِ﴾ (18)

So admonish with the Qur'an such as fear My Warning!

And;

﴿فَذَكِّرْ فَمَآ أَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ﴾[19]

Therefore proclaim thou the praises (of thy Lord): for by the Grace of thy Lord, thou art no (vulgar) soothsayer, nor art thou one possessed.

With these orders from Allah, the prophet declared his prophet-hood and started spreading Allah's message. Only few lucky ones among the non-believers embraced Islam and now a group of Muslim was also born side by side with that of the non-Muslim of Makkah. This message of truth was something new for them because neither in the remote past it existed nor their forefathers had told them about it therefore, they became antagonist or towards the prophet and started resisting the prophet at very form so that he is unable to put the people on his 'self caved' path. But the prophet ﷺ did not get affected by their resistance of kept going with his job of Daa'wah and with usual kind and affectionate way. As he was ordered by Allah;

﴿فَذَكِّرْ إِنَّمَآ أَنْتَ مُذَكِّرٌ﴾.[20]

Therefore do thou give admonition, for thou art one to admonish.

And:

﴿اُدْعُ إِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ
أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ أَعْلَمُ
بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾[21]

Invite (all) to the Way of thy Lord with wisdom and beautiful preaching; and argue with them in ways that are best and most gracious: for thy Lord knoweth best, who have strayed from His Path, and who receive guidance.

There was a time when the Arabs came to know what Islam is, and they started effort to resist it, the prophet ﷺ migrated to Madinah with his staunch followers and after gathering some those who resisted the spread of the true message. This was done because the prophet wanted to save the coming generations from being misled by the non-believers. In this regards the prophet received clear-cut orders of Jihad as stated in the Holy Qur'an:

﴿وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ﴾(22)

But Allah willed to justify the Truth according to His words and to cut off the roots of the Unbelievers;-

In other place it is revealed;

﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا
فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ (23)

And fight them on until there is no more tumult or oppression, and there prevail justice and faith in Allah altogether and everywhere; but if they cease, verily Allah doth see all that they do.

Now till the Day of Judgment, the method of Daa'wah to the non-believers is firstly through soft words and love. If despite love and affection they do not accept Islam, another way is Jihad. It is the ultimate way of Daa'wah if all other ways fail in the face of stubborn resistance of non-believers.

REFERENCES

1) Imam Bukhari ,Sahih Bukhari, Darul yammah, Beruait, (2000) Hadith No 68, page, 25, Vol. 1
2) Sahih Bukhari, Hadith No .69, page, 25, Vol. 1
3) Sura Yasin: 22
4) Sura Taha: 132
5) Mohammad bin Ahmad Al Qurtabi, Al Jame li li Ahkam ul Quran, (1964), page: 263, Vol:11, dar ul kutab almsirih , al qaherah
6) Surah Al Aaraf.66, 67
7) Surah Taha: 44
8) Imam Tabri ,Tarekh e tabri, dar ul kutab alelmia, Beruit, page,401, Vol. 2
9) Tarekh e tabri, dar ul kutab alelmia, Beruit, page: 401, Vol. 2
10) Sura Al Isra: 20
11) Sura Al Baqara: 213
12) Sura Al Baqara: 213
13) Sura Al Taghabin: 02
14) Sura Al Baqara: 100
15) Abdullah bin Muhammad, Alqawzini, Sunn e abne majah, Dar ul Kutab Alelmia, Beruit, (2000) page No. 260, Vol-4
16) Surah Al Maeda.67
17) Surah As Shora: 15
18) Surah Qaf: 45
19) Surah Atoor: 29
20) Surah Al Ghashia: 21
21) Surah Anahal: 125
22) Surah Al Anfal: 7
23) Surah Al Anfal: 39

****

Status of Women in Islam and its impact on Pashtun society
(in present times)

Dr. Habib Nawaz Khan*

ABSTRACT

This article discusses women rights in Islam and its impacts on Pashtoon society in the present times. The researcher talks about Islamic laws, history and the future of women rights in Islam in general and in Pashtoon society in particular. Islam is natural religion. As compared to other religions, Islam has emphasized on women rights, protection, dignity and their rights have always been focused. Islam has given a distinctive role to woman as a mother, as a sister, as daughter, and as a wife, and in other relations. According to Islamic injections, women are regarded so highly that it is said that paradise live under the feet of mother. A good wife is a great wealth of the world. Daughter is blessing of Allah. Islam has guaranteed women with education, training and all basic needs along with all types of protection.

In the same manner, if we talk an over vice of Pashtoon society women rights holds great importance in the light of Islamic laws, Islamic code of conduct, customs and worship etc.

Keywords: Discuss, Women, Rights, Islam, Sister, Daughter, wife, Pashtoon, Society.

* Head of Department of Pak Languages

Allah says in Quran:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ
أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾[1]

O mankind, we have created you from male and female, and made you into tribes and families that you may know each other. Surely the noblest of you with Allah is the (one who is the) most righteous of you. Surely Allah knows, aware.

About half of the population of the world consists of women. It is, therefore, necessary that any religious or social theory which stands for the good of mankind should also be concerned with the well being, rights, and progress of women. Similarly, Islam also promotes the position of women in rational way. But one thing must be noted that Islam gives equal right to women as against men, Quran states “Islam has given rights, and privileges to woman at the time when she has never enjoyed under any other religion or constitutional system.1” The position of women in Islam can be understood when the matter is studied as a whole in comparative manner, rather than partially. The rights, and responsibilities of women are equal to those of man but they are not necessary same with them because equality and sameness are two quite different things. This difference is understandable because man and woman is not identical but they are created equal. This distinction is of paramount importance because equality is desirable but sameness is not. With this distinction in mind, there is no room to imagine that woman is inferior to man and there is no ground to consider that she is less important than man just because that her rights are not identical to man. If Islam recognized woman identical to man, it

would simply duplicate of man which she is not. In short, Islam gives her equal rights but not identical ----- shows that Islam recognizes her independent personality. [(2)]

Position of Women in Ancient Civilizations and Religions

Historically speaking the position of woman has undergone many changes. She has been man's helpmate without whom his life would never have been complete. She has consider the object of decoration or a plaything and beast of burden carrying man's load work and sorrows on her back. Some ecclesiastics have debated whether woman has soul and have sometimes concludes that she has not! [(3)]

There is reason to believe that in the great Greek Civilization, woman was treated as a slave. In her childhood, she was the slave of her parents, in her youth and her old age the slave of her husband and as a widow of her sons. In Athens, women were not better off than either the Indian or the Roman women." Athenian women were always minors, subject to some male - to their father, to their brother, or to some of their male kin. Her consent in marriage was not generally thought to be necessary and "she was obliged to submit to the wishes of her parents, and receive from them her husband and her lord, even though he were stranger to her". The Greek philosopher Plato holds that woman should be treated equally but his philosophy has no impact on the society. [(4)]

In the Roman Civilization too, she had the low status under the law. The father and the husband had full control over their daughters and wives. They would even turn them out of the houses

with no redress. The father could marry her daughter to any one he liked and he had full power to annul the marriage of her daughter. In the Encyclopedia Britannica, we find a summary of the legal status of women in the Roman civilization. In Roman law, a woman was even in historic times completely dependent. If married she and her property passed into the power of her husband . . . the wife was the purchased property of her husband, and like a slave acquired only for his benefit. A woman could not exercise any civil or public office could not be a witness, surety, tutor, or curator; she could not adopt or be adopted, or make will or contract. Among the Scandinavian races, women were (5)

The position of woman in Hindu society is not enviable as well because the custom of Sati was prevailed in the Hindu society till 20th century and even in some places up to date. According to this custom, widow was burnt alive with the corpse of husband during the burning funeral ceremony. Widows were not allowed to remarriage. The marriage of minor is very common in Hindu Civilization. The practice of Sati is equally applied to the child widow in the Hindu society. Describing the status of the Indian woman, Encyclopedia Britannica states: In India, subjection was a cardinal principle. Day and night must women be held by their protectors in a state of dependence says Manu. The rule of inheritance was agnatic, that is descent traced through males to the exclusion of females. In Hindu scriptures and the description of a good wife is as follows: "a woman, whose mind, speech and body are kept in subjection, acquires high renown in this world, and, in the next, the same abode with her husband." (6)

It is not the tone of Islam that brands of women as the product of evil. Quran does not place man as the dominant lord of woman. You will never found in the history of Islam that any Muslim philosopher, jurist or historian questioned or doubted the human status of woman. Islam does not blame Eve alone for the first sin but Quran makes it very clear that both Adam and Eve were tempted and God pardon was granted to both and He addressed them jointly [(7)].

Allah says:

﴿فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ ۖ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ﴾ [(8)]

And their Lord hath accepted of them, and answered them: "Never will I suffer to be lost the work of any of you, be he male or female: Ye are members, one of another:

In the modern democratic nations, we find that woman is not in the happy position because the rights of woman in the modern times were not granted voluntarily or out of kindness to female. Modern woman reached her present position by force and not through natural process or Divine teachings. Shortage of manpower during war, pressure of economic needs and requirements of industrial development forced woman to get out of her home- to work, to learn, to struggle for her livelihood and to appear before the public as an equal to man. She was forced by the circumstances and acquired her new status. This new status destroys the respectable position of woman because it destroys the family structure in the society. Unlimited freedom was given in the field of sex which dragged the woman to very low position. The culture of many boy-

friends and girl friends replaced the respectable position of husbands and wives. Woman now actively participate in the fashion world and in the film industry. Film industries remove the relationship between sisters and brothers or between the husbands and wives for example, the wife of one brother is casting as a heroin against another brother in the film. In short the question whether all women are pleased with this new status? **(9)**

It is an established fact that the position of woman before the advent of Islam was not respectable and enviable in the Arab society. There was no restriction on the number of wives and absolute polygamy was in vogue in the Arab society. To many of them, women were not companions who could fully participate in the life of their husband. They were mere objects of pleasure or slaves to carry out the commands of their husbands. Woman had no right to own personal property and safeguard against the maltreatment by their men folk. Besides regular marriage, sexual connection under the name of marriage established and flourished before Islam. She was not free agent in contracting marriage. Her consent was of no moment and woman was forced to contract in marriage bond. In regular marriages the dower was for the benefit of wife in vogue among the pre-Islamic Arabs but if wife committed unchastely , her husband used to deprive her of dower, so they used to blame her for such act in order to get rid of her dower. Many times widows and divorced women were forced to give up her dower or restore it if it had already been paid. The prohibited degree was very narrow but there can be no doubt that Arabs could not marry his mother, grandmother and his aunt or niece. But the

follower of Magi and religions could marry their own daughters and sisters. [10]

In Arabs, the birth of a daughter was regarded as a calamity because of the degraded status of woman. Even in the time of the Prophet ﷺ was prevalent and many father used to bury their daughters alive as soon as possible. They were debarred from inheriting but there were exceptional woman like Bibi-Khadija, a well-known widow whom the Prophet ﷺ married who carried on trade transactions and had high position in the society. [11]

With the advent of Islam, this situation was changed both in theory and in practice. There were many verses of the Holy Quran and saying of the Holy Prophet ﷺ and even in his personal life and conduct, which helped greatly to raise women's status in the society and give her many denied rights. [12] The last sermon of the Holy Prophet ﷺ as in this regard.

لَكُمْ عَلَيْهِنَّ حَقٌّ وَ لَهُنَّ عَلَيْكُمْ حَقٌّ [13]

Islam recognizes women as equal and full partner to man in their matrimonial relationship. Man is the father and woman is the mother in the household and the role of both equally essential for the progress and happiness of the family. Islam gives more importance to mother than father. The Holy Prophet ﷺ says that, "Paradise is under the feet of mother (An'Nisa,Ibn Maja,Ahmad)".In another occasion the Holy Prophet said that "Mother is entitled to three-fourth love and kindness with one-fourth left for their father".

As a mother, she enjoys more recognition and higher honor in the sight of God. (14)

Allah says:

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ
وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ۚ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ
أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا
تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي ۖ إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ (15)

We have enjoined on man kindness to his parents: In pain did his mother bear him, and in pain did she give him birth. The carrying of the (child) to his weaning is (a period of) thirty months. At length, when he reaches the age of full strength and attains forty years, he says, "O my Lord! Grant me that I may be grateful for Thy favour which Thou have bestowed upon me, and upon both my parents, and that I may work righteousness such as Thou mayest approve; and be gracious to me in my issue. Truly have I turned to Thee and truly do I bow (to Thee) in Islam."

As a wife, woman enjoys absolute equality as an equal member of the family unit. In certain ways her position as a wife and as a mother is unique and of great honor and distinction. The status of man (husband) is determined by the way he treat his wife. The Holy Prophet ﷺ says,

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي

"best among you is the one who is best to his wife and I am the best among you to my family"

She is the queen and the mistress of household. She is the source of joy, pleasure and comfort for her husband. Husband seeks happiness through her. "And among His signs is this: That He created mates for you from yourselves that you may find rest, peace

of mind in them, and He ordained between you love and mercy. Lo, herein indeed are signs for people who reflect."(16)

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم
مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾(17)

And among His Signs is this that He created for you mates from among yourselves, that ye may dwell in tranquility with them, and He has put love and mercy between your (hearts): verily in that are Signs for those who reflect.

In the matter of marriage, Islam emphasis on the consent of the woman. The Holy Prophet ﷺ said “No widow should be married without consulting her and no virgin be married without her assent”. According to Islamic law, women cannot be forced to marry anyone without their consent. Ibn Abbas reported that a girl came to the Messenger of God, Muhammadﷺ, and she reported that her father had forced her to marry without her consent. The Messenger of God gave her the choice . . . (between accepting the marriage or invalidating it).(18)

In another version, the girl said: "Actually I accept this marriage but I wanted to let women know that parents have no right (to force a husband)".(19)

Islam also recognizes her consent after marriage because she can obtain divorce from her husband either by Khula or Mubarrah. We know that marriage in Islam is contract and it can be terminated by mutual constant of the parties. When the aversion on the both side, it is called Mubarrah but when the aversion is on the side of wife then it is called Khula. Khula is the right of woman

against the right of Talaq (divorce) of man. According to some legal experts, the consent of husband is not required for Khula because it is stated in Quran “Women have equal rights to those which man have over them”[20]

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾[21]

Unto women is due likes that which is due from women reputably.

From this verse some jurists inferred that the right of Khula on woman as against the right of talaq (divorce) on man. The only condition in such kind of divorce is that woman may agree to pay something in return to release herself from the marriage bond. Quran says “if you fear that they will not keep the limits prescribed by God that there is no blame on either of them, if she gives something for her release”.

﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ﴾[23]

There is no blame on either of them if she give something for her freedom.

The western jurists criticize the unilateral power of talaq exercised by the husband to divorce his wife without no cause, but it is their ignorance because they do not know real essence of talaq and Islamic law. It is pertinent to note that Islam put restriction on this power of husband both morally and legally. Talaq is the last method to be used if the difference could not be resolved between the spouses because divorce is the detestable things in all approved things in the sight of Allah Almighty. Islam also put legal restrictions on this power in the form of dower.

Dower is the financial gain which the wife entitled from her husband in the contract of marriage when the wife was divorced; she is entitled to full dower. Besides in all approved things of Talaq.

As daughter Islam stops the practice of infanticide and enjoyed fair treatment to their daughter. “And when the female (infant) buried alive- is questioned, for what crime she was killed” (Quran 18:8-9). The Holy Prophet ﷺ said, “Whoever has a daughter and does not burry her alive, does not insult her and does not favor his son over her will be received by God in Paradise”. In another occasion, the Holy Prophet ﷺ said that “whoever support two daughters till the age of mature, he and I will be in paradise thou this(He pull two finger close)”.The Prophet ﷺ always showed consideration and gentleness to women whether belonging to his family or outside. For instance, he always stood up to show respect for his beloved daughter Fatima, at the time when female infanticide was prevalent among the Arabs. [(24)]

Islam has given the right of Option of puberty to the minor to repudiate or ratified the marriage.

Islam recognizes the right of minor particularly of wives to repudiate their marriage on attaining puberty without showing any cause but a minor cannot repudiate the marriage if it is brought by father or grand- father on the presumption that he will not act carelessly or against the welfare of the minor. But a minor (wives) can repudiate such marriage if there is negligence or fraud on the side of father or grandfather. Under shia law, such marriage is

totally ineffective unless it is rectified by the minor (wives) on attaining puberty.[(25)]

In economics field, Islam recognizes woman's right to inherit, buy, sale, mortgage and lease any or all of her property both land and estate. She can inherit property from her husband, parents and brothers; she is entitled to dowry and to carry on business transactions. " Unto men (of the family) belongs a share of that which Parents and near kindred leave, and unto women a share of that which parents and near kindred leave, whether it be a little or much - a determinate share" [(26)]

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا﴾ [(27)]

From what is left by parents and those nearest related there is a share for men and a share for women, whether the property be small or large,-a determinate share.

But she has no legal obligation to spend on her family out of her personal property. This is the reason that Islam makes distinction between male and female in the case of inheritance because share of two female (sisters) equal to one male (brother). The logic behind this principle is that husband is responsible for maintenance of wife and family and wife has no obligation in this regard what so ever rich.

Woman is equal to man in the pursuit of knowledge and education. When Islam enjoins the seeking of knowledge upon, it makes no distinction between male and female. As the holy Quran says "(Unto them, O Muhammad ﷺ Are those who know equal

with those who know not? But only men of understanding will pay heed)” [28].

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾ [29]

Say: "Are those equal, those who know and those who do not know? It is those who are endued with understanding that receive admonition.

Almost fourteen centuries ago, Muhammad ﷺ declared that “the pursuit of knowledge is incumbent on every Muslim male and female”(Al-Bayhaqi). This declaration was very clear but it is mere ignorance of Islamic teachings that west promote propaganda against Islam and against its stand on female education.

Islam also gives the rights of evidence to women. But Islam make distinction between male and female on the basis of evidence because a male witness is equal to two female witness while in case of Hadood, female are not completely debarred as witness. **[30]**

Quran says that

﴿وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ ۖ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَن تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ﴾ [31]

If two male are not available for evidence than one man and two such women are required whom you like for evidence. If one forgets it, the other reminds it to her.

This distinction is based on the lack of experience because women have little experience of practical life. Therefore, if woman makes an error due to lack of experience, the other would help to

correct. Therefore, this is a precautionary measure to guaranty honest transaction and proper dealing between the parties. Therefore, the distinction between male and female witness because of lack of experience does not necessarily means that woman is inferior to man in her status.

In Islamic state both man and women are equal before law and are entitled to equal protection of law. There shall be no discrimination because of sex and positive discrimination is allowed in certain circumstances to make special law for the protection of minor woman's rights in Islamic state. Woman has the same fundamental rights as man enjoys in the Islamic state. She has the right of protection of life, property and honor. She has also the right of freedom of expression and speech. She can criticize the governmental policy. There are many examples in the history of Islam that show that woman's grievances were addressed by Khalifas of Islamic state.[(32)]

Right to choose career is equally provided to man and woman in Islamic state but Islam enjoins the woman to select such career which is suitable to her body. However, there is controversy among the Islamic jurist that whether a woman became Qazi or not. According to Hanafi law, she may become Qazi because she possess' the qualification of witness but in case of Hadood she cannot became a Qazi. Shafi law completely disqualified woman for the office of Qazi.

The concept of veil is also misunderstood by the west and secular Muslim It is Islamic that the woman should beautify herself

before her husband but she cannot do so before the public. Islam warns woman not to displace bosom or her charms and attraction before the strangers. So the concept of veil protects her personality from demoralization or offences like rape. It also protects the eyes of woman from lustful looks. Islam is the most concerned with the integrity of woman, with the safeguarding morals and morale and with the protection of her character and personality. **(33)**

﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ
زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ
اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ
اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ
التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى
عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۖ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ۚ وَتُوْبُوْٓا
اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ **(34)**

And tell the believing women that they must lower their gazes and guard their private parts, and must not expose their adornment, except that which appears thereof, and must wrap their bosoms with their shawls, and must not expose their adornment, except to their husbands or their fathers or the fathers of their husbands, or to their sons or the sons of their husbands, or to their brothers or the sons of their brothers or the sons of their sisters, or to their women, or to those owned by their right hands, or male attendants having no (sexual) urge, or to the children who are not yet conscious of the shames of women. And let them not stamp their feet in a way that the adornment they conceal is known. And repent to Allah O believers, all of you, so that you may achieve success.

To conclude we can say that nature of rights and duties of man are different to the rights and duties of woman. The concept of different rights and duties is due to physiological, biological and

physical structure of the woman. When equal and same rights are necessary and needed, Islam gives equal and same rights to woman, but when the nature of obligation and duties are different then the rights are different. Islam also gives some privileges to woman which man cannot enjoy. These privileges are because of their physiological and biological difference between male and female. For instance, woman is exempted from financial obligations. Women are also exempting from prayer and fasting during menstruation and after the birth of child because of pregnancy and menstruation. Islam discourages and prevents woman to become Imam in the prayer or to become a ruler of the Islamic state. The logic behind this is that whenever, Islamic state suddenly faces emergencies situations, then the pregnant ruler cannot face the situation properly and it is evident in 1990, when the relation between Pakistan and India become strain the then Prime Minister of Pakistan Benazir Bhutto was hospitalized in Britain for the birth of her child. At the end, we can quote this verse. (35)

﴿فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ﴾ (36)

And their Lord has accepted (their prayers) and answer them (saying). Never will I cause to be lost the work of anyone of you, be h male or female, you are members, one of another.

The impacts of Islam on pashtun society in the present period

Islam has deep impacts on pashtun society Even today, Islamic traditions, rituals, prayers, worship ethics and great Islamic laws are prevalent in pashtun society. Marriages, festivals, foods and

clothes, etc. are in accordance with Islamic way and Islamic society has a great influence of Pashtu society. Respect of women, high status, pardah etc, all these are based on Islamic laws. Prayers, Fasting, Zakat, Hajj, charity and sacrifice are all given due importance. Similarly, most of the women’s rights are based on Islamic jurisdiction, some of which are described as follows:

I. **Women’s share in inheritance:**

In the present time a good number or people give women their due share in their property. Sisters are given half of their brothers. This was not the situation a decade ago. But as pushtun people are getting educated, they are becoming more advanced and this spirit of giving share to their women increases.

II. **Provision of money, clothes house and other facilities:**

Money, bread, clothes, houses and other facilities are provided to the women in pashtun society from time immemorial women look after the children at homes and men work outside. The women motivate their children to get education and also give them some training. They also perform other domestic chores.

Men do their jobs and run business and provide all the facilities to their women and provide shelter to them.

Education:

Women are also given education. Islamic madras as, schools, and colleges have been established for them.

Treatment:

There is no discrimination in the treatment of men and women.

Participation in rituals:

Women have equal participation in religious rituals and other festivals.

REFERENCES

1. Sura Al-Hujrat ayah no.13.
2. Says for All by M.I.Shahid & Arshad Saeed 9th Edition page no. 100-101, Advanced Publisher, Lahore 2008, The Dawn March 16, 2007.
3. Journal, Al-Ittihad, Vol. 8, No. 2, Sha'ban 1391/Sept 1971.
4. As Above
5. Encyclopedia Britannica Woman in Ancient Civilization.
6. As Above.
7. Essays for All by M.I.Shahid, page, 100
8. Al-Quran; Surah Al- Imran, Aayth, 195
9. Status of women by Anwer Abbas, The Dawn March 16,2007.
10. As Above
11. Minor marriages dissolution Act 1939.
12. As Above
13. Al-Termizi, kitab un-Nikakh, Hadith No. 1163, Ibn-e-Maja. Bab Haq al- zauj, Hadith no.1851. Mraa
14. Minor Marriages Dissolution Act 1939.
15. Surah Al-Kahaf, Ayath no. 15.
16. Minor marriages dissolution Act 1939.
17. Surah Al-Room, Ayath no.21.
18. Ibn Maja, No. 2469
19. Ibn Maja, No. 1873
20. Minor marriages dissolution Act 1939
21. Surah Al- Baqra Aayth no. 228, 229.
22. Minor marriages dissolution Act 1939.
23. Surah Al-Kaaf, Ayath no. 8-9.
24. Minor marriages dissolution Act 1939.
25. Minor marriages dissolution Act 1939
26. Muslim political thoughts by Aamir Shehzad and Najam Ali Page No. 56, 85.
27. Surah Al- Nisa, Ayath no. 7.

28. Muslim political thoughts by Aamir Shehzad and Najam Ali Page No. 56, 85.
29. Surah Al- Zamer, Ayath no. 9.
30. Muslim political thoughts by Aamir Shehzad and Najam Ali Page No. 56, 85.
31. Surah Al- Baqara, Ayath no. 282.
32. Muslim political thoughts by Aamir Shehzad and Najam Ali Page No. 56, 85.
33. Muslim political thoughts by Aamir Shehzad and Najam Ali Page No. 56, 85.
34. Surah Al- Noor, Ayath no.31.
35. Islamic Jurisprudence by Nazir Ahmad, p:234
36. Al- Noor, Ayah No. 30, 31.

❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊

An Anthology of the Highlights of the Quran
Compilation by Dr. Badr Hashemi

Brig.(R) Wasiq Ahmed Khan *

BOOK REVIEW

Dr. Badr Hashemi *the* compiler of the Anthology, was born and raised in a religious family environment which inherited a legacy of the centuries old tradition of dispensing values, virtues and education. He learnt and partly memorized Quran and Hadith at an early age. Subsequently attended courses at Al-Azhar in the Quranic Arabic and lectures in interpretation of the Quran and Fiqah by Al-Shaykh. Ali Tantavi and Shaykh Yusaf Al-Qaradawi.

He did his doctorate from UK and is a fellow of the World Bank institute of development economics in ***Washington DC*** and United Nations Asian Development Institute. Worked as a civil servant in Pakistan and was part of the international civil service with United Nations.

Well versed in Arabic and English ***Dr. Badr Hashmi*** has studied Psalms, Torah, Evangel, Islamic History and culture, ancient civilization and comparative religions.

He initiated English translation and paraphrasing of the Quran in 1998 with the aim of returning to the Quran and understanding of the Quran with the Quran. The project is on its midway and follows a non partisan and non sectarian approach.

* HOD, Department of Pak Studies,NUML, Islamabad.

The Anthology of the Highlights of Quran with parallel Arabic text is ***Dr Hashmi*** latest contribution, Nearly 1000 Ayats (statements) have been meticulously identified linked in a chain to provide a condensed and consolidated substance of the do's and don'ts in simple to comprehend English without skipping any Surah. Direct translation of select Ayats has been condensed and blended with the context printed in italics.

While translating the Arabic text ***Dr Badr Hashmi*** was strongly mindful of the fact that the Quran is a unique, unmatched masterpiece of Arabic literature, having neither forerunner nor successor in its own idioms, style precision and subtlety. The spirit, the beauty, the eloquence the depth and comprehensive of Arabic that can never be captured by any other language.

The compiler was moved by the fact there in this age of materialism the tradition of reading Quran is slowly diminishing both in the Arabic speaking countries as well as in other countries According to one estimate about 3% people read the Holy Quran once in their life time while about 7% are content with selective reading They, barring few exceptions, have only a rudimentary understanding or any meaningful comprehension of the divine message. The trend of reading the Holy Quran is most disheartening amongst the college and university students particularly among those who are being raised in the English speaking environments.

Dr. Badr Hashmi was deeply grieved by the ignorance of Muslim youth about their own religion and the message contained in the Quran. He was moved to produce An Anthony of the Highlights

of the Quran" to draw the Muslim youth nearer to the Quran by reading and understanding the highlights of Allah's final message to humanity.

An Anthology and particularly the anthology of Quran can never be a substitute for the Quran. Apparently the aim of Mr. Badr Hashmi is to motivate the young man and women of English speaking world to have e an understanding of the message contained in the Holy Quran. The Anthology presents the essence of the Quran and includes only the most important instructions contained in the Holy book. Some of these are:-

- Quran is meant for the welfare of Humanity
- Mockery and opposition to the words of Allah would never go unpunished
- Allah's unity and supremacy and submission to Him
- Everyone's dignity must be respected regardless of ones, religion, race, ethnicity, gender and social status.
- There is no coercion in matters of religion.
- The battle between right and wrong, truth and falsehood would never cease.
- Stand firm on the right as you have been commanded
- Allah does not change the condition of people unless they first change what is in themselves, i.e. thinking, in their attitude and behaviors
- People need to be vigilant against satanic temptations
- Allah orders kindness to all and forbids obscenity, sodomy, adultery, fornication and commercial dishonesty.

- Every person’s ability to hear, to see and to think shall be interrogated and called to account on the Day of Judgment.
- Whoever looks forward with hope and to meeting one’s “Rub” –Lord supreme on the day of judgment must do righteous deeds, not associate anyone or anything in worshipful reverence and obedience to Him, and firmly believe in the message of Quran revealed unto His last Prophet to humanity, the seal of Prophet Muhammad (صلى الله عليه وسلم)

All the Quranic verses supporting above mentioned teaching points have been included in the anthology, nicely translated in simple English and narrated upon One gets moved by the excellence of translation and the lessons drawn from those verses of the Holy Quran.

The Anthology also contains a brief biography of the Holy Prophet Muhammad (ﷺ) and annotated glossary of key concepts and ‘The Names’ The most beautiful – “Asma ul Husna of Allah”

Dr. Badr Hashmi deserves to be congratulated for his valuable endeavor to motivate younger ones of English speaking world to have an understanding of the Holy Quran. The book deserves to be on the table of all college and university students and all those who are being raised and are living in English. Speaking environment, to be read and pondered upon.

❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊

In the last, I would like to pay special thanks to the respectable Rector NUML and Director General NUML for their patronage and guidance. I am also thankful to all members of the Editorial Committee. Honorable writers and researchers also merit my appreciations. Mr. Muhammad Abid Hasan has played an important role in the compilation of the Magazine and making it more attractive. Whatever the quality and goodness the Magazine owns is by the grace of Allah Almighty and all deficiencies are due to our negligence or error. We pray to Allah Almighty for the recognition and popularity of AL BASEERA.

Dr. Syed Abdul Ghaffar Bukhari

Editor AL BASEERA

Editorial

Third issue of AL BASEERA is being presented. It is not only a matter of gratification but also an honour that AL BASEERA has secured a distinction in the world of research very soon. With the blessing of Allah Almighty, AL BASEERA is getting popular day-by-day. AL BASEERA offers sincere thanks to all these organizations, scholars, teachers and readers, who gave so many acknowledgements to this magazine. However, it is to worth mention that in achieving this remarkable success, department must present tribute to the Rector Maj. Gen. (R) Masood Hassan and Director General Brig. (R) Azam Jamal.

AL BASEERA intends to maintain its research quality and standards in future in accordance with the guidelines set forth by Higher Education Commission (HEC). Besides, all out efforts are being employed to present the best material to the readers. For this, we would welcome suggestions and proposals from its readers.

In this issue, all those research articles have been included which are written according to the policy of the AL BASEERA and the recommendations of the Quality Enhancement Cell of Higher Education Commission (HEC). So we offer our apologies to those authors, whose articles could not be published in this Issue.

For the current issue of AL BASEERA ten research articles have been selected through peer review out of dozens received, including 4-Urdu, 4-Arabic and 2-English research articles. In addition, one *Book Review* (in English Language) has also been included. These articles were written by the scholars affiliated with different fields of life. This tri-lingual bunch would be the solution of modern challenges as well as it would play pivotal role in providing guidelines to the researcher and common readers in the field of research. (*Insha Allah)*

Keeping in view the international standards and to facilitate the readers, an transliteration table has been added since last issue of AL BASEERA . Moreover, in order to facilitate the readers of AL BASEERA ,all issues of AL BASEERA are being uploaded on the official web-site of NUML, *www.numl.edu.pk.*

<u>TRANSLITERATION TABLE</u>

ا	a	ڈ	<u>d</u>	غ	gh	بھ	<u>bh</u>
ب	b	ذ	Dh	ف	f	پھ	<u>ph</u>
پ	P	ر	R	ق	q	تھ	<u>th</u>
ت	t	ڑ	<u>r</u>	ک	k	ٹھ	<u>th</u>
ٹ	<u>t</u>	ز	z	گ	g	جھ	<u>jh</u>
ث	th	ژ	<u>z</u>	ل	l	چھ	<u>ch</u>
ج	J	س	S	م	m	دھ	<u>dh</u>
چ	ch	ش	Sh	ن	n	ڈھ	<u>dh</u>
ح	h	ص		ں	n	ڑھ	<u>rh</u>
خ	kh	ط	ṭ	ہ	h	کھ	<u>kh</u>
د	d	ظ	ẓ	ی	y	گھ	<u>gh</u>

Long Vowels

ا		ā
آ		ā
ی	ــِـ	ī
و	ــُـ	ū
و	(*URDU*)	ō
ے	(*URDU*)	ē

Short Vowels

ــَـ	a
ــِـ	i
ــُـ	u

Diphthongs

و	ــَـ	(ARABIC)	*aw*	
		(URDU)	*au*	
ی	ــَـ	(ARABIC)	*Ay*	
		(URDU)	*ai*	
وّ	ــُـ		*uww/uvv*	
یّ	ــِـ		*iyy*	

- Letter ء is transliterated as elevated comma (’) and is not expressed when at the beginning.
- Letter ع is transliterated as elevated inverted comma (‘).
- ض as Arabic letter is transliterated as *ḍ*, and as Urdu letter as ż.
- و as Arabic letter is transliterated as *w*, and as Urdu letter is transliterated as *v*.
- ۃ is transliterated as *ah* in pause form and as *at* in construct form.
- Article ال is transliterated as *al-* (*’l-* in construct form) whether followed by a moon or a sun letter.
- و as a Urdu conjunction is transliterated as –o.
- Short vowel ــِـ in Urdu possessive or adjectival form is transliterated as *–i.*

Advisory Committee

Prof. Dr. Sohail Hassan
Islamic Research Institute (IRI), Islamabad

Prof. Dr. Abdul Rauf Zafar
Chairman Dept of Islamic Studies, Sargodha University, Sargodha

Prof. Dr. Taj-ud-Din Azhari
Chairman Dept of Islamic Studies, International Islamic University, Islamabad

Prof. Dr. Ali Asghar Chishti
Dean Faculty of Arabic & Islamic Studies, Allama Iqbal Open University, Islamabad

Prof. Dr. Mehraj-ul-Islam Zia
Director, Institute of Islamic & Arabic, Peshawar University, Peshawar

Prof. Dr. Dost Muhamad
Director, Sheikh Zayed Islamic Center, Peshawar University, Peshawar

Dr. Hammad Lakhvi
Dept of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore

Dr. Abdul Hameed Abbasi
Chairman, Dept. of Quran-w-Tafseer, AIOU, Islamabad

Dr. Muhammad Sajjad
Dept of Islamic Studies, AIOU, Islamabad

Dr. Tahir Mehmood
Chairman Dept of Humanities, Urdu Wafaqi University, Islamabad

Dr. Mustafiz Alvi
Chairman Dept. of Islamic Studies, WISH, Islamabad

Dr. Muhammad Ilyas
Dept. of Hadith, International Islamic University, Islamabad

Dr. Hafiz Abdul Qayyum
Sheikh Zayed Islamic Center, University of the Punjab, Lahore

Dr Muhammad Abdul Allah
Sheikh Zayed Islamic Center, University of the Punjab, Lahore

Dr. Muhammad Riaz Wirdeg
Chairman Dept. of Islamic Studies, Hazara University, Mansehra

Dr. Abdul Ali Achakzai
President Dept. of Islamic Studies, Baluchistan University, Quetta

Dr. Khaleeq ur Rehman
Dept. of Islamic Thought & Culture, University of Management & Technology, Lahore

Editorial Committee

(National)

Prof. Dr. Zia-ul-Haq
Chairman. Dept. of Islamic Studies, NUML, Islamabad

Prof. Dr. Fazl-e-Rabbi
Dept. of Islamic Studies, NUML, Islamabad

Prof. Dr. Ahmed Yousaf Darwesh
President, International Islamic University, Islamabad

Prof. Dr. Muhammad Akram Chaudhry
Vice Chancellor, Sargodha University, Sargodha

Prof. Dr. Ataullah Faizi
Dept. of Islamic Studies, NUML, Islamabad

Prof. Dr. Ahmed Jan
Chairman Dawa Section, International Islamic University, Islamabad

Prof. Brig (R) Wasiq Ahmed
Chairman, Pak Studies Department, NUML, Islamabad

Dr. Noor Hayat Khan
Dept. of Islamic Studies, NUML, Islamabad

(International)

Prof. Dr. Shikri Muhammad Saleh
Director Islamic Development Management, UMS, Malaysia

Prof. Dr. Sohaib Hassan
Secretary Sharia Council, London, United Kingdom

Prof. Dr. Muhammad Hafeez Arshad
Director, Higher Learning Center, London, United Kingdom

Prof. Dr. Khadim Hussain Ellahi Bakhsh
Taif University, KSA

Prof. Dr. Abdul Aziz Bin Almabruk Al-Ahmedi
Madina University, KSA

Prof. Dr. Mazhar Yasin
Ali Garh University, India

Prof. Dr. Manshavi Abdur Rehman
Darul Uloom. Cairo University,

Prof. Dr. Yusra Abdul Aleem
Al-Azhar University, Egypt

5. Discussion

In this part of the article, author would present his views and research in detail.

6. References

References should be made according to the following guidelines:

i) References should be made as Endnotes.

ii) While giving references, *Chicago Manual Style* should be adopted.

iii) While referring to a book, author's name, name of the book, publisher's name & place and year of publication and then Page No./Volume No. should be clearly mentioned. Following example should be followed:

Ibn-e-Kathir, Tafseer Al-Quran Al-Azeem, Dar-e-Sadar, Beirut, 1354 H.D., 2/312

iv) For similar references at multiple locations, traditional style of abbreviations may be used.

v) Quranic verses in the article be presented in Arabic script. Method would be as under

Sura Nisa: 4/184

vi) All Ahadiths should be briefly interpreted.

vii) All-known figures mentioned in the article must be briefly introduced and references from books should also be quoted.

Research Journal

AL BASEERA Rules & Regulations for publishing an Article

General Points:

1. Article should be composed on one side of A4 paper. It should not be more than 25 pages.
2. While composing the article, be careful regarding font sizes:
   a. For main-headings, font size: 18,
   b. For sub-heading, font size: 16 and
   c. For matter, font size: 14
3. The article should have not been published anywhere else.
4. The article should be in accordance with the research principles and should be on a new topic. Moreover, the article should be adorned with the references of basic sources and should not be infringed.
5. It is necessary to take care of secret and rules of writing & spelling.
6. Three hard copies and one soft copy are required.
7. Author would enclose an abstract containing approximately 250 words.
8. Article may be written in the Urdu, English or Arabic languages.
9. It is necessary to avoid from errors and omissions.

Directions for Writing & Editing

Thesis should contain the following

1. **Abstract**

   It should contain summary regarding research. Abstract must be written in English language.

2. **Introduction**

   Introduction must include objective, methodology, distinctive characteristics of the research work and conclusion.

3. **Keywords**

   Authors are required to include five key words.

4. **Conclusion**

   Conclusion should be presented in a logical sequence.

Research Journal

AL BASEERA EDITORIAL POLICY

* Research Journal AL BASEERA is a research magazine purely affiliated with Islamic Sciences and Arts, which is of greater importance for the world of knowledge and research. Editorial policy regarding articles to be published in the magazine is as under:

  Articles should be relevant and around the topics such as Uloom Al-Quran, Uloom Al-Hadith, Ilm-w-Usool-e-Fiqh, Comparative Religions, Ilm Al-Kalam and Sufiism, Philosophy, Science, Literature, Economics, Sociology, Political, Cultural, etc. Similarly, introduction & comments on Muslim Personalities and Islamic Books.

* Research Journal AL BASEERA shall be published twice a year (in June & December)
* Research articles will be forwarded for peer review to two nominated referees, one National and other Foreign, after approval of the Director General.
* Copyright laws shall be applied in accordance with the HEC's laws.
* Decision of the Editorial Board regarding publishing article will be the final.
* Editorial Committee reserves the rights of necessary amendments, cancellation and abstract in the articles sent.
* Editor shall inform the writers with the opinion of the analysts and to make necessary changes.
* All research articles published in "Research Journal AL BASEERA" express the view points of their authors. So every article is the sole responsibility of the writer whilst Editorial Committee has no responsibility in this regard.
* Articles once sent to "Research Journal AL BASEERA" shall not be returned in both the case, published or not published.
* Two copies of magazine would be given to each participant.

in the life of a Muslim
Dr. Muhammad Ilyas

❊ Sentence for married & unmarried Fornicator (Zani) 165
Dr. Tahir Mahmood Muhammad Yaqoob

English Articles

❊ Interpretation of the Prophetic way of Preaching 1
Dr. Syed Naeem Badshahi / Dr. A G Bukhari

❊ Status of Women in Islam & its impact on Pashtun society (in present times) 13
Dr. Habib Nawaz Khan

❊ An Anthology of the Highlights of the Quran Compilation by Dr.Badr Hashemi 33
Brig (R) Wasiq Ahmed Khan

Table of Contents

- Editorial Policy v
- Rules & Regulations for publishing an Article vi
- Editorial Committee (National & International) viii
- Advisory Committee ix
- Transliteration Table x
- Editorial xi

Urdu Articles

- An analysis of obstacles in interfaith harmony 1
  Dr. Noor Hayat Khan
- Prevailing Agricultural System in Pakistan (in Islamic Perspective) 35
  Dr. Zahida Perveen
- Common ethical thoughts in Revealed Religions 57
  Dr. Asia Rasheed
- Modern Financial Institutions & Distribution of Zakat 83
  Dr. Muhammad Idrees Mufti

Arabic Articles

- Impotency of husband and time limitation in Islamic Sharia 97
  Dr. Rashid b. Mufarah al-Sheri
- Aspect of mercy in personality of Prophet (PBUH) 117
  Dr. Abdul Hameed Abdul Qadir Kharoob
- Various aspects of the importance of hope 139

Publisher: Dept. of Islamic Studies, NUML, H-9, Islamabad

Printing: National University of Modern Languages (NUML), H-9, Islamabad

Vol. 2 Issue: 3

June-2013

Number: 300

Price: Domestic Rs. 300/= Abroad $ 10/=

Coordinators:

- **Brig (R) Prof. Dr. Fazli Rabbi**
- **Dr. Asia Rasheed**
- **Irum Sultana**

All Correspondences should be addressed to:

Asst. Prof. Dr. Syed A.G.Bukhari,

Editor **AL BASEERA**

Dept. of Islamic Studies, NUML, H-9, Islamabad

Ph: +92 051 9257646-50 EXT (254)

E-mail: abdul.ghaffar@numl.edu.pk

web-site: www.numl.edu.pk

Research Journal

AL BASEERA

ISSN: 2222-4548

Vol. 2 **Issue: 3**

June-2013

Chief Patron:

Maj. Gen (R) Masood Hasan (Rector NUML)

Patron:

Brig. Azam Jamal (Director General NUML)

Editor:

Dr. Syed Abdul Ghaffar Bukhari

DEPARTMENT OF ISLAMIC STUDIES, NUML,
ISLAMABAD - PAKISTAN

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ سورة يوسف (108)

Research Journal

AL BASEERA

VOL 2 ISSUE 3 JUN 2013

DEPARTMENT OF ISLAMIC STUDIES NUML, ISLAMABAD